سنا کرتے ہیں رعد اور برق دونوں دم بخود ہو کر
پڑھا جاتا ہے جب کڑکا معین الدین چشتیؒ کا

سلطان الہند

سوانح حیات حضور خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ و دیگر مشائخ چشت

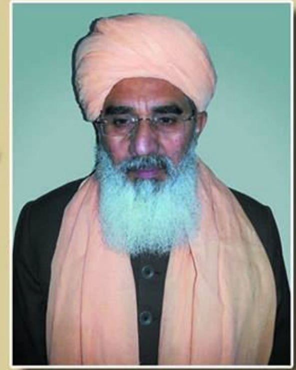
تصنیفِ لطیف:
فقیر سید فہیم کاظمی چشتی



سلطان الہند

تصنیف لطیف: فقیر سید فہیم کاظمی چشتی

سلطان الہند





محبّی و مخلصی سید فہیم رضا چشتی الکاظمی نے اپنی دلکش کتاب ''سلطان الہند'' میں شستہ زبان اور اپنے بزرگان چشت اہلِ بہشت کی محبت کو اساس بنا کر حضور خواجہ غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی اجمیریؒ کی سوانح حیات جس علمی ،ادبی اور تحقیقی اسلوب میں یکجا کی ہے، وہ ہر اعتبار سے تشنگان علم و تحقیق اور وابستگان چشت کیلئے باعثِ اطمینانِ قلبی ہے۔ مصنف نے محدود صفحات میں کمال خوبی سے خواجہءِ بزرگؒ کی زندگی کے وہ تمام واقعات جمع کر دیے، جن کا مطالعہ آج بھی قاری پر وجدانی کیفیت طاری کر دیتا ہے اور اس کا دل فرط محبت اولیائے عظام کی عظمت و ایثار کے ساتھ سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

خیر اندیش
فقیر دیوان سید آل حبیب علیخاں
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اجمیر شریف

تہذیب انٹرنیشنل پبلیکشنز
بہاولپور، لاہور، اسلام آباد کراچی
0300-8881856 - 0300-3738564 - 0333-4076188

سنا کرتے ہیں رعد اور برق دونوں دم بخود ہو کر
پڑھا جاتا ہے جب کڑ کا معین الدین چشتیؒ کا

سلطان الہند

(سوانح حیات حضور خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ
و دیگر مشائخ چشت)

تصنیفِ لطیف:
صاحبزادہ فقیر سید فہیم کاظمی الچشتی

ناشر تہذیب انٹرنیشنل پبلیکیشنز
بہاولپور، لاہور، اسلام آباد، کراچی
0300-8881856 - 0300-3738564 - 0333-4076188

نام کتاب ________ سلطان الہند
مصنف ________ سید احمد فہیم کاظمی المعروف فہیم رضا کاظمی الچشتی
ادبی نام ________ فہیم کاظمی
کمپوزنگ ________ فضل عباس مغل، محمد یونس عطاری
ٹائٹل ________ ایم عرفان
باراول ________ اپریل 2013ء
باردوم ________ اکتوبر 2014ء
تعداد ________ 1000
صفحات ________ 224
قیمت ________ 300
پیشکش ________ فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان 03003738564

A book of History...........Sultan Ul Hind.
Written By .... Syed Faheem Raza Kazmi
Published.......................2nd Eddition in Oct 2014
Contact in Pakistan......Faheem Kazmi. 0300-3738564
Contact in Germany.....Shafiq Murad 0049-692-0791238
Contact in Uk...............Muzaffar Ahmad Muzaffar 0044-741-1068061
Price : Dollar 10 : Pond 10
Under the organisation of :-

Sharif Academy Germany

انتساب اول

پیر کامل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

انتساب دوم

پردادا سید چراغ علی شاہ المعروف سوہترے شاہؒ
دادا سید سردار علی شاہؒ ، سید نواز علی شاہؒ
والد بزرگوار سید محمد ایوب علی شاہ چشتی الکاظمی

انتساب سوم

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت
دیوان سید آل حبیب علی چشتی الکاظمی مدظلہ العالی
سجادہ نشین درگاہ معلی حضرت خواجہ خواجگان غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ
سے منسوب کرتا ہوں ۔

لائقِ حمد و ثنا ء ذات ِ خداوند کریم
خالقِ ارض و سماء رازق و رحمٰن و رحیم
منعم و رب علاقادر و قدوس وقدیم
مالک ِ روز جزاء عادل و اعلیٰ و عظیم
نور کی اس کے ہر اک سمت فراوانی ہے
ذات ہے اس کی احد واحد و لاثانی ہے

مطلع ء فکر ہے احمد ؐ کی ضیاء سے روشن
شیشہء قلب ہے حیدرؑ کی جلاء سے روشن
دیدہ ء چشم ہے زہرا ؑ کی دعا سے روشن
چشمہ ء روح ہے پنجتن کی ثناء سے روشن
ذکر اولاد علی ؑ سے جو زباں روشن ہے
" جودت فکر سے اندا ز بیاں روشن ہے "

معین الدین ؒ نے مجھ کو بھی آگہی بخشی
کمال لطف سے ذرے کو روشنی بخشی
سکون قلب دیا روح کو خوشی بخشی
کلام کو میرے پھولوں کی تازگی بخشی
زباں کے تار نے لعل و گہر پروتا ہوں
ولا کے ہار میں شمس و قمر پروتا ہوں

فہرست

دیباچہ (اشاعت دوم)

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اقدس کے ہر پہلو کو فقیر نے ظلمات دہر میں نور کی روشنی محسوس کیا اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ خواجہ غریب نوازؒ نے کفرستان ہند میں دین حقہ کی نورانی کرنوں کے اُجالے پھیلائے اور نور حق کی ضیاؤں سے تاریک گوشوں کو بھی منور کیا "سلطان الہند" میں فقیر (مصنف) نے سرکار غریب نواز کی حیات مقدسہ کے تمام قابل تقلید پہلوؤں کو سمونے کی کوشش کی ہے۔ نئی نسل اسلام اور اولیا ءعظام کی خدمات اور تعلیمات سے نابلد ہے سلطان الہند کی تدوین کا اہم مقصد بھی یہی ہے کہ نئی نسل اسلام "آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اور اولیا عظام کی خدمات اور تعلیمات سے روشناس ہو فقیر نے اس کے تحقیقی پہلو کو صرف تحقیق وتدقیق کی حد تک دیکھا ہے اور اس تحقیق پر مزید تحقیق کی ضرورت اس لئے محسوس نہیں کی کہ سرکار غریب نوازؒ کی زندگی محض سن پیدائش، مقام ولادت یا اس نوع کے دوسرے گوشوں کے باعث متنازعہ ہو کر نہ رہ جائے کیونکہ انتہا پسند محققین کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ وہ بزرگان دین کے حالات زندگی مرتب کرتے وقت مورخین کی غلطیوں کو اس انداز سے منظر عام پر لاتے ہیں کہ قاری کسی نتیجے پر پہنچنے کی بجائے تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ نئی نسل کے اسلام اور بزرگان دین کی تعلیمات سے برگزشتہ ہونے کی اہم وجہ جہاں انٹرنیٹ ہے وہاں تحقیقی وعلمی انداز فکر اور عام فہم زبان کا فقدان بھی ہے۔ فقیر نے "سلطان الہند" میں عام فہم اور سادہ زبان میں سرکار غریب نواز کی حیات مقدسہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے خصوصاً شجرہ نسب کے حوالے سے... "سلطان الہند" کے آخری صفحات پر فقیر نے مصادر لکھ دیے ہیں۔ سرکار حضرت خواجہ غریب نوازؒ پر اب تک ہزاروں کتابیں

لکھی گئی ہیں فقیر نے کتاب کے ماخذات میں جن کتابوں کے نام لکھے ہیں ان کے سن وار ترتیب کا خیال قصداً نہیں رکھا ان کتابوں کے نام اس اعتبار سے لکھے ہیں کہ قدیم اور جدید تذکرے الگ رہیں اور سرکار خواجہ غریب نوازؒ کی سوانح حیات پر لکھی گئی کتابیں الگ، جن کتابوں میں سرکار غریب نوازؒ کی زندگی اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں کہیں کہیں حوالے موجود ہیں ان کا ذکر بھی الگ کیا ہے اور اس بے ترتیبی کا مقصد یہ ہے کہ "سلطان الہند" سرکار غریب نوازؒ کی زندگی کے کسی خاص موضوع کا مطالعہ کرنے والوں کو آسانی رہے...

"سلطان الہند" کے پہلے ایڈیشن کو قارئین کی جانب سے بھرپور پذیرائی ملی جس کے پیش نظر اب دوسرے ایڈیشن میں تصوف کے حوالے سے نئے باب کا اضافہ کر رہا ہوں علاوہ ازیں آپ کے ارشادات عالیہ اور آپ کے مکتوبات شامل ہیں، نئے ایڈیشن میں پروف ریڈنگ کی خامیوں کو درست کرنے کی کوشش کی ہے شب وروز کی انتھک محنت اور سرکار غریب نوازؒ کی نظر کرم سے چند روز میں ہی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھوں تقسیم ہو گیا اور شدت سے دوسرے ایڈیشن کی کمی محسوس کی جانے لگی انتہائی قلیل مدت میں سیکنڈ ایڈیشن آپ کی بھرپور محبت اور نوازش ناموں کی بدولت حاضر ہے۔ محترمہ ایم زیڈ کنول، جناب شفیق مراد، جناب اکبر بخاری اور محترم سید اعجاز کاظمی ودیگر احباب سخن کی محبتوں کا مقروض ہوں جن کی حوصلہ افزائی اور مشاورت مشعل راہ رہی۔

فقیر درگاہ معلی

حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز

سید معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

فقیر سید فہیم کاظمی چشتی عفی عنہ

یکم اکتوبر 2014ء

پیش لفظ

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وسلم

آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ است

سرِ حق را بیاں معین الدینؒ
بے نشاں را نشاں معین الدینؒ

ہمارے جدی و مولائی خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بحکم سید الانبیاء حضور پُرنور جناب نبی اکرم شفیع اُمم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، کفرستان ہند کو اپنے بابرکت قدموں سے نوازا اور سرکارِ ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خواجہؒ کو برصغیر پاک و ہند کی باطنی حکومت کی سلطانی کا سہرا زیب سر فرما کر روانہ فرمایا تھا ۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ کے ورودِ مسعود کے وقت سے برصغیر پاک و ہند حضرت چشتیہ بہشتیہ ہی کی ولایت ہے اور آئندہ بھی یہاں ان ہی کی حکومت رہے گی اور یہاں کے تمام باطنی نظام کے مختارِ کُل حضرت خواجہ سید معین الدین چشتیؒ ہیں اور رہیں گے (انشاءاللہ تعالیٰ) اکابر اولیاءاللہ میں سے جس ہستی کے تذکار، جس نائب رسول فی الہند کے روحانی فیض اور جس مبلغ اسلام کا اُسوہٴ حسنہ ہماری دینی و دنیاوی فلاح اور ظاہری اور باطنی اصلاح کا ذریعہ ہوسکتا ہے، وہ ذاتِ گرامی ہے حضرت خواجہ بزرگ اجمیری قدس سرہ کی ۔ انہوں نے حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

کے بعد مگر نہایت وسعت و ہمہ گیری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی ۔ جس کی مثال اولیاءاللہ کی تاریخ میں نہیں مل سکتی ۔ حضرت خواجہ بزرگ ہی کی تبلیغ کا اثر ہے کہ آج پاکستان اور ہندوستان میں کروڑہا مسلمان لا الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورد کر رہے ہیں ۔ گویا ان ہی کے فیضانِ نظر کے بدولت یہاں کفر کفر اور اسلام اسلام کا نظریہ نہیں بلکہ عقیدہ عملی صورت میں نظر آیا اور "ملت از وطن است" کا غیر اسلامی نظریہ خاک میں مل گیا ۔

سرکار غریب نوازؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں آنے کے بعد ان ہی کے حکم سے اجمیر شریف تشریف لائے ۔ اس وقت برصغیر کے گوشے گوشے میں کفر و ضلالت کی تیرگی پھیلی ہوئی تھی ۔ آپ نے باطل کے پندار کا طلسم توڑا، جہلا کے بتوں کو پاش پاش کیا حتیٰ کہ آپ کے بابرکت قدموں سے یہاں وہاں، جہاں تہاں روشنی ہی روشنی پھیل گئی ۔ معین الدین لقب پایا ۔ ولی ہند کہلائے ۔ حبیب اللہ کا خطاب ملا ۔

آپ خواجہ بزرگ سلطان الہند پر بندۂ ناچیز کی کاوش سے قبل کئی کتب تصانیف کی گئیں اور ہر کسی نے حالات و واقعات کو اپنے اپنے انداز میں پیش کیا اور نسب نامے کے حوالے سے بھی حضرت خواجہ بزرگ کے نسب میں اختلاف دیکھنے کو ملا ۔ افسوس صد افسوس کہ کچھ مقام پر آپ کی اولاد کا بطلان کیا گیا ۔

اکبر بادشاہ کا اہم رتن ابوالفضل مجاوران (خدام) کا قریبی رشتہ دار تھا، جس نے خداموں کو جاگیروں سے نوازا اور دربار عالیہ پر تخت نشین کیا ۔ خواجہ بزرگ کی اولاد کو سجادہ نشینی سے محروم اور اجمیر سے بدر کیا اور ان پر ظلم و ستم ڈھایا ۔ حتیٰ کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور کئی بزرگوں کو جیل میں ڈالا گیا ۔ مجاوران (خدام) عہد اکبری سے لیکر آج تک خواجہ غریب نواز کی اولاد کا بطلان کرتے آئے ہیں ۔

لمحہ فکریہ ہے کہ ان خداموں کے آقا اکبر بادشاہ کو اولاد جیسی نعمت سے نوازنے اور لاکھوں کروڑوں عقیدت مندوں کو فیض یاب کرنے والی ہستی کی اولاد بے ثمر کیسے ہو سکتی ہے ۔

آپ کے نام نشان کو مٹانے کی ناکام کوشش کے باوجود آج بھی حضرت خواجہ بزرگؒ

کے نسب سے برصغیر میں ہزاروں چراغ روشن ہیں اور نسب نامے کے حوالے سے بھی زندہ اور پختہ ثبوت رکھتے ہیں، دراصل بنو امیہ، بنو عباس کے دور سے لیکر اور پھر اکبر بادشاہ کی حکومت سے آج تک مذموم عزائم کے حامل عناصر سادات کو منتشر کرنے اور خود برسر اقتدار رہنے کی پالیسی پر کاربند رہے ہیں۔ بیشمار شہادتوں، قید و بند اور ہجرتوں کے باوجود آج تک آل نبیؐ اولاد علی کا نام و نشان ختم کرنے کی نا کام کوششیں جاری ہیں۔ انہیں حالات کے پیش نظر گمنامی کی زندگی بسر کرنے دربدری کے باعث ماہرین انساب کے نسب ناموں میں آج بھی کافی پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت خواجہ غریب نواز کے وارث آج بھی در بدر ہیں اور دربار عالیہ پر خدام قابض ہیں اور مالک و مختار بنے ہوئے ہیں۔ آخر میں فقیر (مولف) کا اولین فریضہ ہے کہ اس کتاب ''سلطان الہند'' کو طباعت و اشاعت کی منزلوں تک جن بزرگوں اور احباب نے فقیر (مولف) سے مشفقانہ تعاون کیا اور حوصلہ افزائی فرمائی ان کا شکریہ ادا کرے۔

ان میں قابل صد احترام جناب کرنل (ر) سید مقبول حسین کاظمی حرف اکیڈمی راولپنڈی، پیر عبداللہ غلام مجدد سرہندی سجادہ نشین درگاہ ٹمیاری شریف سندھ، سید اعجاز حسین کاظمی اوچشریف، جناب سید اکبر بخاری شجاع آباد، محترمہ ایم زیڈ کنول لاہور، محترمہ حجاب عباسی کراچی، سید ابن عظیم فاطمی کراچی، پروفیسر ڈاکٹر سید آل اظہر انس راولپنڈی،

میجر احمد نواز، میجر سید اسد کاظمی، اولاد میر قاضی علی بخاری سید وسیم شاہ بخاری مظفر آباد آزاد کشمیر، سید محسن کاظمی سید انوالا جہلم، پیارے بھائی فضل عباس مغل اور احمد ملک نے اس کتاب کیلئے مفید مشوروں سے نوازا، ان تمام احباب کا دلی شکر گزار ہوں اور محترم بھائی خالد علی (شمع بک ایجنسی کراچی) کا بے حد ممنون ہوں کہ جن کی بدولت یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

''سلطان الہند'' سرکار غریب نواز پر فقیر کی کاوش کس حد تک کامیاب ہوئی اس کا فیصلہ سرکار غریب نوازؒ کے شیدائیوں پر ہے جو قاری ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیقی نظر بھی رکھتے ہیں۔

فقیر (مولف) کیلئے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

اللہ پاک امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متحد فرمائے اور پاکستان کو سلامت رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اولاد خواجہ غریب نوازؒ

(فقیر سید فہیم چشتی الکاظمی عفی عنہ) سلسلہ چشتیہ

0092-3003738564 - 3334076188 - 03008881856

syedfaheemkazmi@gmail.com,

shah.e.ajmair@gmail.com

اپریل 2013ء

اللہ اکبر

این جرس از کاروانِ دیگر ست

ترحل عن مقام الزهد قلبي
فانت الحق وحدت في شهودي
الزهد في سواك وليس شيء
اراه سواك يا سر الوجود

میرا دل مقام زہد سے کوچ کر گیا ہے۔ میرے شہود میں فقط تو ہی ہے تیرے بغیر کس چیز میں زہد اختیار کیا جائے حالانکہ اے سر وجود تیرے بغیر کوئی چیز نظر نہیں آتی:

تاریخ کے اوراق میں ہند اور سندھ کا تعلق کچھ بھی ہو۔ مگر ملک سندھ اور ہند کی تہذیبی ثقافتی ہم آہنگی اور مماثلت کے زیر اثر وہ تمام قومیں ہیں چہ جائیکہ وہ یہاں کی مقامی ہوں یا پھر ہجرت کر کے سکونت پذیر ہوئیں ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ہند اور سندھ کے صوفیاء کرام نے بھی مقامی اثر کو اپنی فکر و خیال میں ڈھال کر اسلام کی اصل روح کو عام کرنے کی کوشش کی اور مختلف مکتبہ فکر و مذہب کے پیرو کاروں نے ان کی انسانی بلند خیالی کو اپناتے ہوئے اسلام کو روشن خیال مذہب سمجھا اور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کے مثبت کردار سے امام الانبیاء والمسلمین حضرت سیدنا رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم خلق کے لئے نجات دہندہ جانا صوفیاءِ کرام کی بنیادی ترجیح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پاک کے مطابق رہی ہے کہ آدمی کے لئے یہ شر کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے!!

عبارا تھم شتی وحسنک واحد؛
وکل الی ذاک الجمال یشیر،

اِس کی عبارتیں مختلف ہیں اور تمہارا حسن سرمدی یکتا ہے اور ان میں سے ہر ایک اس

کے جہان کو جمال دینے والے کی طرف اشارہ کر رہا ہے،

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہ چشتیہ سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بارھویں مرشد ہیں۔

اس لحاظ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بذات خود گاہے بگاہے حضرت سلطان الہند رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دیتے رہتے تھے،

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ محمد حاشم کشمی سے روایت ہے، کہ دین اکبری کے خلاف جہاد کے پاداش میں جہانگیر بادشاہ کے حکم پر عائد ممانعت و پابندی کے دوران آپ کی حاضری مزار پر انوار حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر ہوئی، تو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ دیر تک وہاں مراقب رہے، اُس مراقبے میں حضرت خواجہ رحمۃ علیہ نے فرمایا کہ! اس لشکر سے نجات کی کوشش نہیں کریں، اور خود کو خدا کی رضا پر چھوڑ دیں، یہی وجہ ہے کہ مجدد الف ثانی رحمتہ علیہ کے پیروکاران کی اولاد و احفاد خصوصی کی نیت کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوتے رہتے ہیں، خود میرے قبلتی مرشدی و والدی محبّ المساکین شاہ غلام رسول سرہندی نے جہاں دہلی میں مرشد حق خواجہ باقی باللہ رحمتہ علیہ کے مزار یا پھر مجدد الف ثانی رحمتہ علیہ کے مزار یا قیوم جہاں شاہ صفی اللہ رحمتہ علیہ کے خلیفہ مخدوم محمد ابراہیم مانڈوی (کچھ بجھ) کے مزار یا پھر خواجہ فضل معصوم رحمتہ علیہ (پالن پور گجرات انڈیا) کے مزارات پر چلے کاٹے وہاں اجمیر شریف جا کر حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے مزار پر بھی چلہ کاٹا۔

احمدا تا گم نہ کردی ہوش دار
این جرس ازا کاروان دیگر ست

میرے دوست سیادت مآب جناب ڈاکٹر سید فہیم کاظمی دامت فیوضھم نے اپنی نسبت کے زیر اثر یہ دقیق کتاب تالیف کر کے اپنی نجات کی راہ تو ضرور ہموار کی مگر تمام صوفیاء کرام کے چاہنے والوں پر احسان عظیم کیا ہے، اور اس افراتفری کے دور میں سلاسل کی بڑھتی دوریوں کو قریب لانے کی کوشش کی ہے، اور اپنے روشن خیالی سے یہ ثابت کیا ہے، کہ تمام

صوفیان کرام اللہ کی مخلوق سے محبت کرنے والے ہیں، وہ جانتے ہیں، ونحن اقرب من حبل الورید، بیشک اللہ پاک سب سے قریب ہے،

دل بدست آور د کہ حج اکبرست
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

اللہ جلہ شانہ بطفیل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصوفیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین محترم فہیم شاہ صاحب کی یہ کوشش قبول اور دین ودنیا کی بھلائی عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

زاویہ نشین
احقر العباد (عبداللہ) غلام مجدد
فاروقی مجددی معصومی پیر سرہندی
سجادہ نشین درگاہ پیر سرہندی مجددی غیاری
وسجادہ نشین درگاہ حضرت فضل معصوم مجددی سرہندی
پالن پور گجرات (انڈیا)

Email:pirghulammujaddidsarhandi@yahoo.com

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

گر دشت جنون من جبرائیل زبوں صید
یزداں با کمند آور اے ہمت مردانہ

(علامہ اقبال)

راہ سلوک کی پہلی اور آخری منزل عرفان ووصال ذات الٰہی ہے باقی اس راہ میں جو بھی کچھ ہے رکاوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔حجاب ہے یہ دنیا یہاں کا سب کچھ مال ومتاع والدین، اولاد، حج، جہاد، زکوۃ، نماز، روزہ، عبادات، خیرات، صدقات، سخاوت، مراقبہ، مرتبہ، مقام، فقر وغناء، شریعت، طریقت، تصوف، حقیقت سب کچھ حجاب ہے۔جن میں گم ہوکر سالک ذات الٰہی سے غافل ہوجانے کے خطرے کا شکار ہوسکتا ہے۔

وہ مردان راہ سلوک جن کے پیش نظر دائم وصال الٰہی رہتا ہے، کسی بھی حالت، کسی بھی لمحے میں اللہ تبارک وتعالٰی کی ذات سے غافل نہیں رہتے "جودم غافل سودم کافر" یہ ایک ایسی راہ ہے جس کی منزل ہر وقت موجود، حاصل اور پاس ہوتی ہے مگر یہ توجہ التفات، جانثاری اور خود فراموشی ان کو حاصل ہوتی ہے جو ذات الٰہی میں خود فناء ہوکر لافانی ہوجاتے ہیں۔

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(علامہ اقبالؒ)

ایسے مردان حق چشم عالم کی حد نگاہ میں خال خال ہی گزرتے ہیں ان راہبران شریعت وتصوف میں خواجہ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی اجمیریؒ "سلطان الہند" بہت اعلیٰ اور بلند مرتبہ پر فائز ہیں حالانکہ من آنم ومن دانم کی مصداق نام اُن اقدار ومعیار سے واقف ہونے کا چنداں دعوے دار ہوں جو مخلوق کو خالق کے وصال کے اہل بناتے ہیں

، سلطان الہند سید اجمیر خواجہ سید معین الدین چشتیؒ کفرستان ہند میں پیغام حق کی ترویج و تبلیغ واشاعت پہنچانے کیلئے سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ہدایت ورہنمائی میں اس مقام ذلالت میں مصروف حرکت وعمل رہے آپ ہندوستان کے اولیاء کرام سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں جو سلوک وطریقت کے سلاسل میں اہم ترین ہے آپ ہم عصر حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ ہیں، آپ چالیس روز تک اُن کے حجرہ مبارک میں ان کے ہمراہ مقیم رہے اور اسرار تصوف راہ سلوک کی کٹھنائیوں اور اسباب علل کے رموز و آگہی کے سلسلہ میں ہم کلام و ہم قدم رہے اسی طرح برصغیر پاک وہند میں تشریف لانے پر سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ کے مزار پر مراقبہ واسرار کی نئی منازل طے کیں بلآخر

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

خواجہ سید معین الدین چشتیؒ اولیاء کرام میں ہند کے سرخیل اور ان کا خانوادہ آج تک مرجع خلائق چلا آرہا ہے آپ نے ہندوستان میں رشد وہدایت کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ آنے والے زمانوں میں ماہتاب وآفتاب بن کر چمک رہا ہے اور تا قیامت چمکتا رہے گا۔ سید فہیم الحسینی الکاظمی الچشتی جو کہ خانوادہ حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی کے روشن چشم و چراغ ہیں نے پوری علمی، فکری، تحقیقاتی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے اپنے جد امجد سے نسبت کا حق ادا کیا ہے ان چیرہ دستیوں سے اس کتاب ''سلطان الہند'' میں پردہ اٹھایا ہے جو مجاوران مزار حضرت خواجہ بزرگؒ نے اولاد حضرت خواجہ سید معین الدین چشتیؒ کے حوالے سے روا رکھی ہوئی ہیں وہ بود کونابود کرنے کا عزم سموم رکھتے ہیں۔ عظیم مقاصد کی نسبت سے انسان عظمت کی اعلیٰ منازل سے روشناس ہو جاتا ہے۔ محنت شاقہ کی عادت ونسبت میسر آجائے تو انسان کامیابی کی کہکشاں چھو لیتا ہے، اسی طرح نسبت صالح کی برکت سے انسان چشم زدن میں بزرگی کے اعلیٰ ترین مراتب طے کر جاتا ہے۔ نوجوان سید فہیم کاظمی وہ خوش قسمت ہے جس کی تقدیر میں عظمت کامیابی اور بزرگی تینوں مقامات کی بلندی لکھی ہے ان کی تحریر شستہ انداز دل کش ودل پذیر مضمون کا بیان

روشن، سادہ اور براہ راست دل میں اتر جانے والا ہے۔ امید ہے کہ یہ مقدمہءِ سلطان الہند عوام الناس اور بالخصوص علمی، ادبی، دینی اور صوفیانہ حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل کرے گا۔

فقیر سید محمد اکبر بخاری الوری عفی عنہ

اولاد حضرت سید غوث علی شاہؒ المعروف حضرت سید بدیع الدین شاہ مدارؒ

(مکن پور شریف ریاست الور انڈیا) حال مقیم شجاع آباد

☆.....☆.....☆

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نوازؒ

سید فہیم کاظمی کسی تعارف کے محتاج نہیں...... شعر و ادب سے ان کا دیرینہ اور بڑا مضبوط رشتہ استوار ہے۔ شعر و شاعری ہو یا ادبِ عالیہ...... بغیر مطالعے اور مکمل دلجمعی کے اخذ و استفادہ ممکن نہیں ہوتا...... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاعر محض خیال آرائی اور تک بندی کے زور پر نام ور ہوتے آئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ شعراء کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو ان سطحی الزامات کی زد میں بالکل نہیں آسکتی...... ایسے ہی شعراء میں سید فہیم کاظمی بھی شامل ہیں...... انہوں نے شعر و ادب میں نہ صرف دلجمعی سے اپنا ہنر آزمایا ہے بلکہ ان کی ہنر وری کے اور بھی کئی پہلو ہیں...... جن میں سے نمایاں ترین پہلو ان کی اولیائے کرام سے نیاز مندانہ وابستگی ہے...... انہوں نے اپنے جد امجد حضرت "سلطان الہند" سے اپنی نسبت اور اسی عقیدت و وابستگی کے اظہار کے طور پر ایک خوبصورت کتاب تخلیق کی ہے جس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز کی حیات اور تعلیمات کا تذکرہ انتہائی محبت اور عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں اسلام پھیلانے والی شخصیات میں سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ علیہ کا نام سرِ فہرست ہے۔ ان کے قدموں کی برکت سے برِ صغیر میں شجرِ اسلام کی آبیاری ہوئی۔ آپ کو دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطب المشائخ کا لقب ملا۔ جس ہستی کو آقائے دو جہاں نے اپنی نظرِ کرم سے نوازا ہو ان کی جلالت و عظمت اور رفعتِ شان کا کیا ٹھکانہ۔ آپ کے القاب میں سے چند مشہور القاب محبوبِ خدا، حجت الاولیاء، قطب الاقطاب، غریب نواز، شمس الفقراء اور بہت سے ایسے ہی متعدد القاب ہیں۔ آپ نجیب الطرفین سیّد تھے۔ والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ امام حسین علیہ السلام کی جانب سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور والدہ کی طرف سے امام حسن علیہ السلام سے ہوتا ہوا حضرت علی علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۵۳۷ ہجری میں ہوئی۔ ایک شعر میں آپ کی تاریخِ ولادت کچھ اس طرح منظوم ہے:

"سیدِ عالم معین الدینؒ ولی — مقتدائے دیں شہ ہندوستاں
سالِ تولیدش بگو بدر المنیر — باز سرورِ عارف صوفی بخواں"

۵۳۷ھ — ۵۳۷ھ

بدر المنیر اور عارف و صوفی، ہر ایک کے اعداد ۵۳۷ ہوتے ہیں۔

آپ کی والدہ فرماتی تھیں کہ جب حضرت معین الدین چشتی کو باری تعالیٰ نے روح بخشی تو ہر شب ان کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان کے شکم مبارک میں کلمہ طیبہ کا ورد ہوتا ہے۔ بچپن کا زمانہ والدین کے زیرِ سایہ گزرا۔ حضرت ابراہیم قندوزی ایک مردِ کامل تھے وہ خواجہ معین الدین چشتی کے باغ میں تشریف لائے اور ان کی گرم جوشی اور استقبال کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ اپنی زنبیل سے انہوں نے کھلہ کا ٹکڑا نکالا اپنے دانتوں سے چبایا اور ان کو کھانے کو دیا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کی رگ رگ میں عشقِ الٰہی کا دریا موجزن ہو گیا۔ آپ نے مولانا شرف الدینؒ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ آپ کے مرشد گزرے جن کی شہرتِ ذات ایک عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ روایت ہے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ اپنے مرشد کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے۔ بارگاہِ رسالت میں آپ نے سلام عرض کیا "الصلوٰۃ والسلام علیکم یا سیّد المرسلین و خاتم النبیین" روضۂ اقدس سے آواز آئی "وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ العینی سراج کل امتی یا قطب المشائخ بر و بحر"...... خواب میں یہیں پر انہیں "سلطان الہند" کا خطاب عطا ہوا۔ یہیں ان کے مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا کیا اور اپنا خرقہ، نعلین چوبی اور عصا مرحمت فرمایا۔ ہندوستان میں آپ کے قدم میمنت لزوم چومنے کا شرف ۵۸۷ ہجری میں حاصل ہوا۔ قیامِ لاہور کے دوران خواجہ غریب نواز حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ کے مزارِ انوار پر حاضر ہوئے۔ آپ وہاں ایک حجرے میں معتکف ہوئے۔ مزار سے رخصت ہوتے وقت آپ نے یہ شعر پڑھا:

"گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا   ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما"

آپ کے ہمعصر شاہانِ ہند قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش گزرے ہیں۔ خواجہ غریب نواز کا وصال ۶ رجب المرجب ۶۳۳ ہجری میں آخرِ شب ہوا۔ آپ نے ۹۷

یا ۱۰۶ سال کی عمر پائی۔ مزارِ انوار اجمیر شریف میں ہے۔ خواجہ غریب نواز نے دو شادیاں کی۔ ان کی ایک بیوی کا نام سیدہ عصمت اللہ بی بی اور دوسری کا نام بی بی امتہ اللہ تھا۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند اور ایک صاحب زادی عطا کی۔ تینوں فرزند عصمت اللہ بی بی کے بطن سے تھے اور صاحب زادی بی بی امتہ اللہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کے فرزندوں کے اسمائے گرامی سید فخر الدین ابوالخیرؒ، سید ضیاء الدین ابو سعیدؒ اور سید حسام الدین ابو صالحؒ ہیں اور صاحب زادی کا نام بی بی حافظہ جمالؒ ہے۔ سید فخر الدین غیر مسلموں کے خلاف ایک جنگ میں شہید ہوئے۔ آپ کا مزار سرواڑ شریف (ریاست کشن گڑھ) میں ہے۔ سید ضیاء الدین کا مزار احاطۂ درگاہ غریب نوازؒ میں لبِ جھالرہ واقع ہے۔ ان کے ساتھ ہی سید حسام الدین کا بھی مزار واقع ہے۔ بی بی حافظہ جمالؒ وصال کے بعد خواجہ غریب نواز کے پائیں دفن ہوئیں۔ ان کے دو صاحب زادے سید احمد اور سید وحید تھے اور شوہر کا نام سید رضی الدین تھا۔

خواجہ معین الدین چشتی سرزمین ہند پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ولی تھے جن کے دم سے برصغیر میں اسلام کی شمع روشن ہوئی۔ ان کا نام رہتی دنیا تک قائم رہے گا

ہے پائی نام سے تیرے بہت مقبولؔ نے عزت
کرم فرمائی ہے تیری معین الدین اجمیریؒ

میری دعا ہے کہ سید فہیم کاظمی اپنی جولانیٔ قلم سے ایسی بہت سی کتب تخلیق کرتے رہیں تا کہ ان اعلیٰ و بزرگ ہستیوں کے فیضِ عام کے وہ تمام منور گوشے عام لوگوں پر منکشف ہوتے ہیں کہ جن سے محبت اور یگانگت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔

کرنل (ر) سید مقبول حسین کاظمی (ستارۂ امتیاز)
چیئرمین حرف اکیڈمی راولپنڈی

☆......☆......☆

افتتاحی کلمات

مصنف سیّد فہیم کاظمی (اولادِ سید معین الدین چشتی) سے عرصہ دراز سے تعلق ہے۔ موصوف ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی ہے۔ تصوف وجد شاعرانہ کی آئینی شکل اور شاعری ذوق صوفیاء کی ایک والہانہ صورت ہے۔ صوفی ذوق شعر سے اور شاعر تصوف سے فطری لگاؤ رکھتا ہے۔

آپ کے تصوفانہ کلام میں سے خواجہ بزرگ کے حوالے سے چند اشعار نذر قارئین ہیں۔

معین الدین ؒ نے مجھ کو بھی آگہی بخشی
کمال لطف سے ذرے کو روشنی بخشی
سکون قلب دیا روح کو خوشی بخشی
کلام کو میرے پھولوں کی تازگی بخشی
زباں کے تار میں لعل و گہر پروتا ہوں
ولا کے ہار میں شمس و قمر پروتا ہوں

☆☆☆☆☆

قصر فردوس بریں شاہ کی شاہی سے ملا
جو ملا مجھ کو وہ اجمیر کے ماہی سے ملا

تصوف اور شاعر میں ان کے باہمی اشتراکِ وجدانیت کے سبب منقطع نہ ہونے والا ایک بنیادی رابطہ نظر آتا ہے۔ حضرت سیّد حسن چشتی سنجری کاظمی المعروف حضرت سید خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری کو سلطان الہند اور ولی الہند بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی تصوف میں برصغیر میں آپ کا نمایاں مقام ہے۔ اسلامی تصوف کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح جسم کی بقاء و سلامتی کیلئے مادی ضروریات کا حصول ضروری ہے۔ اسی طرح روح

بھی ایک مخصوص خوراک اور ماحول کا تقاضا کرتی ہے۔انسان کیلئے اس دنیا میں دونوں اقسام کی ضروریات کی تکمیل کا قدرتی نظام موجود ہے۔مذہب اگر معاشرتی اقدار کا محرک ہو تو انسان کو روحانی غذا ملتی رہتی ہے لیکن اگر مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے اور پورا معاشرہ مادیت کے طوفان کی بھینٹ چڑھ جائے تو روحانیت دبتی چلی جاتی ہے۔جس کے نتیجے میں خیر و شر، نیکی اور بدی کے سارے فرق ختم ہو جاتے ہیں۔یہی وہ حالات ہیں جن کے پیش نظر آج مذہبی اور روحانی طبقوں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس پہلے سے بڑھ کر کرنا ضروری ہو گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا روحانی نظام موجودہ سائنس کی طرح انسان کو روحانی مشاہدات تک پہنچا کر اسے عین الیقین اور حق العین کے درجے پر فائز کر سکتا ہے۔

آج جامد خانقاہیت، ظواہر پرستی اور نفس پرستی پر مبنی پیری مریدی نے اسلام کی روح کو جتنا نقصان پہنچایا ہے اس کا ازالہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عملی تصوف کو روحانی تربیت کے ذریعے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے متعارف کرایا جائے۔تا کہ اس دورِ زوال میں امتِ مسلمہ کو پھر سے خواجہ غریب نوازؒ، مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، سیّد جلال قطب کمالؒ، علی ہجویریؒ، امام بریؒ اور شہباز قلندرؒ جیسے مردان حق میسر آ سکیں۔

دُعا گو

مخدوم سیّد نفیس الحسن نقوی البخاری
جانشین سلسلہ سہروردیہ
چیئرمین صوفی ازم کونسل پاکستان
چیئرمین اوچ شریف ٹرسٹ

"سلطان الہند" پر ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی
اردو اکیڈمی دہلی (انڈیا) کے منظوم تاثرات

سید فہیم رضا کی ہے تالیف جو یہ "سلطان الہند"۔
ہے یہ مشائخ کی سیرت پہ اک ایمان افروز کتاب
خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے اس میں احوال
کھولتے ہیں اسرار تصوف اور حکمت کے باب
ہے یہ اہل طریقت کے احوال پہ معیاری تحقیق
کرتی ہے بیدار یہ ان کو جو ہیں محو خواب
ذکر مشائخ پہ مبنی ہے یہ دلکش تالیف
کرتی ہے روشن جو سب پہ کیا ہیں تصوف کے اداب
جیسے فہیم رضا نے کیئے ہیں قلمبند احوال
ایسے تذکرے اردو میں ہوتے ہیں اب کمیاب
صرف تذکروں تک ہی نہیں محدود ہے اس کی نقد نظر
ہیں تاریخ تصوف کے مظہر اس کے ابواب
ہے اغراق و غلو سے عاری یہ طرز تحریر
ہیں شائستہ اہل نظر کے القاب و آداب
اخلاقی قدریں ہوتی جاتی ہیں رو بہ زوال
وقت کی ہے اک اہم ضرورت ہوں یہ جزو نصاب
یہ ہے شریعت اور طریقت پر جامع تصنیف
ہے یہ ایسی کتاب نہیں ہے جس میں ذکر چنگ و رباب
ہے یہ عقیدت کا نذرانہ برقیؔ ان لوگوں کیلئے
نخل تصوف خون جگر سے ہے جن کے شاداب

سلطان الہند

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی ترویج اور عروج میں ولیوں اور بزرگان دین کا بہت عمل دخل رہا ہے۔اس خطے میں اسلام کی روشنی اولیاء کرام ہی نے پھیلائی اور انہی کے دم قدم سے اسلام کو برصغیر میں سربلندی عطا ہوئی۔خواجہ معین الدین چشتی ہی ایسے ہی ولی کامل تھے جن کی تعلیمات سے لاکھوں غیر مسلموں نے اسلام میں پناہ لی اور ان کا مزار شریف مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔خواجہ معین الدین چشتی کی حیات طیبہ کو عام لوگوں تک پہنچانے کیلئے انہی کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے سید فہیم رضا چشتی الکاظمی نے یہ کتاب لکھ کر اپنے جد امجد کو خراج تحسین پیش کیا۔فہیم کاظمی اس کتاب کے مصنف ہونے کے علاوہ ایک شاعر بھی ہیں۔خواجہ معین الدین چشتی کی شان اقدس میں کلام لکھنے کے علاوہ اہل بیت سے خصوصی محبت اور رحمۃ للعالمین سے عشق کی بناء پر ان کے حضور بے پناہ مداح سرائی کر چکی ہے۔اس کتاب" سلطان الہند" میں بھی ان کی عقیدت اور محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔انہوں نے مستند کتابوں سے حوالہ جات لیکر خواجہ غریب نوازؒ کی حیات مبارکہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے ان کی ولادت سے وصال تک کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر الگ الگ باب میں روشنی ڈالی ہے۔جیسا کہ سرکار غریب نوازؒ کا شجرہ نسب، مرشد کی تلاش، سفر ہندوستان، کرامات غریب نوازؒ، اجمیر شریف میں آمد، ارشادات عالیہ اور آپ کے مکتوبات وغیرہ کے ابواب سے خواجہ معین الدین چشتیؒ المعروف خواجہ غریب نوازؒ کی ہر پہلو سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔فہیم کاظمی نے خواجہ غریب نوازؒ کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ اس دور کے حالات اور مختصر تاریخ بھی بیان کی ہے اور بعض ایسی باتوں اور واقعات کی تردید بھی کی ہے جو خواجہ غریب نوازؒ کے حوالے سے مشہور ہیں جیسا کہ یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ غریب نوازؒ نے لاہور آ کر حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلہ کشی کی تھی، اس کتاب میں اس واقعہ کو من گھڑت اور فرضی قرار دیا گیا ہے۔الغرض۔خواجہ غریب نوازؒ کی حیات، تعلیمات اور کرامات کو سمجھنے کیلئے یہ ایک مکمل جامع کتاب ہے۔جس کیلئے فہیم رضا کاظمی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

آفتاب خان (لاہور)

سندر خواہشوں جیسا نام.......فہیم کاظمی

ادب کی نگری میں ایک معتبر نام سید فہیم کاظمی کا ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں، اس قلندر مزاج شخص سے جب میں پہلی بار ملا تو یوں لگا جیسے یہ میرا اپنا ہو، فہیم کاظمی حسینی آل سے ہیں اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سب سے بڑا وصف ان میں جو ہے وہ یہ ہے کہ بغیر کسی صلے یا ستائش کے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، مذہبی حوالے سے بھی آپ ایک معتبر شخصیت ہیں، جہاں باتوں میں ان کی شفاف اور عرفہ سوچ جھلکتی وہاں ان کی ایمان افروز تحریریں بھی مشعل راہ ہیں، ان کا اسلوب بیان بہت سادہ اور عام فہم ہے، بات سیدھے سبھاؤ سے کرتے ہیں ان کی تحریروں میں بھی اجلا پن نمایاں نظر آتا ہے، فہیم کاظمی ایک سچا اور کھرا انسان ہے، سچائی پسند ہے، ایک دفعہ میری کسی بات کے جواب میں ان کا کہا ہوا ایک جملہ مجھے آج بھی یاد ہے کہ "سچ تو سچ ہوتا ہے یار اور سچائی یہی ہے کہ سچ میں کبھی مرضیاں نہیں چلتی"۔ادبی حوالے سے آپ ایک منفرد مقام کے حامل ہیں اور یہی وجہ ہے آپ اپنے احباب اور سخن شناس لوگوں میں یکساں مقبول ہیں ان سے گھنٹوں گفتگو کرتے رہیئے کبھی بوریت محسوس نہیں ہوگی، معاشرے میں بکھری ہوئی ناانصافیوں، ظلم اور زیادتیوں پر کبھی کبھی ان کے لہجے میں قرب بکھر جاتا ہے اور کبھی تلخی لیکن اگلے ہی پل وہ نارمل ہو جاتے ہیں، فہیم کاظمی کوئی نظم لکھیں یا نثر اس میں ان کی ذات کا پرتو ہونے کے ساتھ ساتھ زمانہ شناسی کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ فہیم کاظمی میں کوئی بوڑھی روح پناہ گزین ہے، فہیم کاظمی ہر انسان کے دل میں اترنے کا فن جانتے ہیں، وہ کبھی اخلاق کی کمند سے دل میں اترتے ہیں تو کبھی اپنے فن تحریر کو سیڑھی بنا کر گوشہ دل میں جا بیٹھتے ہیں اور پھر وہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں ان کی تحریر پر کچھ لکھنا یا تبصرہ کرنا مجھ جیسے آڑھی ترچھی لکریں لگانے والے کیلئے سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے، میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے، شاید میں ان کا کچھ اثر لے گیا ہوں تو پھر ایک نقال ان پر کیا لکھے؟ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ فہیم کاظمی اپنے بازو پر سیاہ پٹی باندھے اپنی تکلیف کو بھول کر اس ظالم سماج اور یزیدی دور کی ستم

ظریقیوں کے خلاف ایک خاموش نوحہ گر ہے۔دعا گو ہوں کہ مرشد فہیم کاظمی کبھی در نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جائیں اور ہم سب کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ہمارے لیے لفظ لکھتے رہیں ،ہم پر معاشرے کے عیب اور خوبصورتیاں آشکار کرتے رہیں اور ہم ان سے رہنمائی پاتے رہیں۔آمین

سلیم بخاری
فنانس سیکرٹری فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان
شجرہ نویس سادات بخاری قلندر نگری محمود شہید احمد پور شرقیہ

☆.....☆.....☆

اولیاء کرام کے حوالے سے تصانیف کی گئی بے شمار کتابیں زیر مطالعہ رہیں۔الحمد للہ ثم الحمد للہ "سلطان الہند" جیسی کتاب شاید ہی پڑھنے کو ملی ہو۔

"سلطان الہند" نائب رسول سید المشائخین، امیر السالکین، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے حالات، کرامات، نسب اور مریدین پر مشتمل کتاب جناب ڈاکٹر فہیم کاظمی نے بڑی تگ و دو اور کاوش کے بعد حضرت خواجہ بزرگؒ کے چاہنے والوں کی نذر کی یہ سعادت ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ نے اس کتاب میں ان کی دستگیری فرمائی۔فرمان حق تعالیٰ ہے ماسوائے اللہ کے حکم سے کچھ نہیں ہو سکتا، ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صدقہ محبوب رحمۃ العالمین، پنجتن پاک علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے طفیل فہیم کاظمی چشتی صاحب کی اس عظیم کاوش کو چار چاند لگائے۔امید ہے کہ یہ کتاب عوام الناس میں پذیرائی حاصل کرے گی۔

سگ در غوث پاک غلام قاسم ہمراز قادری اوچ شریف

☆.....☆.....☆

اسلامیان ہند کی آزادی کے نقیب اول

نورِ حق کی ضیائیں،ایمان کی کتاب کے رنگین اوراق پر بکھری پڑی تھیں۔بے قرار نگاہوں میں کیف و سُرور کی ایک غیر مرئی روشنی چمک رہی تھی اور دلِ بے تاب گلشنِ عرفان کی خوشبوؤں سے معمور تھے۔سلطان الہند کی بارگاہِ محبت میں ہزاروں شکستہ دل ،سرِ نیاز جھکائے کھڑے تھے۔چُپ چاپ،خاموش ،مہر بہ لب۔۔۔ان میں تڑپنے کی طاقت تھی نہ شکیبائی کی۔وہ خشوع وخضوع سے عقیدت کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے یہاں آئے تھے۔درِ خواجہؒ پہ ان کی حاضری تکمیلِ ایمانی کی مظہر تھی اور رحمتوں کی ہوائیں جھوم جھوم کر اُن کے دامن ،امید کی کلیوں اور مسرت کے پھولوں سے بھر رہی تھیں۔فرشتے فقیروں کے بھیس میں صندل بہ جبیں تھے اور حُوریں ،کہکشاں کی اوٹ سے آسمان چشت کے آفتاب جہاں تاب کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ہر طرف سرکار غریب نوازؒ کا فیض عام جاری تھا۔اہل نظر ،دِل کی آنکھوں سے نظارہ کئے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دنیا میں فقط آنکھوں کا ہونا کافی نہیں نرگس کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں مگر آج تک اُس نے کچھ نہیں دیکھا۔اس لئے خواجہ خواجگان ایسے رمز آگاہ کن اور واقفِ سِرِ الست کی تصویرِ مصطفیٰؐ کو اشکِ مژگاں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔یہ تنویرِ مرتضیٰ تو صدیوں سے فروزاں ہے اور تاریکیوں میں اجالا کر رہی ہے،اس کی روشنی تک پہنچنے کے لئے چشمِ نرگس کی نہیں ،باطن کی آنکھ کی ضرورت ہے، جو صرف اور صرف ایمان کی محبت کے لازوال جذبے سے ادا ہوتی ہے۔محبت ایک ایسی شمع ہے جو بادِ صرصر میں بھی اپنی لو برقرار رکھتی ہے۔

اس کی تب وتابِ جاودانہ میں دَیر وحرم کی عظمت کے نقوش ملتے ہیں اور دُنیا کے بُت کدوں میں خُدائے بزرگ وبرتر کے اس اولین مقدس گھر کے بام ودَر پلکوں کی محرابوں

میں سما کر رہ جاتے ہیں جسے ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا اور آج بھی بو الان سے لے کر جولان تک حق پرستوں کی محبت کا ملجا و ماوئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جلوہ گاہ حق سے محبت کے دین کو عام کرنے کیلئے اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے اور گمراہ لوگوں کو صراط مستقیم دکھایا۔ آپؐ امین کہلائے۔ رفتہ رفتہ یہی محبت صراط اللہ، صراط الانبیاء، صراط الصدیقین، صراط الشہدا اور صراط الصالحین بن گئی۔ سرورِ دو عالمؐ سے والہانہ محبت کا یہ فیضان صدیوں جاری رہا۔ آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ جو صراطِ محبت پر چل رہے ہیں، ان کے قلوب جمال و عرفان کی تابانیوں سے منور ہیں اور جو تہی داماں ہیں، وہ انتہائی بدنصیب ہوں گے۔ جس طرح خانہ کعبہ کسی وقت طواف سے خالی نہیں رہتا اور حضور سیّد المرسلینؐ، شفیع المذنبینؐ، خاتم النبیینؐ، رحمتہ اللعالمینؐ کے روضہ پُر انوار پر ہمہ وقت لاکھوں فرزندانِ توحید، ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام عقیدت پیش کرنے کیلئے حاضری دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ اہلِ اطاعت جن کے قلوب عرشِ عظیم سے متصف اور خانہ خدا اور روضہ رسولؐ سے مناسبت تامہ رکھتے ہیں۔ ان کے مزارات بھی کسی وقت ارادت مندوں سے خالی نہیں رہتے ان ہی مزارات مقدسہ میں سے حضرت خواجہ سید معین الدین چشتیؒ کا آستانہ جنت نشان بھی ہے۔ جہاں رحمتِ خداوندی اور انوارِ رسالت کی ہر لحظہ بارشیں ہوتی ہیں اور بندگانِ خدا جوق در جوق محبت کے پھول نچھاور کرنے کے لئے آتے ہیں۔ یہاں ایک عالم فیض پاتا ہے کہ نبیؐ کی آل کا گھر ہے، جہاں خُدا کی میر سامانی ہے۔ یہ خیابانِ ارم ہے، جہاں ہر طرف محبت و معرفت کی مہک ہے۔ مُعین و ہوالمُعین، کا ذکرِ جمیل دلوں کو تازگی بخشتا ہے، جیسے پھولوں کو نسیمِ سحر اور سبزے کو شبنم طراوت بخشتی ہے۔ سرکار بندہ نوازؒ بھی خدائے بزرگ و برتر کی محبت عام کرنے میں زندہ دل ہیں، جن سے محبت کرنے والا زندہ ہی نہیں بلکہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ خُدا، جس کو ارض و سما نہیں سما سکتے اور جو شہ رگ کے بھی قریب ہوتا ہے، درِ خواجہؒ پہ آنے والے بندہ مومن کے دل میں یوں سما جاتا ہے کہ پھر نہیں جاتا۔ ایسے ہی دل حقیقی معنوں میں خدا کا گھر ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ محبت کا کیسا ایمان افروز منظر ہوتا ہے، جب ہزاروں خواجہ پرست دور

دراز کی مسافتیں طے کر کے دربارِ عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں، امید کی کرنیں، انہیں اس در کی خاک چھاننے کیلئے کشاں کشاں لے آتی ہیں کہ کٹھن راہوں کی مشکلات کا احساس تک نہیں رہتا اور خواجہ بزرگؒ کی مسافر نوازی ان کے دلوں میں محبت کی عظمت کے نقوش دوام ثبت کر دیتی ہے۔ تجلیوں کے اس سُرور آگیں ماحول میں کوئی حدیث دلبراں دُہرانے لگتا ہے تو اسے آنکھوں کے سامنے فاران کی چوٹیوں سے گنبدِ خضرا نظر آتا ہے اور پھر نیل کے ساحل سے تا بخاکِ کاشغر حرم کے پاسبان قطار در قطار کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اس وقت لوح تحت الشعور پر کوئی لکھ دیتا ہے کہ یہ آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد علی علیہ السلام کا گھر ہے کیونکہ جب سرکار غریب نوازؒ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں آنے کے بعد ان ہی کے حکم سے اجمیر تشریف لائے تھے، اس وقت برصغیر کے گوشے گوشے میں کفر و ضلالت کی تیرگی پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے باطل کے پندار کا طلسم توڑا، جہلا کے بتوں کو پاش پاش کیا، حتیٰ کہ آپ کے بابرکت قدموں سے یہاں وہاں، جہاں تہاں، کراں تا کراں، روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ معین الدین لقب پایا، ولی ہند کہلائے، حبیب اللہ کا خطاب ملا۔

خواجہ خواجگان سرتاج اولیا ءاشرف رُوئے زمین مانے گئے۔ اس سے بڑھ کر آپ کی اور تعریف کیا ہوگی کہ آپؒ شہِ بطحاؐ کے محبوب ہیں اور ویران سینوں کو محبت کے گلزاروں میں بدل رہے ہیں۔ یہ ان کے فقر و استغنا کی معراج اعلیٰ کا مقام ہے کہ شاہان زمن بھی اس چوکھٹ پر عجز و انکساری سے جبینیں جھکائے آتے ہیں۔ اسی دہلیز پر شعرا کی فکرِ رسا گرم تجسس رہتی ہے اور نکتہ وران عالم بھی سر بہ زانو دکھائی دیتے ہیں: سرکار غریب نواز کی آواز مکّے اور مدینے ۔۔۔ مرکزِ تجلیات اجمیر میں، فیضان دہلی میں اور احسان کلیر میں، ان کے حلقہ بگوش جس جگہ قدم رکھتے ہیں، جہان آباد کر دیتے ہیں۔ دین حقہ کے شیدائی کہتے ہیں کہ خواجہ غریب نوازؒ کی بیعت یداللہ فوق ایدیھم کی تفسیر ہے اور معین الدینؒ جلوہ یزداں ہی تو ہیں، جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اسلام کے چراغ جلائے۔ آج آپؒ کے طفیل اجمیر کا ذرّہ ذرّہ مہ کامل ہے، جس پر اہلِ محبت کی نظریں مرتکز ہیں۔ آپؒ کی ذات والا صفات ایک ابرِ کرم ہے، جس نے اپنے فیض کی بارش سے کفر و الحاد کی

بنجر زمینوں کو توحید کی صداقت وحقانیت کے شاداب گلشن میں تبدیل کردیا۔آپ کی حیاتِ مقدسہ حُسنِ اخلاق کاایک صاف وشفاف چشمہ ہے جس سے روحانیت کے ہزاروں دریا پیدا ہوئے اور جنہوں نے اپنی سیرابی وشادابی سے انسانیت کی ویران بستیوں کوسدابہار کردیا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلطان الہند خواجہ معین الدینؒ کیونکہ غریب نواز چشتیؒ کہلائے؟آپ نے کس طرح اسلام پھیلایا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کاانداز کیا تھا؟ وعظ،نصیحت،تعلیم وتلقین یا درس وتدریس،اگر خواجہ معین الدینؒ ایسے صوفیا یہی طریقہ اختیار کرتے تو یہ کام تو دوسرے مُلایا مولوی بھی سرانجام دے سکتے تھے مگر اُن سے اس قدر تبلیغِ اسلام نہ ہوسکی اور نہ ہی کفار نے ان کے ہاتھوں پر اِسلام قبول کیا۔تو یقیناً صوفیا کا طریقِ تبلیغ منفرد اور جدا گانہ تھا اور ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ یہ طریق محبت تھا،وہ طریقِ محبت جو خدا کے دوستوں اور دشمنوں کے علاوہ کافروں،فاسقوں،فاجروں،گناہگاروں اور بدکاروں سے محبت کرنا سکھاتا ہے اور یہ کام بڑا مشکل ہے۔خواجہ غریب نوازؒ عربی اور فارسی پر کامل دسترس رکھتے تھے،لیکن اُن کا ذریعہ ابلاغِ بیان تھا،نہ زبان تھی۔صرف محبت ہی ان کی زبان تھی،ان کا بیان تھی،محبت ان کے اور اپنوں اور غیروں کے درمیان تھی،جو کیفیاتِ قلبی کی ترجمان تھی۔آپ سراپا محبت وخلوص تھے۔انوار جلال و جمال کے مظہر،محبت آپ کا دین تھی،آپ کا ایمان تھی،آپ کا مذہب تھی،مشرب ومسلک تھی،اس محبت میں جذب تھا،کشش تھی،دلنوازی تھی کہ لوگ کشاں کشاں چلے آتے تھے۔کافر آیا،مومن ہوگیا۔عاصی آیا،نیکوکار بن گیا۔دشمن آیا،دوست ہوگیا۔سلاطین کی افواجِ قاہرہ کی تلواریں جو کام نہ کرسکیں،وہ اللہ کے ولی کی نگاہ نے کردکھایا۔

تلقین و درس اہلِ نظر یک اشارت است

پاکستان اسی بزرگ کی محبت کا ثمر ہے اور سرکار غریب نوازؒ اسلامیانِ ہند کی آزادی کے نقیبِ اوّل ہیں۔آخر کیوں نہ ہو،آپ کے دستِ شفقت کو چوم کر برصغیر کے لاکھوں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔جن کے بعد آنے والی نسلوں نے بالآخر 14اگست 1947ء کو قائداعظمؒ کی قیادت میں متحد ہوکر حکیم الامت علاّمہ اقبالؒ کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر دکھایا،جو خود بھی سرکار بندہ نوازؒ کی محبت کے دیوانے تھے۔

ہمیشہ صورتِ بادِ سحر آوارہ پھرتا ہوں
محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیائی
دلِ بے تاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجرؒ میں
میسّر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی

(علامہ محمد اقبالؒ)

حرم سے اجمیر تک پھیلی ہوئی وسعتوں میں آج بھی خواجہ غریب نوازؒ کی محبت کے ترانے گونج رہے ہیں۔چراغِ مصطفویؐ سے شرار بولہبی جہاں بھی ستیزہ کار ہوگا،غریب نوازؒ معین ومددگار کی حیثیت سے وہاں موجود ہوتے ہیں۔

☆……☆……☆

مدینے کے مولاؓ......اور......اجمیر کے خواجہؒ

تاریخ پیدائش___14 رجب المرجب 537ھ بمقام قصبہ چشت ہرات افغانستان

والد ماجد_________حضرت خواجہ سید غیاث الدین کاظمی

والدہ ماجدہ_________حضرت اُم الورع مہ نورؒ

پیشہ_______________باغبانی

ترک دنیا کا فیصلہ..........................552ہجری

(لفظ خواجہ ریاست توران میں سادات کا لقب ہے۔خواجہ کے معنی ہیں۔آقا،مالک، پیشوا،مولا،ہادی)

خواجہ غریب نوازؒ کا اسمِ گرامی قد رلبوں پر آتے ہی مہر و وفا کے پیکر،ایک ایسے بزرگ کا تصور ذہن میں جگمگانے لگتا ہے جس کی مجلسِ ذکر سے انسان دوستی اور دردمندیءِ خلق کے سوتے اُبلتے تھے اور دنیا کے جس تاریک سے تاریک قریہ میں پہنچتے تھے،محبت و خلوص کی ایک نئی دُنیا تخلیق کرجاتے تھے۔آٹھ سو برس بیت چکے ہیں لیکن فضاؤں میں ان کے پیغامِ محبت کی گونج پہلے کی طرح سنائی دے رہی ہے۔

گردشِ لیل و نہار،ماہ و سال میں بدل جاتی ہے۔پھول کھلتے ہیں اور مُرجھا جاتے

ہیں۔سورج طلوع ہوتا ہے اور اپنا رختِ سفر مکمل کرنے کے بعد ڈوب جاتا ہے۔جس طرح پھولوں کے مُرجھانے کے بعد ان کی نکہتیں اور رنگینیاں ختم ہوجاتی ہیں،اس طرح سورج کے روپوش ہوجانے پر تاریکی اور ظلمت کے سائے اُبھرنے لگتے ہیں اور چاند اپنے حَسین چہرے سے نقاب اُلٹ دیتا ہے تاکہ اندھیاروں میں بھٹکنے والے راہی راستہ بھول جائیں۔چاند کا یہ سفر کچھ دیر جاری رہتا ہے اور پھر ستارے اس کی راہوں میں آنکھیں بچھا دیتے ہیں۔مسافران ہی جھلملاتے ستاروں سے باتیں کرتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے ہیں۔کائنات کا یہ ارضی سلسلہ کار فلکی نظام سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں جب پوری دُنیا قعرِ مذلّت میں گری ہوئی تھی۔آسمانِ رشد وہدایت پر حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کی جلوہ گری ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے چودھویں کا یہ چاند سرورِ کونینؐ بن گیا۔علیؓ،فاطمہؓ،حسنؓ،حسینؓ (یہ دَم بھی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات خیر النساءؓ حسینؓ و حسنؓ مصطفیٰؐ علیؓ)اور یہ تابندہ ستارے فی الحقیقت بدرِ منیر کا پَرتو تھے۔رفتہ رفتہ یہ ستارے بھی اسی سے گلے مل گئے،تو ان کی جگہ نئے ستاروں نے لے لی،یہ سب ستارے اسی چاند سے روشنی حاصل کرتے تھے،جو فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا اور تحت الثریٰ سے عرشِ معلّی تک ذرّے ذرّے کو بقعہءِ نُور بنا گیا۔ان ہی ستاروں میں غریب نوازؒ بھی ہیں۔ابنائے زمانہ جب اس روشن ستارہ کا اتہ پتہ پوچھتے ہیں تو باقی ستارے چاند کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہیں۔خواجہ غریب نوازؒ چشت کے رہنے والے تھے تواریخ کے مطابق چشت کا شہر ہرات (افغانستان)میں ہے۔جہاں آپ 14 رجب 537ھ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔یہ سیاسی طوائف الملوکی کا دور تھا۔ہر طرف شورشیں برپا تھیں اور مشرق وسطیٰ کی مسلم تہذیب و ثقافت کے تمام مراکز میں تاتاری خانہ بدوشوں اور مقامی قبائل میں زبردست آویزش جاری تھی۔خاک وخون کی یہ جنگ خراسان کے مشرقی صوبوں تک پھیل چکی تھی اور قتل و غارت گری اور تباہی و بربادی کا بازار گرم تھا۔سیستان اور ایران کے کچھ حصوں پر سلطان ملک معز الدین سانگر کی حکمرانی تھی جو ذہین اور بہادر ہونے کے باوجود اندرونی بغاوت اور خارجی خلفشار کو مسدود کرنے سے قاصر تھا۔اسی بدامنی اور افراتفری کے ماحول سے بیزار

ہو کر خواجہ غریب نوازؒ کے دادا خواجہ سید سراج الدین ہجرت کر کے چشت چلے آئے جو ان دنوں ایران کا قصبہ تھا اور آجکل افغانستان کے شہر ہرات کا حصہ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔ اس کمسنی میں آپ نے علماءِ اسلام اور اہل اللہ کی مظلومی اور دین حقہ کی بے حرمتی کو اپنی معصوم نگاہوں سے دیکھا اور یادوں کے یہ زخم آپ کے سینے پر ثبت ہو کر رہ گئے چونکہ آپ چشت میں تولّد ہوئے، اس لئے آپ چشتی کہلائے اور سلسلہ چشتیہ آپ کے طفیل پروان چڑھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے والد ماجد خواجہ سید غیاث الدین تھے جو بلا دغور کے صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔

آپ کے فیضانِ کرم سے ہزاروں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آپ کا وصال 545 ہجری میں ہوا۔ شام کے دروازہ کے متصل آپ کا مزار پُر انوار طالبانِ حق کے لئے مرجع خاص و عام ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حضرت ام الورع مہ نور تھا، آپ حضرت سیّد داؤد بن عبد اللہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت ام الورع مہ نور فرماتی ہیں کہ جب معین الدین میرے شکم میں تھے مجھے جنت کے خواب آتے تھے، گھر میں ہر طرح سے خیر و برکت تھی۔ جس وقت خداوند کریم نے غریب نوازؒ کے جسم میں روح ڈالی تو میں اکثر شکم سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں سُنتی۔ یہ آوازیں سُن کر ایک وجدانی کیفیت مجھ پر طاری ہو جاتی تھی۔ معین الدین کی پیدائش کے وقت سارا گھر انوارِ الٰہی سے روشن تھا۔ خواجہ غریب نوازؒ کا بچپن عام بچوں سے مختلف تھا۔ حقیقت میں آپ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن کے زمانہ میں ہی آپ کی باتوں سے اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ بڑے ہو کر آپ برگزیدہ ہستی ہوں گے۔ تین چار سال کی عمر میں سرکار غریب نوازؒ اپنے ہم عمر بچوں کو گھر بلاتے اور ان کو کھانا کھلا کر بہت خوش ہوتے۔ بچپن کی عید کا واقعہ ہے کہ آپ خوب صورت لباس زیب تن کئے نمازِ عید پڑھنے جا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کی نظر ایک نابینا بچے پر پڑی جس نے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ حضرت سے یہ منظر دیکھا نہ گیا۔ فوراً گھر تشریف لائے، اپنے نئے کپڑے اُتار کر غریب نابینا بچے کو پہنا دیئے اور خود اس کے کپڑے پہن کر اُسے ساتھ لے کر عید کی نماز پڑھنے چلے گئے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام حسن رکھا تھا۔

سرکار غریب نوازؒ کی پرورش چشت میں ہوئی، ابتدائی تعلیم آپ نے گھر پر حاصل کی کیوں کہ آپ کے والد بزرگوارؒ بہت بڑے عالم تھے۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں چشت کے ایک مکتب میں آپ نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم پائی اور مختصر مدت میں ہی کافی علم حاصل کر لیا۔ آپ کے خاندان کی دین داری اور پرہیز گاری مشہور تھی۔ آپ کے خاندان میں کئی جیّد علماء و مشائخ پیدا ہوئے۔ زہد و تقویٰ اس خاندان کے شعار اور حق شناسی طرۂ امتیاز تھا۔ ان اوصاف کے باوصف کسی کی طبع میں تکبر و نخوت اور پندار و غرور تک کا شائبہ تک نہ تھا۔ عجز و انکساری اخلاق، حلیمی و بردباری اور خدمت خلق کے جذبہ نے خواجہ غریب نوازؒ کے خاندان کو ذی حیثیت اور ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ مدینے کے مولا اور اجمیر کے خواجہ کا بچپن ___ واقعات و حالات کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی مطابقت رکھتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات جب ظہور ہوا تو یتیمی کا روح فرسا سانحہ پیش آ چکا تھا۔ آپ تقریباً چار برس کی عمر میں ہی والدہ ماجدہ کی آغوش شفقت سے محروم ہو گئے اور ابھی آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ جدِ امجد نے دُنیائے فانی سے منہ موڑ لیا اور آپ کی کفالت کا بارِ غم حضرت ابو طالب کو اٹھانا پڑا۔ اعلانِ نبوّت کے بعد حضورؑ کو بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بحکم الٰہی مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی لیکن اللہ کے دین کی سربلندی سے منہ نہ موڑا۔ خواجہ غریب نوازؒ میں حضور سرور دو عالمؐ کی ذاتِ اقدس کی صفاتِ عدیم النظیر موجود تھیں۔ یہ اُس دور کی المناک یادیں ہیں جب خراسان و سیستان کی سرزمین حوادث و انقلابات کے بلاخیز طوفانوں سے گھری ہوئی تھی۔ بغداد کا تختِ خلافت کانپ رہا تھا۔ غزنوی فتوحات کی بچی کھچی عظمت ہندوستان کے ایک گوشے میں پڑی دم توڑ رہی تھی اور اس کی زندگی کا ٹمٹماتا ہوا چراغ آخری سسکیاں لے رہا تھا کہ اس پُر آشوب اور قہرمانی دَور کی ان ہی تاریکیوں میں یکا یک آسمان سے ایک غیر فانی تجلّی اُتری اور علاقہ چشت کے ایک چھوٹے سے باغ میں اس کی روشنی پھیلی اور پھر سمٹ کر ایک باغبان کے سینے میں جذب ہو گئی جو اس باغ کا تنہا مالک تھا۔ اس کا دل الہامی نور سے معمور ہوا جبھی کائنات کے اسرار اس پر منکشف ہونے لگے۔ چاند مُسکرا مُسکرا کر اس معصوم باغبان کے

چہرے کو دیکھ رہا تھا۔فرشتے اس پیکرِ عرفانی پر رشک کر رہے تھے۔دوسرے دن صُبح کی دل افروز روشنی میں نسیمِ سحری کے ساتھ ایک وارفتہ حال درویش اس کے باغ میں آئے اور ننھے باغبان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔یہ درویش اصل میں خواجہ خضر علیہ السلام تھے جو بحکم مولا اعلیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے اور کمسن باغبان خواجہ اجمیرؒ جن کی عمر چند رہ برس کے لگ بھگ تھی اور اس وقت تک یکے بعد دیگرے شفیق والدین کا سایہ اُن کے سر سے اُٹھ چکا تھا۔خواجہ غیاث الدین حسن کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ معین الدین حسن غریب نوازؒ کو ترکہ میں پن چکی اور ایک پُر فضا باغ ملا تھا۔روایت ہے کہ آپ ہر روز باغ میں تشریف لے جاتے اور درختوں کو سینچا کرتے۔اسی باغ میں ایک روز آپ کی ملاقات حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہوئی۔آپ حضرت خضر علیہ السلام سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اخلاق و عجز و انکساری کے ساتھ انگوروں کے خوشوں سے ان کی خاطر تواضع فرمائی۔حضرت خضر علیہ السلام کی نظر کیمیاء اثر نے آپ کی لوحِ جبیں سے ساری حقیقت پڑھ لی اور سمجھ گئے کہ یہ لڑکا جو آج انہیں پانی پلا رہا ہے اور انگوروں سے تواضع کر رہا ہے،کل لوگوں کی روحانی تشنگی دور کرے گا۔ہزاروں کو حیاتِ جاوداں کا ساغر پلائے گا،جو اس کے ہاتھ سے جام پئے گا وہ عشق میں سرمست و سرشار ہو جائے گا۔چنانچہ انہوں نے اپنی زنبیل سے کنجارہ کا ایک ٹکڑا نکالا اور دانتوں سے چبا کر سرکار غریب نوازؒ کے مُنہ میں رکھا۔کھلی کھانا تھا کہ خواجہ غریب نوازؒ کا قلبِ مبارک انوارِ الٰہی سے روشن ہو گیا۔وہ علائق دُنیا سے برگشتہ ہو گئے۔طلبِ مولا کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے،باغ واملاک سب کو محتاجوں میں تقسیم کیا اور وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر مسافرت اختیار کر لی۔

☆......☆......☆

سرکار غریب نوازؒ کا شجرہ نسب و سلسلۂ طریقت

خواجہ سید معین الدین حسن بن خواجہ سید غیاث الدینؒ بن خواجہ سید سراج الدین بن خواجہ سید کمال الدینؒ بن خواجہ سید احمد حسینؒ بن خواجہ نجم الدینؒ بن خواجہ سید محمد رضا بن سید احمد حسینؒ بن حضرت سید محمدؒ بن سید موسیٰ بن امام زادہ سید ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقرؓ بن سید الساجدین حضرت امام زین العابدینؓ بن حضرت سیدنا حضرت امام حسینؓ بن حضرت مولا مشکل کشا شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم (قلمی)

''مراۃ الانساب'' کے مطابق آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:

خواجہ معین الدینؒ بن خواجہ غیاث الدین حسنؒ بن خواجہ کمال الدینؒ بن خواجہ احمد حسینؒ بن خواجہ نجم الدین طاہرؒ بن خواجہ عبدالعزیزؒ بن خواجہ ابراہیمؒ بن خواجہ ادریسؒ بن امام موسیٰ کاظمؓ بن امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقرؓ بن سید الساجدین حضرت امام زین العابدینؓ بن حضرت سید الشہدا سیدنا حضرت امام حسینؓ بن حضرت مولا مشکل کشا شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

سلسلۂ طریقت:

حضرت خواجہ سید معین الدینؒ خلیفہ خواجہ سید عثمان ہارونیؒ خلیفہ حاجی سید شریف زندنیؒ خلیفہ حضرت خواجہ سید قطب مودود چشتیؒ خلیفہ سید ابو یوسف چشتیؒ خلیفہ سید ابو محمدؒ خلیفہ سید ابو احمد ابدال چشتیؒ،خلیفہ خواجہ ابو اسحٰقؒ شامی خلیفہ حضرت سید ممشاد علی دینوریؒ خلیفہ خواجہ ہبیرۃ البصریؒ خلیفہ حذیفہ المرعشیؒ خلیفہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ خلیفہ حضرت فضیل بن عیاضؒ خلیفہ خواجہ عبدالواحدؒ بن زید خلیفہ خواجہ حسن بصری خلیفہ حضرت

اویس قرنیؓ ،خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

آپ کا شجرہ نسب حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا سے ہوتا ہوا حضور سید المرسلینؐ سے جا ملتا ہے۔بعد کی جو کتابیں خواجہ غریب نوازؒ کے نسب نامہ سے متعلق ملتی ہیں، جو ان میں شجرہ نسب مرقوم ہے وہ غلط ہے۔فقیر (مولف) نے جو شجرہ نسب تحریر کیا ہے یہ ہمارے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا سلسلہ چشتیہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے توسّل سے سرکار دو عالمؐ سے ہی جا ملتا ہے۔اولیائے کرام و مشائخ عظام کے سلسلے بجا طور پر آقائے نامدار حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتے ہیں۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ چشتی کا سلسلہ بھی حضرت سید عثمان ہارونیؒ کے توسّل سے حضرت ممشاد علی دینوری سے ہوتا ہوا حضرت حسن بصری اور حضرت اویس قرنی سے ملتا ہے جو شہرِ علم کے ان پاسبانوں میں سے تھے جن کا دروازہ بہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ“ اور حضرت علیؓ نے اس شہر کی حفاظت کیلئے حضرت امام حسنؓ ،حضرت امام حسینؓ ،خواجہ حسن بصریؒ ،حضرت اویس قرنی اور حضرت خواجہ کمیل بن زیاد کو خلفا مقرر کیا۔حضرت خواجہ حسن بصری کے والد ماجد حضرت موسیٰ راعی جنہوں نے حضرت علیؓ کے دست راست کو چوم کر اسلام قبول کیا۔آپ کی والدہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کی کنیزوں میں سے تھیں۔تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ آپ کو ولادت کے بعد حضرت علیؓ کی زیارت سے مستفید فرمایا گیا تو انہوں نے ہی آپ کا نام حسن تجویز کیا۔غلام جہانیاں معینی کی تصنیف 'ہفت اقطاب' کے ایک حوالہ کے مطابق آپ ۲۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، کنیت ابو سعید اور ابو محمد تھی۔ہیرے جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔جلیل القدر تابعین میں شمار ہوئے 79 برس کی عمر میں 5 رجب المرجب 110ھ کو وفات پائی۔مزار انوار قدیم بصرہ میں ہے۔حضرت عبدالواحد بن زیدؒ خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفہ اکبر تھے،آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی۔کنیت ابو الفضل تھی،دین کے خاص علوم کی بہریابی

کیلئے حضرت علی المرتضیٰؓ کی صحبت اقدس میں بیٹھتے رہے،چالیس برس تک مجاہدات کی مشکلات جھیلیں اور جب خواجہ حسن بصریؒ کے مرید ہوئے تو اپنا سب کچھ راہِ خدا میں لُٹا دیا۔دائم الصوم تھے،چار یا پانچ دن کے بعد دو چار لقمے کھا کر اللہ کا شُکر ادا کرتے۔سماع کے دوران آپ کی آنکھیں بھر آتیں اور اکثر دیوانہ وار رونے لگتے۔عباسی دور میں 177ھ میں انتقال کیا اور بصرہ میں دفن کیے گئے۔وفات سے پہلے حضرت فضیل بن عیاضؒ کو خلافت بخشی۔حضرت فضیل بن عیاضؒ اور خواجہ بشر حافیؒ ،حضرت سلیمان ثوریؒ اور حضرت داؤد طائی کے ہمعصر تھے۔خلیفہ ہارون الرشید آپ کا معتقد تھا۔حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے ملاقات کی تڑپ لے کر بصرہ روانہ ہوئے کہ راستہ میں ان کے انتقال کی خبر سُنی اور ان کے خلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید کے در پر جا کر دھاڑیں مار مار کر روئے۔بعد ازاں ان ہی سے آپ کو خلافت ملی۔محرم 187ھ میں رحلت فرمائی۔حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کے مزار کے پاس ہی مدفون کئے گئے۔حضرت ابراہیم ادھمؒ آپ کے پہلے خلیفہ تھے۔حضرت ابراہیمؒ بن ادہم بلخ کے شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔والد گرامی سلطان ادہمؒ بن سلیمان بن منصور بلخی تھے۔جوانی میں گناہوں سے توبہ کی اور تیسری دنیا کی سیاحت کے لئے نکل پڑے۔عمر عزیز کا زیادہ تر حصہ شام میں گزارا۔اپنے زمانہ کے جلیل القدر مشائخ طریقت سے روحانی فیض پایا اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کے مرید ہوئے۔حضرت جنید بغدادیؒ کے بقول آپ علماء کے علوم کی کلید تھے۔6 جمادی الاوّل 262ھ کو ابو عبداللہ عباسی کے عہد میں وصال فرمایا اور بیت المقدس کی ایک پہاڑی پر آپ کا مکان بنا۔یہ مزار آج بھی موجود ہے۔آپ کا سنِ ولادت 177ھ ہے۔بلخ میں پیدا ہوئے تھے۔کنیت ابو اسحاق تھی۔حضرت خواجہ حذیفہ المرعشیؒ نے آپ سے خرقہ خلافت پایا،جن کا لقب سدید الدین تھا اور وہ دمشق کے نواحی شہر مرعش کے رہنے والے تھے۔پیدائشی نام بدرالدین تھا،کمسنی میں ہی قرآنِ حکیم حفظ کیا اور حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کی بھی زیارت کی۔ہر وقت زہد و ریاضت میں مستغرق رہتے تھے۔14 شوال 276ھ کو وفات پائی۔خواجہ ہبیرۃ البصریؒ آپ کے خلیفہ خاص تھے جو بصرہ میں تولد ہوئے۔امین الدین

لقب تھا اور سترہ برس کی عمر میں تمام ظاہری و باطنی علوم سے استفادہ کیا۔ اکابر اولیاء میں شمار ہوئے۔ سو برس کی عمر 8 شوال 287ھ کو بصرہ میں وفات پائی اور یہیں آسودہ خاک ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے بانی حضرت ابو اسحٰق شامیؒ کے مرشد حضرت ممشاد علی دینوریؒ آپ کے خلیفہ تھے۔ حضرت ممشاد علی دینوریؒ بڑے جلیل القدر بزرگ اور اپنے زمانہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ دینور آپ کا وطن تھا جو کرمان شاہ کے مغربی کوہستان میں واقع ہے۔ آپ کی پرورش بغداد میں ہوئی۔ اصل نام علوٗ اور لقب کریم الدین تھا۔ مگر آپ دینوری مشہور ہوئے۔ دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر جب عشق الٰہی اور حُبِ رسولؐ کی ضیاء دل میں جلوہ گر ہوئی تو سارا مال و متال اللہ کی راہ میں لُٹا دیا، یہاں تک کہ روزہ افطار کرنے کیلئے بھی کچھ نہ پاس رکھا۔ رختِ سفر باندھا، مکّہ معظمہ تشریف لائے اور بیت اللہ شریف میں ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ ارادت سے قبل بیس سال تک مجاہدات کے یہی معمولات رہے۔ حریمِ حق کی شعاعوں سے جب آپ کے قلب و نظر کو ایمان و ایقان اور راحت و سکون کی دولتِ لازوال نظر آئی تو مرشدِ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اس زمانہ میں شہبازِ طریقت حضرت ہبیرۃ البصریؒ کی بارگاہ عالیہ سے ایک دُنیا فیض حاصل کر رہی تھی۔ آپؒ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ قبل ازیں آپؒ حضرت جنید بغدادیؒ، خواجہ محمد رویمؒ، خواجہ ابوالحسنؒ اور خواجہ سری سقطیؒ جیسے بزرگوں سے فیض حاصل کر چکے تھے۔ جناب ممشاد علی دینوریؒ نے اپنے زاویہ فکر کے پیشِ نظر رشد و ہدایت کے کئی چراغ روشن کئے اور علم فضل کی روشنی اور معرفت کی نورانی شعاعیں پھیلانے کی خاطر خوابِ استراحت میں حضور نبی کریمؐ سے محفل سماع کی اجازت حاصل کی، کیونکہ آپؒ کے ارشاد کے مطابق سماع خدا کی طرف سے روح کا سفر ہے۔ سماع ارواح کی قوت اور اجسام کی غذا اور قلوب کی حیات ہے۔ سماع ہی کے جلو میں آپؒ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائی اور ہزاروں بے چین دلوں کو سوز و گداز، ذوق و شوق اور صبر و سکون کی دولت سے مالا مال کیا۔ 14 محرم 298ھ کو واصل باللہ ہوئے۔ دینور میں آپ کا روضہ مرجع انام ہے۔ حضرت ابو اسحٰقؒ، حضرت ممشاد علی دینوری کے خلفائے عظام

میں سے تھے۔ شام کے شہر مالوفہ میں آپ کی ولادت ہوئی، لقب شرف الدین تھا۔ حضرت ممشاد علی دینوریؒ نے بغداد میں آپ کو ملاقات کے دوران چشت جانے کا حکم دیا اور یوں حضرت ابو اسحٰقؒ مرشد کے حکم کے بموجب آپؒ چشت پہنچے اور باقی ساری عمر دینِ حق کی تبلیغ میں گزار دی۔ سماع کے بے حد رسیا تھے، بلکہ یہاں تک کہ کہتے تھے کہ سماع کے دوران فیوض و انوار کا نزول ہوتا ہے۔ ایک دفعہ بغداد میں بارش نہ ہوئی، خلیفہ وقت نے آپؒ سے دُعا کی درخواست کی تو آپؒ نے اسے اپنے ہاں سماع پر مدعو کیا۔ کہتے ہیں کہ ادھر سماع میں روانی تھی اور اُدھر رحمتِ باراں کا نزول ہو رہا تھا۔ خواجہ ابو اسحٰق چشتی شامیؒ چشت میں ایک عرصہ قیام کے بعد چند روز کے لئے شام کے شہر عکہ میں آئے ہی تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ سنِ وفات 329ھ یا 342ھ بتایا جاتا ہے۔ حضرت سید ابو احمد ابدال چشتی آپ کے مرید خاص تھے، جنہوں نے بیس برس کی عمر میں چشت میں آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ قدوۃ الدین کے لقب سے ملقب ہوئے آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ مجاہدات میں سخت کوشی اختیار کی____ آپ 260 ہجری میں پیدا ہوئے 355ھ کو آپؒ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ مزار عالیہ چشت میں ہے۔ حضرت خواجہ ابو محمدؒ، آپؒ کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ ان کا لقب ناصح الدین تھا۔ 331ھ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو گئے تھے۔ سات برس کی عمر میں گوشہ نشینی اختیار کی اور چوبیس برس کے تھے کہ سجادہ نشین بنائے گئے۔ ضعیف العمری میں سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ہمراہ جہاد میں شریک ہو کر سومنات گئے۔ رجب المرجب 411ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ آپؒ کے خلیفہ بنے جن کا لقب ناصر الدین تھا اور وہ شام کے رہنے والے تھے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کے والد حضرت سمعانؒ بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ حضرت خواجہ محمد کی ہمشیرہ کا نکاح آپ سے ہوا تھا۔ خواجہ ابو یوسفؒ 375ھ میں پیدا ہوئے۔ پچاس برس کی عمر میں حضرت ابو اسحٰق چشتی شامیؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور قریب ہی اپنے ہاتھوں سے ایک حجرہ تعمیر کر کے بارہ برس تک قیام پذیر رہے۔ 4 ربیع الاوّل 459ھ کو انتقال فرمایا اور چشت ہی میں مدفون

ہوئے۔وفات کے بعد خرقۂ خلافت حضرت مودود چشتیؒ کو ملا جو آپؒ کے فرزند دلبند تھے۔حضرت مودود چشتیؒ کا لقب قطب الدین تھا۔435ھ میں چشت میں پیدا ہوئے اور بلخ میں تعلیم حاصل کی۔سماع بہت سنتے تھے۔ایک سال تک روضۂ رسولؐ کی جاروب کشی کی۔رجب 527ھ میں واصلِ بحق ہوئے۔چشت میں مدفون ہوئے،خواجہ سید قطب مودود چشتیؒ کا سلسلہ نسب امام علی نقی علیہ السلام سے ملتا ہے ان کی اولاد ڈھاڈر بلوچستان میں بالخصوص اور پورے پاکستان میں پھیلی ہوئی ہے،مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا سلسلہ نسب آپ سے ملتا ہے آپ کی اولاد سے جو سلسلہ چلا وہ مودودی چشتی کہلایا ان کا شجرہ نسب بھی فقیر (مولف) کے پاس موجود ہے،حاجی شریف زندنیؒ آپ کے خلیفہ تھے جن کے روبرو حضرت سید عثمان ہارونیؒ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔حاجی شریف زندنیؒ اپنے زمانہ کے ممتاز بزرگ اور عالمِ دین تھے۔ولادت باسعادت زندنہ میں ہوئی جو مضافاتِ بخارا میں ہے۔سنِ پیدائش 492ھ بتایا جاتا ہے۔امام بخش نے ''حدیقۃ اسرار فی اخبار الابرار'' جس میں چشتیہ قدسیہ بزرگوں کے مختصر حالات قلمبند ہیں حضرت حاجی شریف زندنیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ''آں مقتدائے عصر وپیشوائے دہر و عالم متبحر حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ قدس اللہ سرہٗ العزیز ونور اللہ مرقدہٗ''___یہ حقیقت کہ آپؒ نے ساری عمر دینِ حقہ کی تبلیغ میں گزاری۔بخارا کے گرد ونواح میں آپؒ کے تبحر علمی کا بڑا شہرہ تھا۔ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔3 رجب المرجب 612ھ میں انتقال کیا۔بعض کتب میں تاریخِ وفات 11 رجب مرقوم ہے۔زندنہ میں ہی دفن کئے گئے۔جہاں آپؒ کا مزار مرجعِ خاص و عام ہے۔آپؒ کی خلافت حضرت عثمان ہارونیؒ نے سنبھالی جو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مرشد کامل تھے۔اسی حُسنِ ترتیب سے خواجہ غریب نوازؒ کا سلسلہ چشتیہ باہم مربوط ہے ___ اور خواجہ حسن بصری سے ہوتا ہوا،حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

☆.....☆.....☆

حضرت عثمانؓ ہارونی کے زیرِ سایہ

مُرشد کی تلاش:________________ 552ھ

سیاحت:____ سمرقند،بخارا،نیشاپور،بدخشاں اور زیارت حرمین الشریفین

''مسلمانوں کا یہ دُعا گو معین الدین حسن چشتی بمقام بغداد شریف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ اطہر سے متصل مسجد میں اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ سید عثمانؒ ہارونی قدس سرہٗ کی دولت پابوسی سے مشرف ہوا۔اس وقت روئے زمین کے مشائخ کبار ان کی محفل اقدس میں حاضر تھے''۔

(فقیر معین الدین حسنؒ)

حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت معین الدینؒ چشتی غریب نواز جس جلیل القدر ہستی کو اپنا مرشد کامل تسلیم کرتے ہیں،اُن کا نام خواجہ سید عثمانؒ ہارونی ہے۔خواجہ معین الدینؒ اجمیری جیسے تاجدار روحانیت کے منصبِ اولیٰ سے ہی خواجہ سید عثمان ہارونیؒ کی عظمت وجلالت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے،جن سے آپؒ کو انتہائی محبت تھی۔آپ کا پیدائشی نام عثمان اور کنیت ابوالنور تھی۔آپؒ اشراف الاقطاب میں سے تھے سادات کے ایک معزز گھرانے میں 529ھ میں تولد ہوئے۔بعض محققین نے آپؒ کا سنِ پیدائش

526ھ لکھا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب امام زادہ سید ہارون ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی ؒ نے ابتدائی تعلیم والدین کے زیر سایہ حاصل کی۔ بعد میں اس دور کے نامور علماء سے علومِ ظاہری کی تکمیل کی۔ علومِ شریعت سے طریقت کی طرف متوجہ ہوئے۔ ارباب سیر کے نزدیک اپنی عمر کے ستر برس آپؒ نے زہد و ریاضت میں گزارے۔ خرقۂ خلافت حضرت حاجی شریف ؒ زندنی سے حاصل کیا۔ بے شمار حج کیے۔ عالم اسلام کے تمام بلاد کی سیر کی اور بے شمار ہمعصر اولیاء عظام سے ملاقات کی۔ بیس برس کی سیر و سیاحت کے بعد مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ یہیں آپؒ کا 91 برس کی عمر میں 617 ہجری میں انتقال ہوا۔ مزارِ پُر انوار حرم شریف کے متصل، شریف مکہ کے مکان کے سامنے زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ کے ملفوظات ''انیس الارواح'' کے نام سے مشہور ہیں جو خواجہ معین الدین اجمیری ؒ نے جمع کیے۔ ''تجدید تصوّف و سلوک'' کے مصنف مولانا عبدالباری ندوی رقمطراز ہیں کہ حضرت عثمان ہارونی ؒ نے فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کا نسخہ خود اپنے ہاتھ سے نقل فرمایا تھا۔ آپ سے بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ جس زمانے میں حضرت غریب نوازؒ آپؒ سے شرفِ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے آپؒ بغداد میں مقیم تھے۔ حضرت عثمان ہارونی ؒ ایسے مرشد باکمال کے مریدین کی تعداد اَن گنت ہے۔ ان مریدین میں جو سب سے زیادہ قریب تھے، ان میں حضرت شیخ الاسلام نجم الدین اصغری ؒ، حضرت خواجہ فخر الدین گردیزیؒ، حضرت شیخ سعدی لنگوچیؒ اور حضرت شیخ محمد ترکؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان ہی بزرگ شخصیتوں کو حضرت خواجہ غریب نواز ؒ کا قرب حاصل تھا اور یہ خواجہ بزرگ چشتی ؒ کے پیر بھائی ہونے کے ناطے سے زیادہ مشہور تھے۔ حضرت فخر الدین گردیزیؒ تو خواجہ عثمانؒ ہارونی کی بیعت کے بعد آپؒ کے خادمِ خاص شمار ہوئے۔ حضرت شیخ نجم الدین اصغریؒ کے متعلق حضرت محبوب الٰہیؒ راوی ہیں کہ جب حضرت خواجہ بزرگؒ اجمیر سے دہلی تشریف لائے تو حضرت نجم الدین اصغریؒ دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور آپؒ میں گہری دوستی تھی۔ چنانچہ حضرت خواجہ غریب نواز ؒ آپ ؒ کو دیکھنے کیلئے خود تشریف لے گئے۔ افسوس کا مقام ہے حضرت شیخ

الاسلام نجم الدین اصغریؒ کے حالات زندگی کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ اسی طرح شیخ سعدی لنگوچیؒ اور شیخ محمد ترکؒ جیسے بزرگوں کے دینی کارنامے بھی زمانے کی دست برد کا شکار ہو چکے ہیں۔ اپنی بیعت کا حال خواجہ غریب نوازؒ خود یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ''مسلمانوں کا یہ دعا گو معین الدین چشتی بمقام بغداد شریف امام موسیٰ کاظم کے روضۂ اطہر سے متصل مسجد میں اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ عثمان ہارونی ؒ قدس سرّہٗ کی دولتِ پابوسی سے مشرف ہوا، اس وقت روئے زمین کے مشائخ کباران کی محفلِ اقدس میں حاضر تھے۔ جب اس درویش نے سرِ نیاز زمین پر رکھا، پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا، دو رکعت نماز ادا کر۔ میں نے نماز ادا کی تو فرمایا۔ ''قبلہ رُو بیٹھ''۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر حکم دیا، ''سورہ بقر پڑھ'' میں نے پڑھی فرمان ہوا، ''اکیس بار دُرود شریف پڑھ'' میں نے پڑھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ ''آؤ تاکہ میں تمہیں خدا تک پہنچا دوں''۔ بعد ازاں قینچی لے کر دعا گو کے سر پر چلائی اور گلیم خاص عطا فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا، ''بیٹھ جا'' میں بیٹھ گیا تو فرمایا: ''ہمارے خانوادے میں شبانہ روز کے مجاہدہ کا معمول ہے تو آج رات اور دن مشغول رہ''۔ یہ درویش بموجب فرمانِ عالی مشغول رہا۔ دوسرے دن جب حاضرِ خدمت ہوا، تو ارشاد فرمایا۔ ''آسمان کی طرف دیکھ''، میں نے دیکھا، دریافت فرمایا: ''کہاں تک دکھتا ہے؟'' عرض کیا، عرشِ اعظم تک۔ پھر فرمایا: زمین کی طرف دیکھ، میں نے دیکھا، استفسار فرمایا: کہاں تک دکھتا ہے؟ ''تحت الثریٰ تک'' فرمایا: ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ۔'' میں نے پڑھی'' فرمایا: ''پھر آسمان کی طرف دیکھ''، میں نے دیکھا۔ پوچھا ''اب کہاں تک دکھتا ہے؟'' عرض کیا ''حجابِ عظمت تک'' فرمایا: آنکھیں بند کر، میں نے بند کر لیں فرمایا: ''کھول'' میں نے کھول دیں۔ پھر مجھے اپنی انگلیاں دکھا کر سوال کیا، ''کیا دکھتا ہے؟'' میں نے عرض کیا، ''اٹھارہ ہزار عالم'' بعد ازاں سامنے پڑی ہوئی ایک اینٹ اُٹھانے کا حکم دیا: میں نے اینٹ اُٹھائی تو اس کے نیچے اشرفیوں کا ڈھیر تھا۔ فرمایا: اسے لے جا کر فقراء میں تقسیم کر دے، میں نے حکم کی تعمیل کی۔ واپس لوٹ کر آیا تو ارشاد ہوا کہ چند روز ہماری صحبت میں گزارو: عرض کیا ''تابع فرمان ہوں'' (انیس الارواح)

اِس بیعت کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ 552ھ میں مرشد کامل کی تلاش میں سمرقند و بخارا سے روانہ ہوئے اور سیدھے عراق کے شہر نیشا پور کے نواحی قصبہ ہارون پہنچے۔ بعض کتابوں میں 'ہارون' کو 'ہروَن' لکھا گیا ہے۔ یہ قصبہ ان دنوں حضرت عثمان ؒ کی ذات بابرکات کے فیوض سے جگمگا رہا تھا۔ آپ ؒ کے کمالات کی شہرت ایک عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت غریب نوازؒ نے آپؒ کا شہرہ سُنا تو ہارون میں آ کر سکونت پذیر ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر آپؒ کے دل نے گواہی دی کہ یہی وہ گوہرِ مقصود ہے جس کی آپ کو تلاش تھی۔ آپؒ کے وجدان نے کہا کہ یہی وہ چشمۂ فیض ہے جس سے معین الدینؒ کی تشنگی بجھے گی۔ بغداد میں چند روز قیام کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ دس برس تک اپنے مرشد کامل خواجہ عثمان ہارونی ؒ کے ہمراہ سفر و سیاحت میں رہے۔ یہ مُدّت آپ نے اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر گزاری۔ فرماتے ہیں، "بغداد میں چند روز پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر رہا۔ پھر حضرت نے اس دعا گو کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کا سفر اختیار کیا۔ الحاصل ایک شہر پہنچے۔ یہاں ایک جماعت درویشوں کی دیکھی جو شراب عشق الٰہی میں سرشار عالم سکر و حیرت میں از خود رفتہ تھی۔ چند دن ان کی صحبت میں رہنا ہوا۔ مگر وہ حضرت عالم صحو میں نہ آئے۔" تاں کار حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی، غریب نوازؒ کے ساتھ قالعبہ میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں کی جامع مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ بعد ازاں مکہ معظمہ کی راہ لی۔ مکہ معظمہ پہنچ کر زیارت و طواف خانہ کعبہ سے مشرف ہوئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت خواجہ عثمان ہارونی ؒ نے غریب نوازؒ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے حق میں دعا فرمائی "الٰہی معین الدین کو قبول فرما اور مقربِ بارگاہ کر"۔ اس مناجات کے بعد ندا آئی۔ "ہم نے معین کو قبول کیا۔" اس ندا پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ بے اختیار رو رہے تھے۔ خواجہ عثمان ہارونی ؒ بولے "معین الدین تیرے لیے یہ خوشی کا مقام ہے کہ تیرا نام اللہ کے محبوب بندوں میں لکھا گیا اور تجھے سرکردہ مشائخ کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔" زیارتِ خانہ کعبہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ مرشد کامل کے زیرِ سایہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے اور حرمِ نبویؐ میں حاضری دی۔ آپ فرماتے ہیں: "مرشد نے مجھ سے کہا کہ سلام کر" میں نے ہدیہ تسلیم پیش کیا۔ آواز آئی:

"وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ العینی سراج کل امتی قطب المشائخ بر و بحر۔" یہ آواز سُن کر خواجہ عثمان ہارونی ؒ نے فرمایا: "اب تو درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے۔" مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارتوں سے مشرف ہونے کے بعد حضرت عثمان ہارونی ؒ نے حکم دیا کہ "بدخشاں چلو"۔ قبل ازیں آپ نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو اٹھائیس روز تک فقر کی تعلیم دی اور فرمایا کہ "اے معین الدین تم درجۂ کاملیت تک پہنچ چکے ہو۔ اس درس پر عمل کرنا تا کہ قیامت کے روز مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" حضرت غریب نوازؒ مرشد کامل کے حکم پر ان کے ساتھ بدخشاں روانہ ہوئے۔ حجاز سے ہی خواجہ عثمان ہارونی ؒ کا رختِ سفر سر پر اُٹھایا اور دورانِ سفر ایک لحہ اپنے نفس کو آسودگی نہ دی۔ بدخشاں میں آپؒ ایک ایسے درویش کی ملاقات کے لیے گئے جو حضرت جنید بغدادیؒ کی اولاد میں سے تھے اور جن کی عمر ایک سو چالیس برس تھی۔ بدخشاں سے حضرت عثمان ہارونی ؒ کے ہمرکاب حضرت خواجہ غریب نوازؒ بخارا آئے اور یہاں کے علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں: "میرے حضرت اسی طرح دس سال سفر میں رہے اور پھر بغداد میں آئے۔ چند روز قیام کر کے پھر عازمِ سفر ہوئے۔ مسلسل سفر کرتے رہے اور میں حضرت کا سامان سر پر رکھے ساتھ ساتھ پھرتا رہا۔ آخر حضرت نے بیس سال کی مسافرت کے بعد بغداد میں قیام کیا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی ؒ نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی یہ خدمت دیکھ کر آپ ؒ کو وہ نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی حد نہیں۔ عصا جو ہاتھ میں تھا، غریب نوازؒ کو دے دیا۔ اسم اعظم جو سینہ بہ سینہ محفوظ چلا آ رہا تھا، انہیں بتا دیا۔ مصلّٰی اور خرقۂ مبارک دے کر خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا۔ تبرکات مصطفویؐ جو خواجگانِ چشت میں سلسلہ بہ سلسلہ ان کے پاس چلے آ رہے تھے، حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو عطا کر کے انہیں امینِ تبرکات کر کے نوازا۔ آخر میں نصیحت فرمائی کہ خلق سے طمع نہ رکھنا، آبادی سے دور، مخلوق سے کنارہ کش رہنا اور کسی سے کچھ طلب نہ کرنا ___ یہ ارشاد فرما کر حضرت عثمان ہارونی ؒ نے خواجہ معین الدینؒ کو اپنے کنارِ مبارک میں لے لیا۔ پیشانی اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور دعا فرمائی۔ "ہم نے تجھے خدا کے سپرد کیا ___ پھر آپؒ عالم تحیّر میں مشغول ہو گئے ___ مرشد کامل کی تعلیمات

سے فراغت پانے اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت غریب نوازؒ وطن مالوف تشریف لائے اور بعد چند دن قیام کیا پھر زیارت حرمین کیلئے روانہ ہو گئے۔حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ایک روز روضہ اطہر کے روبرو بہ چشم نم عبادت میں مستغرق تھے کہ آواز آئی۔"مُعین الدین کو حاضر کرو"خدام والا مقام نے جستجو کی اور مُعین کہہ کر آواز دی۔اس نام کے بہت سے لوگ متوجہ ہوئے۔آخر خدام والا نے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا۔"یا رسول اللہؐ اس نام کے تو کئی آدمی ہیں،چنانچہ مکرر آواز آئی۔""تو پھر معین الدین چشتی کو لاؤ"خدام عالی مقام دوڑے اور حضرت مُعین الدین چشتی کو لے آئے۔طلبیِ رسولِ خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خواجہ غریب نوازؒ نالاں و گریاں ایک عجیب حالت میں درود شریف پڑھتے ہوئے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے۔نہایت مودب ودست بستہ کھڑے تھے کہ آواز آئی۔"اے معین الدین حسن،تُو ہمارے دین کا معین ومددگار ہے۔ہندوستان کی ولایت ہم نے تمہیں عطا کی۔اب اجمیر میں جا کر قیام کرو،وہاں بہت بُری طرح کفر وشرک کی ظلمت پھیلی ہوئی ہے،جاؤ اجمیر میں تمہارے قیام سے اسلام کی روشنی پھیلے گی۔"یہ مژدہ جانفزا سن کر حضرت معین الدینؒ غریب نواز حیران تھے کہ ہندوستان کون سا ملک ہے؟کہاں واقع ہے؟آپؒ کو اس کے محل وقوع کا علم نہ تھا۔اسی سوچ میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔

حضور سرورِ کائناتؐ نے عالم رویا میں آپؒ کو مشرق سے مغرب تک کی سیر کرائی اور جنت کا ایک انار سرکار غریب نوازؒ کو عنایت فرما کر کہا۔"جاؤ معین آج سے تم غریب نواز بھی ہو۔اللہ تعالیٰ تمہارا حامی وناصر ہوگا،اجمیر چلے جاؤ۔"

☆......☆......☆

سرکار غریب نوازؒ کا سفرِ ہندوستان

چالیس درویشوں کے ساتھ براستہ ہارون،بغداد،ہمدان،تبریز،اصفہان،خرقان،استرآباد،ہرات،سبزواز،بلخ وغزنی۔

برصغیر پاک وہند میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو جو ممتاز مقام حاصل ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔تصوّف کی تاریخ میں آپ کا نام تا ابد زندہ وپائندہ رہے گا۔آپؒ ان اکابر صوفیاء میں سے تھے،جنہوں نے دینِ حقانیت کی روشنی سے برصغیر پاک وہند کو سب سے پہلے روشناس کرایا اور مسلمان فوجی حکمرانوں اور شہنشاہوں کے مقابلے میں مکارمِ اَخلاق سے بھرپور دینی خدمات انجام دیں۔آپؒ نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے جس قدر عزم واستقلال اور شغف وبصیرت کا ثبوت دیا وہ ان ہی صوفیائے عظام کا خاصا تھا۔یہ صوفیاء کرام بہت ذی علم ہوتے تھے،جنہیں اسلام کے علوم متداولہ مثلاً حدیث،تفسیر اور فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔وہ قول وعمل کی تطبیق کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامی سے بھی سرمو انحراف نہ کرتے تھے اور صوفی کہلاتے تھے۔'صوفی' کی اصطلاح کس طرح اور کب رائج ہوئی؟اس کا جواب اہلِ علم نے مختلف انداز میں دیا ہے۔بعض کے نزدیک صوفی عابد وزاہد لوگوں کے اس گروہ کا نام ہے،جو اپنے زمانہ کے مقبول لباس ریشم وحریر کو چھوڑ کر صرف

صُوف یعنی اُون پہننے پر اکتفا کرتے تھے۔ دوسروں کے خیال میں صوفی 'صفا سے ہے، جس کے معنی صفائے قلب کے ہیں۔ بقول شیخ ابو علی رودباریؒ "صوفی وہ ہے جو صفائے قلب کے ساتھ صوف پوشی اختیار کرتا ہے۔ ہوائے نفسانی کو تلخی کا مزہ چکھاتا ہے۔ شرع مصطفویؐ کو اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے اور دنیا کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔" کچھ لوگ صوفی کا ناطہ اصحابِ صفہ سے جوڑتے ہیں۔ اصحابِ صفہ عہدِ نبوّت میں صحابہ کا وہ گروہ تھا جو علائق دنیاوی سے بے نیاز ہو کر رات دن زہد و ریاضت اور ذکرِ الٰہی میں گزار دیتا تھا۔ علامہ شبلیؒ نے اپنی تصنیف 'الغزالی' میں لکھا ہے کہ تصوّف کا لفظ اصل میں 'سین' سے تھا اور اس کا مادہ سوف تھا جس کے معنی یونانی زبان میں حکمت کے ہیں۔ دوسری صدی ہجری میں یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی میں ہوا اور چونکہ حضرات صوفیہ میں اشراقی حکماء کا انداز پایا جاتا تھا، اس لئے لوگوں نے ان کو 'سُوفی' یعنی حکیم کہنا شروع کردیا۔ رفتہ رفتہ سُوفی 'صوفی' ہوگیا۔ کلمہ 'صُوفی' کی یہی توجیہہ سب سے زیادہ معقول اور قرینِ صحت تسلیم کی جاسکتی ہے۔ تاریخ میں سب سے پہلے جس بزرگ کے نام کے ساتھ 'صوفی' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ وہ ابو ہاشم تھے۔ یہ بزرگ کوفے میں پیدا ہوئے اور شام میں زندگی گزاری۔ اوّلین صوفیاء میں سے حضرت قشیریؒ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآبؐ کے وصال مبارک کے بعد کسی مسلمان کا معزز ترین لقب یہ تھا وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا صحابی کہلانے میں فخر محسوس کرے کیونکہ اس سے عظیم امتیاز اور کوئی نہ تھا۔ پھر جن لوگوں کو اصحابؓ پاک کی صحبت سے فیض یابی کا شرف حاصل ہوا تابعین کہلائے اور جنہیں تابعین سے ملنے اور استفادہ کرنے کا موقع ملا، تبع تابعین گردانے گئے۔ اس کے بعد لوگوں میں اختلافات پیدا ہونے لگے تو مختلف القابات و اصطلاحات وضع کی جانے لگیں۔ منتخب روزگار اشخاص جنہیں اسلام سے گہرا شغف تھا، زاہد و عابد کہلائے، بعد ازاں اختلافات کی جگہ بدعات نے لے لی اور مختلف فرقوں میں جھگڑے پھیل گئے۔ آلِ رسولؐ اور ان کے چاہنے والے کے جن چیدہ برگزیدہ ذی علم لوگوں نے خدا سے لو لگائی اور زہد و اتقاء کے دامن کو نہ چھوڑا، وہ اہلِ تصوّف کہلائے۔ کہا جاتا ہے کہ امام غزالی کے بعد عالم اسلام کا اتحاد

متزلزل ہوگیا۔ بنی اُمیہ اور بنی عباس کی حکومتیں ختم ہوگئیں اور کئی خود مختار ریاستیں معرض وجود میں آگئیں تو یونانی فلسفہ کے اثر سے اشراقیت، مشائیت، وحدت الوجود، تناسخ ارواح، عقل اوّل، ہیولی وغیرہ کے عقائد و مسائل پھیلنے لگے۔ نتیجۃً اسلامی تصوّف کا وہ رنگ برقرار نہ رہ سکا، جو آلِ رسولؐ، اصحاب پاکؓ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار کا خاصا تھا۔ اکابرین طریقت کی خانقاہیں، ایسے عقائد و اعمال کی آماجگاہیں بن چکی تھیں کہ اسی اثنا میں تصوّف کے چار مکاتیب فکر قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ عمل میں آئے۔ ان کے اکابرین شیخ محی الدین عبدالقادرؒ جیلانی المعروف غوث الاعظمؒ، خواجہ سید معین الدینؒ چشتی غریب نواز، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور خواجہ سید احمد نقشبندیؒ تھے، جنہوں نے کفر و شرک کے خلاف آواز اُٹھائی اور ثابت کیا کہ تصوّفِ اسلامی، حقیقت میں وہ ہے جو آلِ رسول، اصحاب پاکؓ، تابعین اور تبع تابعین کا تھا اور جس کی تعلیم حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت قنبرؓ، حضرت اویس قرنیؓ، حضرت جنید بغدادیؒ، معروف کرخیؒ اور رابعہ بصریؒ نے دی، ان میں سے ہر سلسلہ نے تبلیغ حق کے لیے حتی المقدور کوششیں کیں۔ سلسلہ چشتیہ کے بانی مبانی حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامیؒ تھے، جنہوں نے 320 ہجری میں اس سلسلہ عالیہ کی داغ بیل رکھی۔ آپؒ شام کے رہنے والے تھے اور اپنے وطن سے چل کر بغداد تشریف لائے جہاں ان دنوں حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ کی ذات بابرکات گہوارہ تحریم تھی۔ دُور دراز سے عقیدت مند چل کر ان کی خدمت اقدس میں آتے تھے اور فیض پاتے تھے۔ حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کا تذکرہ اولیاء میں بیان ہے کہ حضرت ممشاد علیؒ دینوری کا دروازہ بالعموم بند رہتا تھا، جب کوئی آتا تو استفسار کرتے "مسافر ہو یا مقیم" پھر فرماتے "مقیم ہو تو اندر آجاؤ اگر مسافر ہو، تو یہاں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں"۔ حضرت ابو اسحٰق شامیؒ جب ان کی خدمت سراپا میں بہ نیت ارادت حاضر ہوئے تو پوچھا کہ تمہارا نام؟ آپؒ نے عرض کیا۔ "ابو اسحٰق شامی" نام سنتے ہی اندر بلالیا اور کہا کہ آج تم چشتی ہو، تم خواجہ چشت ہو گے۔ اسلام کی مشعل تمہارے ہاتھوں سے چشت میں جلے گی اور جن کا سلسلہ تم سے ملے گا وہ قیامت تک چشتی کے لقب سے پکارا جائے گا۔ تم چشت چلے جاؤ، چنانچہ

حضرت ابو اسحٰق شامی بغداد سے سیدھے چشت چلے آئے، آپ کے فیض باکمال سے آسمانِ چشت پر کئی ستارے جگمگائے۔ ان میں ایک ستارہ ایسا بھی تھا جس نے فاران کی چوٹیوں سے اس پار طلوع ہونے والے آفتاب سے تابندگی پائی اور یہ حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ تھے جن کے طفیل سلسلہ عالیہ چشتیہ کو عروج حاصل ہوا اور اسلام کی روشنی دُور دراز تک پھیلتی ہی چلی گئی۔ جس زمانہ میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ برصغیر پاک و ہند تشریف لائے، اس وقت یہ خطہ کفر وضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گھرا ہوا تھا۔ آپؒ ان صوفیاء اور فقراء کے پیشرو تھے جنہیں تلوار سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا اور وہ بظاہر کوئی دُنیوی شان و شوکت کے مالک بھی نہ تھے۔ انہوں نے صرف طریقِ محبت سے وعظ و نصیحت کر کے کفر ستانِ ہند سے بُت پرستی کے آثار تک مٹا ڈالے اور لاکھوں غیر مسلموں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ یہ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ غیر مُلکی تاریخ نویس تو ایک طرف، خود مسلمان مؤرخین ان بزرگوں اور نیک طینت ہستیوں کو فراموش کر بیٹھے ہیں، جن کی بے لوث خدمات اور بابرکت کرامات کے طفیل ہندوستان میں اسلام کی جڑیں پھیلیں اور مضبوط ہوئیں اور ان نام نہاد تاریخ دانوں نے محض گنتی کے چند فاتحین کے نام سے اشاعتِ اسلام کو منسوب کر کے رکھ دیا۔ کوئی بھی درسی کتاب یا تاریخ اٹھالی جائے، ہر ایک کے مطالعہ سے یہی بات پتہ چلے گی کہ برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے محمد بن قاسم مسلمان فاتح کی حیثیت سے آیا اور پھر تاریخ میں اس کے بعد آنے والے حکمرانوں اور حملہ آور مسلمان بادشاہوں کی فتوحات کا ذکر ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اعدائے اسلام نے دینِ حنیف اور فرزندانِ توحید کے خلاف جدید زمانے میں جو نوع بہ نوع اعتراضات پھیلائے ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اسلام کی اشاعت تلوار کی رہینِ منت رہی ہے، لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بلاشبہ حق و باطل کے درمیان توپ و تفنگ اور تیر و سنان کا میدان ہر دَور میں گرم رہا، لیکن اس سے اسلام کی ترویج و اشاعت اتنی مؤثر اور تیز رفتار نہ رہی جس قدر صوفیاء کرام اور اولیاء کرام، مسلمانوں کے استخلاص کی خاطر اسلحہ کے بغیر جہاد میں مصروف رہے۔ حالانکہ دُنیا کا ہر مذہب استبداد اور تشدد کے بل بوتے پر پھیلا۔ یہ صرف اور صرف اِسلام تھا، جس کی ترویج

و اشاعت بنیادی طور پر تبلیغ و تلقین کی منت پذیر رہی ہے۔

جبر و استحصال تا بہ کے۔ اسلام کی زندگی تلوار پر منحصر ہوتی تو بعض مذاہب کی طرح یہ بھی تلوار ہی سے فنا ہو جاتا۔ اب تک شمشیر براں سے دین حقہ پر جتنے وار ہوئے ہیں، وہ اسے فنا کر دینے میں کامیاب ہو جاتے لیکن آل رسول، اولیاء کرام و صوفیاء عظام کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام ان ہی کی مساعی جمیلہ سے پھیلا۔ یہ تسلیم کہ محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے جیالے مسلمان فاتحین ہی نے ہندو راجاؤں، مہاراجاؤں پر پے در پے حملے کر کے انہیں اپنا مطیع کیا اور بت کدۂ ہند میں توحید کا ڈنکا بجایا، لیکن یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ ان فاتحین کو یہاں لانے والے اور پھر اپنی پُر اثر دعاؤں کے ساتھ انہیں فتوحات سے سرفراز کرنے اور قدم قدم اور منزل منزل پر ان کی رہنمائی کرنے والے یہ بزرگانِ دین تھے جنہوں نے مجاہدینِ اسلام کی فتوحات سے بھی زیادہ کام کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کی ترویج و اشاعت اور توحیدِ الٰہی کی تبلیغ کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہو چکا تھا۔ اوّل اوّل عرب تجار سے ملبار، سندھ، گجرات اور سواحل بنگال میں کلمۂ حق کی پذیرائی ہوئی۔ ملبار کی "موپلا" قوم ان ہی عربوں کی یادگار ہے۔ بایں ہمہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں، ان نو آبادیوں کے قیام کی دو بڑی وجوہ تھیں۔ عرب تاجروں اور سوداگروں کی کاروباری سرگرمیاں اور سراندیپ میں نقش قدم کی زیارت کے لئے مسلمان صوفیاء اور درویشوں کی آمد و رفت ___ جنوبی ہندوستان میں اسلام کے ابتدائی مراکز سراندیپ، مالدیپ، ملبار اور کارمنڈل تھے۔ سنسکرت میں دیپ کے معنی جزیرہ کے ہیں سراندیپ وہی جزیرہ ہے جسے پہلے لنکا یا سیلون کہا جاتا تھا اور آج کل یہ سری لنکا کہلاتا ہے۔ یہ جزیرہ جنوبی ہند سے چند میل کی مسافت پر بحر ہند کے پانی میں نہ جانے کب سے موجود ہے۔ یہ جزیرہ چونکہ ہند کے دوسرے جزیروں کو آپس میں ملاتا ہے، اس لئے اسے سراندیپ کہتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جزیرے جہاں باہم ملتے ہیں، اس سنگم کو آدم پُل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ اس پُل کے متصل پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا نشان ہے۔ مسلمان اسے

حضرت آدمؑ کا نقش پا، بودھ اس کو شاکیہ مونی اور ہندو شو جی کے چرن کا نشان سمجھتے ہیں۔ قصص الانبیاء میں اس نقش پا کا ذکر موجود ہے۔ بہر کیف یہ نقشِ قدم صدیوں سے مسلمانوں، بودھوں اور ہندوؤں کیلئے عقیدت ومحبت کا مشترکہ مرکز بنا ہوا ہے۔ ابتدا میں مُسلمان عرب سیاحوں اور عراق کے درویشوں کو اس نقشِ پا کی زیارت کا بڑا شوق تھا، کوئی درویش یا مسلمان تاجر سراندیپ کے راستے سے گزرتا تو اس کی زیارت ضرور کرتا۔ یوں یہ جزیرہ مسلمان درویشوں کے لئے بھی کششِ روحانی کا باعث بنا رہا۔ فرشتہ کا بیان ہے کہ مسلمان تاجروں سے یہاں کے لوگوں کے روابط بڑھے تو وہ بھی عرب جانے لگے، یہ دیکھ کر سراندیپ کا راجہ ۴۰ھ میں مسلمان ہوگیا، اس کے مشرف بہ اسلام ہونے کی تصدیق بزرگ بن شہریار ناخُدا کی تصنیف عجائب الہند سے ہوجاتی ہے۔

سراندیپ کے بعد اطراف میں مسلمانوں کی امنگوں کا سب سے بڑا مرکز مالدیپ تھا جس کو عرب "جزیرۃ المہل" کہتے تھے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جن دنوں اس جزیرے کے لوگ بُت پرست تھے، یہاں ہر مہینے سمندر سے دیو کی شکل کی ایک بلا آتی تھی، وہ لوگ اس بلائے ناگہاں سے بچنے کے لئے ہر سال ایک کنواری دوشیزہ کو بناؤ سنگار کرکے سمندر کے کنارے ایک بُت خانے میں چھوڑ آتے تھے۔ اتفاق سے مراکش کے ایک بزرگ شیخ ابوالبرکات بربری مغربیؒ یہاں آئے، جن کی دُعا اور برکت سے یہ بلا ہمیشہ کے لئے ان کے سروں سے ٹل گئی۔ حضرت شیخ ابوالبرکات بربری مغربیؒ کی یہ کرامت دیکھ کر مالدیپ کا راجہ شنورازہ اور اُس کی رعایا مسلمان ہوگئی۔ ابن بطوطہ کا کہنا ہے کہ اس نے مالدیپ کی ایک خوبصورت مسجد کی محراب پر اس واقعہ کے کلمات لکھے ہوئے پڑھے ہیں۔ "تحفۃ المجاہدین" کی ایک روایت کے مطابق اسلام کو ظہور پذیر ہوئے ابھی دو برس ہی گزرے تھے کہ عرب اور عجم کے مسلمانوں کی ایک جماعت آدمؑ کے نقشِ پا کو دیکھنے کے لیے سراندیپ گئی۔ اتفاق سے ان کا جہاز طوفان کی وجہ سے ملیبار کے شہر "کدنگلور" کے کنارے آلگا۔ شہر کے راجہ سامری نے اس جماعت کے درویشوں کو خوش آمدید کہا اور درویشوں سے جب پیغمبر اسلام ﷺ کا حال سُنا تو وہ مسلمان ہوگیا۔ یہ واقعہ غالباً نویں صدی

ہجری کا ہے اور اسے فرشتہ نے بھی اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ___ یہ چند تاریخی روایات اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ برصغیر پاک وہند میں اسلام کی طرح ڈالنے والے اصل میں بزرگانِ دین ہی تھے۔ محمد بن قاسم کی آمد کے بعد اس سرزمین پر صوفیاء وفقراء آنا شروع ہوگئے۔ ان کے پیشِ نظر کوئی معمولی مشن نہ تھا، جس کی پائیداری اور مضبوطی کے آگے مراۃ العروس ایسی دیو پیکر منجنیقیں بھی ہیچ تھیں کہ جن کے گولے محمد بن قاسم نے اہلِ ہند پر بارش کی طرح برسائے تھے اور انہیں اپنا مطیع کرلیا تھا۔ محمد بن قاسم کے چھوڑے ہوئے آتشیں گولوں کا دھواں تو چند ہی برسوں کے اندر اندر وادیٔ سندھ کی فضاؤں میں تحلیل ہوگیا، مگر روحانیت کے جو پھول دینِ برحق کے متوالے بزرگوں نے یہاں کے باسیوں پر نچھاور کئے، ان کی مہک سے یہاں کی فضا صدیوں معطر رہی۔ یوں اس دَور سے صوفیاء و اولیاء کرام نے جنوب مغربی ہند کے قریہ قریہ اور بستی بستی تبلیغ اسلام فرمائی اور لوگوں کو صراطِ مستقیم کا درس دیا لیکن اس دَور میں دیبل اور منصورہ کو خاص مقام حاصل رہا۔ دوسری صدی ہجری کے بزرگ ابومشر نجیحؒ سندھی محدث یہیں کے رہنے والے تھے۔ بعد کے بزرگوں میں حضرت بایزیدؒ بسطامی کے استاد ابوعلی سندھیؒ کا نام آتا ہے۔ منصورہ کی قابلِ ذکر ہستیوں میں حضرت قاضی ابومحمد منصوری اللہ کے ولی تھے۔ اسی طرح ابوترابؒ تبع تابعی سندھ کی برگزیدہ شخصیت تھے۔ آپؒ کا مزار پاک وہند میں عہد اسلامی کی سب سے قدیم زیارت گاہ ہے۔ عباسی خلفاء کے دَور کے یہ بزرگ ٹھٹھہ سے دس میل کے فاصلے پر تحصیل میرپور ساکرو میں ابدی نیند سورہے ہیں۔ محمد بن قاسم سے لے کر امیر سبکتگین تک 3 سوسالہ دَور میں کئی حکمران آئے اور چلے گئے اور برصغیر میں بعض اہل اللہ اور صاحب حال بزرگ وارد ہوتے رہے، لیکن ان کی کوششوں سے اسلام کی ترویج واشاعت کی رفتار میں ایک خاص حد تک ٹھہراؤ رہا۔ البتہ محمود غزنوی کے سترہ حملوں نے ہندوؤں کی بُت پرستی کا غُرور خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ اس کی شجاعت وجوانمردی کا سب سے زیادہ فائدہ اسلام کو پہنچا اور بزرگانِ دین وصوفیاءِ کرام ہندوستان کی سرزمین پر وارد ہونے لگے۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ عہد غزنوی کے ممتاز اور عظیم المرتبت ولی اللہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی جب سومنات پر یلغار

کرنے کی نیت سے ہندوستان روانہ ہونے لگا تو پہلے آپ کی زیارت کیلئے خرقان پہنچا۔آپ نے اُسے چار نصیحتیں کیں جو یہ تھیں ”نماز باجماعت ادا کرو، سخاوت کو شعار بناؤ، خلقِ خدا پر شفقت رکھو اور ممنوعات سے پرہیز کرو“ روانہ ہونے سے قبل آپ نے محمود غزنوی کو اپنا ایک پیرہن دیتے ہوئے فرمایا۔ ”جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری عاقبت کو محمود کردے“ اور غزنی کے سلطان نے اس حملہ میں سومنات کو فتح کرلیا۔حالانکہ وہ پہلے ہندوستان پر سترہ ناکام حملے کرچکا تھا۔اس فتح کے بعد محمود غزنوی نے رات خواب میں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی دوبارہ زیارت کی۔غزنوی عہد میں لاہور کے سب سے پہلے بزرگ حضرت شیخ اسمٰعیلؒ لاہوری کا اسم سامنے آتا ہے۔آپؒ 1005ء میں لاہور تشریف لائے۔آپ پہلے واعظینِ اسلام میں سے تھے جنہوں نے اس عروس البلاد میں وعظ فرمایا۔ان کے بعد حضرت سید علی ہجویریؒ داتا گنج بخش جیسی نامور اور برگزیدہ شخصیت کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔آپؒ غزنی میں پیدا ہوئے۔شیخ علیؒ بن عثمانؒ ہجویری اصل نام تھا__ فیاض اور سخی ہونے کی بدولت داتا گنج بخش مشہور ہوئے۔آپؒ نے راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہزاروں انسانوں کو رشد و ہدایت کی دولت سے مالا مال کیا۔حضرت داتا گنج بخشؒ علی ہجویری کا پاک و ہند کے اولیاء کبار میں خاص مرتبہ و مقام ہے۔آپؒ نے کفرستانِ ہند میں دین کی شمع روشن کی اور شرک و کفر کی ظلمتوں کو دور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا آپ کا مسلک و مشرب وہی تھا جو آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہونا چاہیئے آج کل کشف المحجوب اور دیگر کتب میں جو آپ کا مسلک مذکور ہے وہ سب غلط ہے۔آپؒ ہی کے مشن کو خواجہ غریب نوازؒ نے سرحد، پنجاب اور سندھ کی حدود سے پرے برصغیر کی بے پایاں وسعتوں میں پھیلایا سلطان الہند اور ہند الولی کہلائے۔خواجہ غریب نوازؒ کے مقابلے میں حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کو برصغیر پاک و ہند میں ایک تو اوّلیت کا شرف حاصل ہے، دوسرے آپؒ کے مزار پُرانوار سے کئی برگزیدہ اور ذی علم ہستیوں نے بھی فیض پایا۔ان میں خود حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ سرفہرست تھے۔جنہوں نے آپؒ کے مرقد اطہر کے روبرو چلہ کشی فرمائی۔اس کی یادنشانی داتا صاحبؒ کی تربت کے سامنے حجرہ اعتکاف کی صورت میں

موجود ہے۔خواجہ پرست جب سنگِ مرمر کے اس خوش نما حجرے کی محراب نما جالیوں سے اندر جھانکتے ہیں تو انہیں سبز روشنی سفید گنبد کے مکیں کے پاس لے جاتی ہے وہ آفتاب چشت کا تصور لئے آنکھوں ہی آنکھوں میں آرزوؤں کے کئی تاج محل تعمیر کرلیتے ہیں۔ہاں ہاں وہی آفتابِ چشت جو ”ہرات“ سے طلوع ہوا اور ظلمت کدۂ ہند کو اپنی کرنوں سے منور کرگیا۔

☆......☆......☆

وارث النبی اور نائب رسول فی الہند

حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی ؒ

کی ہندوستان تشریف آوری

پہلی بار اجمیر میں.......۱۰ محرم الحرام ۵۶۱ھ

مستقل سکونت...........۶۱۵ھ

ازدواج مطہرات...........حضرت بی بی سیدہ عصمتؒ، حضرت بی بی امتہ اللہؒ

اولاد امجاد...........

حضرت سید احمد المعروف خواجہ فخر الدین چشتیؒ

حضرت سید علی المعروف خواجہ ضیاء الدین ابو سعید چشتیؒ

حضرت سید جعفر المعروف خواجہ حسام الدین چشتیؒ

حضرت سیدہ بی بی حافظہ جمالؒ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے خواجہ سید عثمان ہارونیؒ سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد ایک عرصہ تک بلادِ اسلامیہ کی سیاحت فرمائی۔ ادھر دربارِ رسالت مآبؐ سے آپؒ کو فرمان روانگی ملا، ادھر آپؒ نے حجاز سے رختِ سفر باندھا 'سیر العارفین' میں مذکور ہے کہ اس دوران صدہا اولیائے کرام سے آپؒ کی ملاقاتیں ہوئیں۔ آپؒ سب سے پہلے بغداد تشریف لائے، ستاون روز تک شہنشاہِ ولایت و امامت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ اقدس کے ساتھ ایک حجرے میں مقیم رہے اور ان سے پروانہ رسالت کا ذکر کیا تو اس پر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے عالم رویا میں آپ کو مبارکباد دی۔ بغداد میں قیام کے دوران سہروردی سلسلہ کے بانی شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بھی آپؒ کا ربط ضبط رہا اسی طرح شیخ نجم الدینؒ، خواجہ اوحد الدین کرمانیؒ اور شیخ ابو سعید تبریزی کے علاوہ کئی مشائخ اور بزرگ آپ سے ملے، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

اصفہان میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ملاقات خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی جو ان دنوں مرشد کی تلاش میں سربہ گریباں تھے۔ چنانچہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دل میں صداقت و محبت و عشق رسول کی تمنا بیدار دیکھ کر آپؒ نے انہیں اپنے حلقہ مریدین میں شامل کر لیا پھر سلطان الہندؒ ہرات، تبریز اور بلخ سے ہوتے ہوئے اجمیر آنے کیلئے غزنی کے راستے ہندوستان روانہ ہوئے زبان زد خاص و عام روایت یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے لاہور تشریف لائے حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پرانوار پر چلہ کشی فرمائی اور فیوض روحانی سے استمداد کے بعد وجد میں آ کر یہ شعر کہا:۔ گنج بخش فیض عالم، مظہر نور خدا، ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما۔

(یہاں یہ بتانا انتہائی ضروری ہے کہ سرکار غریب نواز کی لاہور آمد کسی بھی معتبر تاریخی حوالے سے ثابت نہیں ہے)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ لاہور سے سیدھے ملتان چلے گئے جو اس وقت اجمیر اور دہلی کے راجاؤں کا دار السلطنت اور اہم مقام تھا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام

فرمانے کے بعد آپؒ نے اجمیر کا رخ کیا پہلے دہلی پہنچے اس وقت یہاں کا حکمران کھانڈے راؤ تھا، اجمیر پر مشہور راجپوت راجا پرتھوی راج المعروف رائے پتھورا کی حکومت تھی اور اس کی فوج جے چند کے کنٹرول میں تھی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے دہلی پہنچ کر رائے پتھورا کے خاص مندر اور محل کے درمیان قیام فرمایا۔ برہمنوں اور پنڈتوں کو جب آپؒ کی آمد کا علم ہوا تو بہت پریشان ہوئے۔ کھانڈے راؤ کو مطلع کیا اور عرض کی کہ اس درویش کو یہاں سے جانے کا حکم دیا جائے ورنہ دیوتا ناراض ہو جائیں گے اس پر کھانڈے راؤ نے حضرت غریب نوازؒ کو پیغام بھجوایا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں مگر آپ نہ مانے اور پوری دلجمعی سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے آپؒ کے نعرۂ توحید اور قول و عمل میں یگانگت کے عمل نے بہت سے ممتاز ہندو اور سرکردہ راجپوت سرداروں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ کھانڈے راؤ کو جب حقیقت حال کا علم ہوا تو وہ غضب ناک ہو گیا اور تمام حالات سے پرتھوی راج کو آگاہ کیا۔ پرتھوی راج یہ اطلاع پاتے ہی دہلی پہنچا، حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے دربار کی مقدس رونقوں اور روحانی محفلوں کو دیکھ کر گھبرا گیا اور آپ کو ہندوستان سے نکال دینے کی تدابیر سوچنے لگا، کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی آمد سے بہت پہلے رائے پتھورا کی ماں نے جو علم و نجوم و جادوگری کے فن کی ملکہ تھی اپنے بیٹے کو پیش گوئی کی تھی کہ ایک درویش ہندوستان میں آئے گا جو تیری حکومت کو مٹا دیگا اور اپنے دین کو فروغ دے گا۔ تم اس سے خوش خلقی اور منت سماجت سے پیش آنا، اس کی تواضع و تعظیم تم پر لازم ہے اگر ایسا نہ کرو گے تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے اس پیش گوئی کے ساتھ ہی رائے پتھورا کی ماں نے اس درویش کامل کا حلیہ اور علامات و نشانات بتا دیئے تھے۔ رائے پتھورا نے اپنے تمام مقبوضات کے حاکموں کو اس درویش کا حلیہ لکھ کر بھیجا ہوا تھا۔ جس وقت اس نے دہلی کے حاکم کی اطلاع پر خواجہ غریب نوازؒ کو دیکھا تو اسے اپنی ماں کی پیش گوئی یاد آ گئی۔ اس کے باوجود اس نے اپنے مکر و فریب کے جال بچھا دیئے۔

دہلی میں تبلیغ و اشاعت کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے قصبہ سامانا ضلع پٹیالہ میں قیام کیا تو رائے پتھورا کی چال کے تحت بہت سے آدمیوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ

کی اقامت کا بندوبست کرنے کی پیش کش کی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے مراقبہ کیا تو حضرت محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ نے آپؒ کو ہدایت فرمائی کہ "اے معین الدین! ان لوگوں کی بات کو ہرگز نہ ماننا، ان کی نیت میں فتور ہے۔" اس پر خواجہ غریب نوازؒ نے رائے پتھورا کے آدمیوں سے کہا کہ درویش کو سوائے خدا کے کسی شے سے کوئی غرض نہیں اس کے بعد آپؒ اجمیر روانہ ہو گئے، اس موقع پر آپؒ کے ہمراہ 40 درویش تھے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ 10 محرم الحرام 561ھ کو اجمیر پہنچے اور شہر سے باہر ایک سایہ دار درخت تلے آرام فرمانے کا ارادہ کیا جس وقت آپؒ نے اجمیر کو اپنے قدوم با منزلت سے مشرف فرمایا ہندوستان میں یہ شہر کفر و شرک کا واقعی بہت بڑا مرکز تھا اور آپ حکم رسالت مآب کی بجا آوری کیلئے اجمیر کو اپنا مستقر بنانے کیلئے یہاں تشریف لائے تھے حضرت غریب نوازؒ کی آمد سے پہلے اگرچہ ہندوستان میں آفتاب اسلام چمک چکا تھا لیکن ابھی پورے طور پر ضیاء فگن نہیں ہوا تھا۔ اجمیر کی گلیاں اور کوچے بدستور ظلم و کفر کی تاریکیوں میں گم تھے یہی وجہ تھی کہ جب آپ نے شہر سے باہر قیام فرمانے کیلئے سامان بھی نہ رکھا تھا کہ ایک شخص نے تکبر اور رعونت کے لہجے میں گستاخی کی۔ "یہ سرکاری اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہاں سامان مت اتارو"۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ ہمیں اونٹوں سے کیا سروکار وہ تو یہاں بیٹھے ہی رہیں گے لو ہم جاتے ہیں یہ کہہ کر خواجہ غریب نوازؒ اپنے درویشوں کے ہمراہ پہاڑی کی جانب چلے گئے بعد ازاں رائے پتھورا کے اونٹ آ کر بیٹھے گئے تو 2 دن تک بیٹھے ہی رہے ساربانوں نے کوشش کی بسیار کے باوجود انہیں اٹھانا چاہا مگر اونٹ تھے کہ زمین سے ہلنے کا نام تک نہ لیتے تھے بالآخر یہ ماجرا رائے پتھورا کو سنایا گیا جس نے ساربانوں کو حکم دیا کہ وہ خواجہ غریب نوازؒ سے معافی مانگیں۔ چنانچہ ان کی معذرت کے بعد آپؒ نے دعا فرمائی اور اونٹ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ آنا ساگر کے کنارے ایک سایہ دار درخت کے نیچے خیمہ زن تھے۔ آنا ساگر مندروں کی بستی تھی ایک اندازے کے مطابق مندروں کی یہ بستی ساڑھے تین سو پجاریوں کا ایک مسکن تھی اور رائے پتھورا کی جیب خاص سے روزانہ اس بستی میں

ساڑھے تین من تیل سے چراغاں کیا جاتا تھا۔خزینۃ الاصفیاء اور بستانِ معرفت، میں لکھا ہے کہ آن ساگر کے اطراف میں بہت سے بت خانے تھے جن میں روزانہ کئی من پھول نچھاور کئے جاتے تھے کئی من تیل سے ان بت خانوں میں چراغاں کیا جاتا تھا ان مندروں میں سے بعض میں گائیوں کی مورتیاں بھی تھیں جن کی پرستش کی جاتی تھی۔حضرت غریب نوازؒ نے یہاں باقاعدہ طور پر تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو اجمیر کے ہزاروں ہندو اور آنا ساگر کے پجاری اس پر غضبناک ہوکر آپؒ پر مشترکہ طور پر حملہ آور ہوئے ان کے ہاتھوں میں خنجر بھالے اور برچھیاں دیکھ کر خواجہ غریب نوازؒ مسکرا رہے تھے انہوں نے مشتعل ہجوم کو قریب آنے سے روکا لیکن جب نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپؒ نے مٹھی بھر خاک ان لوگوں پر پھینک دی جس سے سب کے جسم خشک ہو گئے کچھ اندھے اور باقی لنگڑے لولے نظر آنے لگے ،اہل اجمیر کی خاصی تعداد آپؒ کی اس کرامت کو دیکھ کر فوراً حلقہ بگوش اسلام ہوگئی مسلمان ہونے والوں میں اجمیر کے بت خانوں کا مہنت رام دیو بھی تھا جس کا نام خواجہ غریب نوازؒ نے شادی دیو رکھا جہاں آرا بیگم کے بیان کے مطابق رام دیو اصل میں ایک جن تھا جس کی پرستش اجمیر کا راجہ اور دولت مند لوگ کرتے تھے ان کی یہ توہم پرستی تھی کہ دنیا کی ساری دولت رام دیو کے پاس ہے،رام دیو کے شادی دیو بننے کے بعد بہت سے دولت مند ہندو بھی مسلمان ہو گئے،سرکار غریب نوازؒ نے شادی دیو کو تبلیغ کیلئے دوسرے شہروں میں بھیجا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے آنا ساگر سے درویشوں کے ہمراہ ٹہلتے ٹہلتے تالاب پنسلہ پہنچ گئے جہاں آپ نے غسل کا ارادہ فرمایا مگر برہمنوں نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا اس موقع پر حضرت نے اپنے خادم کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ پنسلہ اور آنا ساگر کا پانی اس صراحی میں بھر دو چنانچہ آپ کی کرامت سے دونوں تالابوں کا پانی دریا بہ کوزہ کے مصداق صراحی میں بند ہو گیا۔اس کے بعد سارے شہر کے تالاب کنویں اور حوض بھی خشک ہو گئے یہاں تک کہ عورتوں اور چارپائے جانوروں کا دودھ بھی خشک ہو گیا،رائے پتھورا نے اپنی رعایا کے حلقوم تشنہ بلب دیکھے تو بہت گھبرایا،خود جا کر حضرت خواجہ غریب

نوازؒ سے معافی کا خواستگار ہوا اور اس کے بعد شہر کے تالاب کنویں اور حوض دوبارہ پانی سے شرابور ہو گئے،حضرتؒ کی اس کرامت پر بھی اجمیر کے بہت سے لوگ آپ کے دست حق پرست کو چوم کر مسلمان ہو گئے۔

رائے پتھورا نے اجمیر کے عوام کی اکثریت کو مائل بہ اسلام دیکھا تو اس نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو جادو کے اثر سے نیچا دکھانے کی ناکام سعی کی ۔اپنے عہد کے مشہور ساحر اجے پال کو بلا بھیجا۔جس نے جواب میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت خواجہ معین الدینؒ کو نکالنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لے گا۔چنانچہ اجے پال جوگی مرگ چھالا پر بیٹھ کر اجمیر کی جانب روانہ ہوا۔بالکوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ تھی ۔وہ اس شان وشوکت سے اجمیر میں داخل ہوا کہ اس کے کئی ہزار چیلے جادو کے شیروں پر سوار تھے،جادو کے اژدہے ان کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے وہ آگ برساتے اور شور مچاتے ہوئے خواجہ غریب نوازؒ کے ڈیرے کی طرف چلے آرہے تھے،اجے پال جوگی نے آتے ہی حضرت کے ڈیرے پر آگ پھینکی،پھر سارے سانپ اور اژدھے ان کی طرف چھوڑ دیئے ،اہل اجمیر اس منظر کو دیکھ رہے تھے ایک جادوگر کا بوریا نشین سے مقابلہ تھا دیکھنے والوں نے اپنی جیتی جاگتی نظروں سے دیکھا کہ حضرت غریب نوازؒ کی طرف بڑھنے والے اژدھے اور سانپ مر چکے تھے ،آگ سرد پڑ چکی تھی ،انواع واقسام کے سحر جب ناکام رہے تھے اجے پال نے حضرت غریب نوازؒ سے استفسار کیا کہ آپؒ نے بارگاہ ایزدی سے کیا منصب پایا ہے اور کس مقام تک آپؒ کی رسائی ہے......؟ آپؒ نے فرمایا۔''جادوگری میں آخری حربہ تیرے بس میں ہے اسے استعمال میں لا۔''اس کے بعد اجے پال نے پوستِ آہو یعنی مرگ چھالا نکالا اور اس پر بیٹھ کر ہوا میں پرواز کرنے لگا اور جب نظروں سے اوجھل ہونے لگا تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنی نعلین چوبی کی طرف اشارہ کیا کہ اجے پال کو حاضر کرو۔نعلین چوبی فوراً ہوا ہو گئیں اور پھر اجے پال جوگی کی ایسی درگت بنی کہ لکڑی کی ان کھڑاؤں سے اس کی توضیع ہو رہی تھی اور وہ زمین کی طرف آرہا تھا،اجمیر کے لوگ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے اور حضرت غریب نوازؒ مراقبہ میں تھے۔

اسے پال جوگی زمین پر آ کر بے ہوش ہوگیا اور اسی عالم میں اس نے نورِ ایمان کے وہ گوشے دیکھ لئے جن سے اس کا سینا منور ہوگیا۔اس نے حضرت غریب نوازؒ سے اپنے افعال کی معافی مانگی، جہاں آرا دختر شاہ جہان نے اپنی تصنیف ''مونس ارواح'' میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی کرامت، روحانیت اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کے فضل وکرم کے آگے اس کی ساحری نہ چل سکی وہ اپنے کئے پر نادم ہوا اور حضرتؒ کے روبرو مشرف بہ اسلام ہوگیا۔آپؒ نے اسے خضر بیابانی کا خطاب مرحمت فرما کر اس کے لئے حیات ابدی کی دعا فرمائی۔یہ دعا مستجاب ہوگئی چنانچہ سنا جاتا ہے کہ خضر بیابانی ابھی تک زندہ ہیں اور اجمیر جانے والے بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ بتاتے ہیں، بعض زائرین کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے شہر تک خضر بیابانی نے مسافر نوازی کا حق ادا کیا اور بعض لوگوں نے اسے رات کے پچھلے پہر جب مزار کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اسے جوگیانہ لباس میں درگاہ میں داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

اجمیر میں قیام کے دوران خواجہ غریب نوازؒ نے مختصر عرصہ میں ہی غیر مسلموں کو دین حقانیت کی متاع سے بہرور کیا آپؒ نے رائے پتھورا کو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن یہ سعادت اس بدنصیب کی قسمت میں نہ تھی اس نے نہ صرف اسلام قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کے درپے ہوگیا مگر آپ اپنی روحانی قوت، کشف وکرامات اور جاذب شخصیت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اتر جاتے رہے اور کسی لحہ بھی ایک سچے مسلمان کے مشن اشاعت اسلام کے فریضہ سے پہلوتہی نہ کی۔

رائے پتھورا پر اس اللہ کے ولی کے گفتار وکردار کا رائی بھر اثر نہ ہوا۔اس نے خواجہ غریب نوازؒ کے کردار کو مشکوک بنانے کیلئے اپنی بیٹی ''بے نظیر'' کو سرکارؒ کے پاس بھیجا، وہ بن سنور کا آپؒ کے پاس آئی لیکن آپؒ نے نگاہیں نیچی کئے اسے دور سے ہی دھتکار دیا۔اس کے بعد آپؒ نے رائے پتھورا کے متعلق یہ پیش گوئی فرمائی کہ ''ما ترا زندہ بمسلماناں سپردیم'' یعنی ہم نے تجھے زندہ مسلمانوں کے حوالے کیا۔

ان ہی دنوں سلطان شہاب الدین محمد غوری نے دوسری مرتبہ غزنی سے ہندوستان پر

فوج کشی کی، رائے پتھورا نے اس کا مقابلہ کیا۔مگر زندہ گرفتار ہوگیا، سیر الاقطاب میں ہے کہ شہاب الدین محمد غوری خراساں میں تھا کہ اس نے ایک رات خواب میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھا جنہوں نے اسے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہندوستان کی بادشاہت عطا فرمانے والا ہے، اس خواب کے بعد سلطان شہاب الدین محمد غوری نے ہندوستان پر فوج کشی کی اور اسے یہ فتح خواجہ اجمیرؒ کے فیوض وبرکات کے طفیل ہوئی۔اللہ کی نصرت اس کے شامل حال تھی۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اجمیر میں شیخ معین الدینؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ان دنوں پرتھوی راج زندہ تھا اور کہا کرتا تھا۔''کیا اچھا ہو جو یہ فقیر (غریب نوازؒ) یہاں سے چلا جائے۔یہ بات وہ ہر شخص سے کہا کرتا تھا۔رفتہ رفتہ یہ اطلاع حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تک پہنچ گئی اور درویش بھی اس وقت موجود تھے۔آپ اس وقت حالت سُکر میں تھے فوراً مراقبہ کیا، مراقبہ ہی میں آپ کی زبان سے ''ہم نے پتھورا کو زندہ ہی مسلمانوں کے حوالے کر دیا'' کے الفاظ دوبارہ ادا ہوگئے۔دوسری طرف پرتھوی راج نے خواجہ غریب نوازؒ کے ہاں حاضری دینے والوں کو موت کی سزا کا حکم سنا دیا اور اس موقع پر اس نے خواجہ غریب نوازؒ کو براہ راست یہ پیغام بھیجا کہ اجمیر سے فی الفور چلے جائیں۔خواجہ غریب نوازؒ اپنی پیش گوئی دوہرا کر چلے گئے، انکی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ صحیح ثابت ہوئے۔

سلطان شہاب الدین محمد غوری اپنے غازیوں کے ہمراہ اجمیر کی طرف بڑھا اس وقت خواجہ غریب نوازؒ اجمیر سے اوش جا چکے تھے۔یہاں سے آپ نے 588ھ بمطابق 1192ھ غزنی کو رونق بخشی۔بعد ازاں دہلی تشریف لے گئے، شہاب الدین محمد غوری کے فاتحانہ اقدام کے ساتھ ہی آپؒ نے اجمیر کی سرزمین کو دوبارہ اپنے بابرکت قدموں سے نوازا۔اس وقت پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کیا جا چکا تھا۔فتح وکامرانی کے شادیانے بج رہے تھے کہ نمازِ مغرب کا وقت ہوگیا۔اذان کی آواز سن کر شہاب الدین غوری اسی سمت چل پڑا، جماعت کھڑی ہوچکی تھی اور خواجہ غریب نوازؒ امامت فرما رہے تھے۔

شہاب الدین محمد غوری بھی جماعت میں شریک ہوگیا،نماز کے اختتام پر یکا یک اس کی نظریں غریب نوازؒ کے چہرے پر پڑیں، یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ وہی سلطان الہند خواجہ اجمیر ہیں جنہوں نے اسے فتح وکامرانی کی بشارت دی تھی۔شہاب الدین آگے بڑھا اور خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں پر گر پڑا اور کافی دیر تک روتا رہا،حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ غریب نواز نے اس کی درخواست پر اسے حلقہ مریدین میں شامل کرلیا۔

یہ وہ دور تھا جب اجمیر کی سرزمین خواجہ غریب نوازؒ جیسے بوریا نشین کے سجدوں اور دعاؤں سے آزاد ہو چکی تھی۔سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے اجمیر میں تشریف لانے سے قبل سارے ہندوستان میں کفر وشرک اور بت پرستی کا رواج تھا اور ہندوستان کا ہر سرکش حکمران انا ربی کم الاعلیٰ کا دعویٰ کرتا تھا۔سب لوگ اپنے آپ کو خدائے عزوجل کا شریک ٹھہراتے تھے اور پتھر، ڈھیلے، درخت، چوپائے، گائے اور اس کی گوبر کو سجدہ کرتے تھے۔کفر کی تاریکی سے ان کے دلوں پر قفل اور بھی مضبوط ہو گئے تھے۔اس آفتاب اہل یقین کے تشریف لانے پر جو کہ حقیقت میں معین الدین تھے۔اس ملک کی تاریکی نورِ اسلام سے روشن اور منور ہوئی۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیر میں سکونت اختیار کرنے کے بعد روحانی طور پر تو اپنے مرشد کامل خواجہ عثمان ہارونیؒ کے قریب تھے لیکن حقیقت میں ان کی مفارقت آپ کو گوارا نہ تھی۔اس وقت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ بغداد میں مقیم تھے۔چنانچہ خواجہ غریب نوازؒ ان کی قدم بوسی کی خاطر 598ھ میں بغداد روانہ ہوئے، بغداد پہنچ کر کچھ عرصہ قیام فرمایا، مرشد کامل کے سامنے بیٹھ کر نگاہوں کی پیاس بجھاتے رہے پھر بغداد شریف کو عزت افزائی بخشی اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی درگاہ میں معتکف رہے۔یہاں سے غزنی پہنچ بعد ازاں دہلی سے ہوتے ہوئے تیسری بار اپنے مستقر اجمیر تشریف لائے تھوڑی مدت رہنے کے بعد دوبارہ خراسان چلے آئے اور تصنیف وتالیف میں منہمک رہے۔610ھ میں دہلی سے ہوتے ہوئے چوتھی بار اجمیر تشریف لائے اور اس کے بعد اجمیر کی سرزمین کو کبھی داغ مفارقت نہ دیا۔اجمیر آپ ایسے وارث النبی فی الہند کی مساعی جمیل سے گہوارہ ہدایت بنا جہاں سے اسلام

کی شعائیں ہندوستان کی دور دراز تاریکیوں تک پھیلتی رہیں۔

حضرت خواجہ غریبؒ کی حیات اقدس کے باب میں تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ آپؒ نے دو شادیاں کیں۔آپؒ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت بی بی امۃ اللہ تھیں، جو کسی ہندو راجہ کی بیٹی تھیں اور انہوں نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول فرمایا تھا، جب کہ آپؒ کا دوسرا نکاح اجمیر کے کوز حضرت میراں سید حسین خنگ سوارؒ کی چچا زاد بہن حضرت بی بی سیدہ عصمت سے ہوا،محترمہ بی بی عصمت حضرت سید وجیہ الدین کی صاحبزادی تھیں۔ان ہر دو ازدواج مطہرات کے بطن سے آپ کے تین فرزند اور ایک دختر متولد ہوئے۔حضرت شیخ سید عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ فخر الدینؒ، حضرت خواجہ سید حسام الدین اور بی بی حافظ جمالؒ، حضرت بی بی امۃ اللہ کی اولاد تھے۔دوسری بیوی حضرت بی بی عصمت اللہ سے حضرت خواجہ سید ضیاء الدین ابو سعید پیدا ہوئے مگر علامہ خواجہ صفیؒ، خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ پہلی بیوی کے شکم سے صرف ایک صاحبزادی بی بی حافظ جمال پیدا ہوئیں اور آپؒ کے تینوں فرزند بی بی عصمت اللہ کے بطن مبارک سے متولد ہوئے۔

بہر کیف اس امر سے کسی مصنف یا مولف کو انکار نہیں کہ آپؒ کی ایک بیٹی اور تین بیٹے تھے۔

سرکار غریب نوازؒ کے بڑے لڑکے کا نام خواجہ سید احمد المعروف فخر الدین تھا، جو خواجہ احمدؒ کے نام سے بھی مشہور تھے فوائد الفواد کے مطابق خواجہ فخر الدین احمدؒ 611ھ میں پیدا ہوئے اور ساری عمر یادِ الٰہی میں مستغرق رہے۔فارغ اوقات میں گزر بسر کیلئے کھیتی باڑی کرتے تھے۔652ھ میں رحلت فرمائی۔اجمیر شریف سے تقریباً 35 میل یعنی 57 کلومیٹر دور قصبہ سرواڑ میں دفن کئے گئے جہاں آج بھی ایک تالاب کے کنارے آپؒ کا مزار زائرین کی توجہ کا مرکز ہے۔خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دینے والے یہاں بہر صورت عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔تین سے چھ شعبان المعظم تک آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

خواجہ غریب نوازؒ کے دوسرے فرزند ارجمند خواجہ سید علی المعروف ضیاء الدین ابو سعیدؒ کے متعلق تذکرہ نگاروں نے تحقیق کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، جب کہ آپ کی اولاد میں سے

خواجہ سید احمد اور خواجہ سید وحید بڑے مشہور المعروف بزرگ ہیں جن اولاد جاری ہے۔ آپ کا مزار عالیہ حضرت خواجہ بزرگ غریب نوازؒ اجمیری کی درگاہ شریف میں شاہی گھاٹ سے متصل جھالرہ کے اوپر واقع ہے۔ آپؒ کے تیسرے لخت جگر خواجہ سید جعفر المعروف حسام الدینؒ کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ عالم شباب ہی میں گھربار اور وطن کو خیر باد کہہ کر ابدالوں کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اولیاء و مشائخ کے مزارات پر حاضری دیتے رہے، ساری عمر زہد و ریاضت میں گزاری اور جنگلوں میں رہتے رہے، حتیٰ کہ کسی کو بھی آپؒ کی تاریخِ رحلت اور مقام کا علم نہیں ہوسکا اور یوں آپ نے زندگی گوشۂ گمنامی میں بسر کی۔

حضرت بی بی حافظ جمال کا مزار خواجہ بزرگؒ کے قبہ شریف کے بیرونی حصہ میں ہے۔ آپؒ کے متقی و پرہیزگار ہونے کا زمانہ معترف ہے۔ آپؒ کی شادی سید رضی الدین ناکوریؒ سے ہوئی۔ 19 رجب المرجب کو بی بی حافظ جمالؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔ برصغیر کے دور دراز شہروں سے عورتیں کثیر تعداد میں آپ کے مزار پر حاضری دینے آتی ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال مبارک کے بعد ان کی اولاد امجاد میں سے صرف سید احمد المعروف خواجہ فخر الدینؒ اور سید علی المعروف ضیاء الدین ابوسعیدؒ سے اولاد کا سلسلہ جاری ہوا۔

حضرت خواجہ سید احمد فخر الدینؒ کے صاحبزادے خواجہ سید حسام الدینؒ سوختہ تھے۔ حضرت فخر الدینؒ نے آپؒ کا نام اپنے پیارے بھائی کی یاد میں ان کے نام پر رکھا تھا، حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے پوتے سید حسام الدین سوختہ نے حضرت سید محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے فیض حاصل کیا آپؒ کا مزار مبارک اجمیر سے 80 میل یعنی 129 کلومیٹر کی مسافت پر سانبھر میں ہے۔ ان کے بعد آپؒ کی اولاد امجاد میں سے حضرت خواجہ سید معین الدین خوردؒ اور حضرت خواجہ سید قیام الدین باریالؒ کا ذکر آتا ہے۔ حضرت خواجہ سید معین الدین خورد کی اولاد میں سے خواجہ سید فخر الدین ابوسعید، خواجہ سید وحید الدین اور حضرت خواجہ سید نظام الدین تینوں بیٹوں سے اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت خواجہ قیام الدین باریال کی اولاد میں خواجہ سید نجم الدین سے اولاد جاری ہے سجادہ نشین دیوان سید آل حبیب علی خاں چشتی الکاظمی مدظلہ العالی آپ ہی کی اولاد امجاد میں سے

چلے آرہے ہیں۔

خواجہ سید معین الدین خورد کے بیٹے خواجہ سید فخر الدین المعروف ابوسعید کے تین بیٹے خواجہ سید سعید الدین، خواجہ سید کمال الدین، خواجہ سید نجم الدین، سعید الدین کے سید نجیب الدین المعروف محمود شاہ چشتی کی اولاد میں سے فقیر (مولف) کے پر دادا سید چراغ علی شاہ المعروف سوہترے شاہ کا شجرہ 18ویں پشت میں ملتا ہے جو فقیر کے پاس قلمی موجود ہے۔

سید چراغ علی شاہؒ کے تین بیٹے، سید مراد علی شاہؒ، سید سردار علی شاہؒ، سید نواز علی شاہؒ تھے، سید مراد علی شاہؒ وجوہا شریف تحصیل نکودر ضلع جالندھر انڈیا میں ہی رہ گئے تھے۔ سید سردار علی شاہؒ اور سید نواز علی شاہؒ پاکستان آگئے۔ سید سردار علی شاہؒ کے بیٹے سید ایوب علی شاہ۔ سید نواز علی شاہ کے تین بیٹے سید محمد علی شاہ، سید رفیق شاہ، سید محمد حسین شاہ موجود ہیں۔

☆-----☆-----☆

اثبات اولادِ خواجہ غریب نوازؒ ایک نظر میں

"اخبار الاخیار" میں حضرت شیخ المحقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ کی عمر آخر کے قریب پہنچی ایک رات خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں معین الدین "معین دین منی چرا سنتے رااز ستہائے من ترک نمودی" اتفاقاً اسی رات ملک خطاب نے جو حضرت خواجہ کے متوسلین میں سے تھے ہندوؤں پر حملہ کیا اور ہند کے راجہ کی ایک دختر ان کے ہاتھ آئی۔ انہوں نے اسے خواجہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہی ایام میں سید وجیہ الدین مشہدی نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہوا کہ اپنی دختر نیک اختر کو خواجہ معین الدین کے سپرد کرو، اور ان کے عقد نکاح میں دے دو، انہوں نے یہ واقعہ خواجہ بزرگ کو سنایا اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا سید اگرچہ ہم بوڑھے ہو گئے لیکن حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر چارہ نہیں ہے اور حضرت امیر حسن علا سنجریؒ بھی فوائد الفواد شریف میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے روایت کرتے ہیں نیز حضرت شیخ محدث اور دیگر بزرگوں نے اس حکایت کا ذکر کیا ہے کہ ایک روز میں اور نصیر الدین طالب علم حضرت شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنجؒ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے

تھے۔ ایک جوگی آیا اور زمین کو بوسہ دیا۔ نصیر الدین نے جوگی سے پوچھا بابو جیو۔۔۔ انسان کے سر کے بال کس طرح بڑے ہوتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ پوچھنا حضرت شیخ کی موجودگی میں ناگوار گزرا۔ اسی درمیان میں خواجہ وحید نبیرہ (پوتے) خواجہ معین الدینؒ آئے اور انہوں نے بیعت کی التماس کی۔ شیخؒ نے فرمایا۔ "میں نے یہ تمہارے خانوادے سے پایا تھا تو میری کیا مجال کہ تمہارا ہاتھ ارادت کی نیت سے پکڑوں"۔ خواجہ وحید نے بہت عاجزی کی اور مرید اور محلوق (سر منڈے) ہو گئے اور یہ طالب علم نصیر الدین بھی محلوق ہو گئے۔ درویشوں کی صحبت کی برکت نے اس پر اثر کیا۔ یہ روایت صریحاً دلالت کرتی ہے کہ وجود اولادِ خواجہ یقینی ہے کیونکہ حسن سنجری نے حضرت سلطان المشائخ سے سنا ہے اور حضرت سلطان المشائخ نے اس واقعہ کو اپنی موجودگی میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت شیخ العالم کا یہ فرمانا نص صریح ہے اولادِ خواجہ کے اثبات پر کیونکہ حضرت شیخ فرید الدین نے آخر زمانہ میں حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کی اور خواجہ غریب نواز کی زبان مبارک سے ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ قطب الدین تم نے ایک شہباز قبضہ میں کیا ہے۔ جو سدرۃ المنتہیٰ سے بھی بلند آشیانہ بنائے گا۔

"سرور الصدور" میں حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی سوالی ناگوری بھی بیان کرتے ہیں جبکہ ہمارے خواجہ کے ہاں فرزندان تولد ہوئے تو ایک دن خواجہ بزرگ نے مجھ سے پوچھا کہ حمید یہ کیوں ہے کہ جب ہم مجرد تھے، جو کچھ خدا سے طلب کرتے تھے جلدی پا لیتے تھے مگر اب جبکہ متاہل ہو گئے ہیں، جب اس سے کوئی چیز طلب کرتے ہیں تو کام ہونے میں دیر لگتی ہے اور تاخیر سے انجام پذیر ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا، حضرت مریم علیہا السلام کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد سے قبل جنت کے میوے پہنچتے تھے جب حضرت زکریا علیہ السلام نے ان سے پوچھا یہ تم نے کہاں سے لئے تو حضرت مریم جواب میں کہتیں: "یہ اللہ کی جانب سے ہے" لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کے بعد منتظر ہوتی تھیں کہ میوہ بلا طلب پہنچ جائے گا لیکن فرمان باری تعالیٰ ہوا۔

(ترجمہ:۔ درِ کھجور کی ٹہنی پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گریں گی

سورۃ مریم:۲۵)

جب آپ نے مجھ سے یہ بات سنی تو بہت پسند آئی اور بہت تحسین فرمائی۔ یہ عبارت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت خواجہ کی اولاد تھی کیونکہ حضرت شیخ حمید الدین سوالی قدس سرہ حضرت خواجہ بزرگ کے پیوستگان میں سے ہیں اور حضرت مریم کے قصہ کی نظیر لانا وجود اولاد خواجہ بزرگ ؒ کیلئے واضح دلیل ہے۔ "فوائد الفواد" میں بھی خواجہ حسن سنجری لکھتے ہیں۔ میں نے خواجہ احمد نبیرہ حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ کی زبانی سنا ہے اور یہ خواجہ احمد بہت صالح تھے۔ انہوں نے کہا میرا ایک رفیق تھا جو ہمیشہ دو رکعت نماز نفل برائے حفظ الایمان پڑھا کرتا تھا۔ صاحب سیرُ الاولیاء لکھتے ہیں۔ فرزندان شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین کاشتکاری کرتے تھے۔ حاکم وقت ان سے مزاحمت کرتے تھے چنانچہ آپ کے فرزندوں نے حضرت خواجہ کو آمادہ کیا کہ آپ شہر جائیں اور بادشاہ سے فرمان حاصل کریں اس ضرورت سے حضرت خواجہ بزرگ اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ کے پاس قیام فرمایا۔

قطب الاقطاب نے فرمایا آپ کو جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ گھر میں رہیئے، میں جا کر فرمان لاتا ہوں۔ حضرت شیخ محدث دہلوی بھی "اخبار الاخیار" میں خواجہ معین الدین خورد کے ذکر میں فرماتے تھے، شیخ حسام الدین سوختہ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ قیام الدین بابریال نہایت حسین، شجاع اور صاحب ہیبت وعظمت تھے۔ ان میں سے ہر ایک یعنی خواجہ معین الدین خورد اور شیخ قیام الدین کثیر العیال ہیں چشت خان جو مندو میں تھے خواجہ معین الدین خورد کی اولاد سے ہیں اور ان کا نام شیخ قطب الدین ہے۔ سلطان محمود خلجی نے ان کو چشت خان خطاب دیا اور بارہ ہزار سوار کا سالار بنا دیا۔ جب سلطان محمود کا اجمیر پر غلبہ ہوا تو چاہا کہ اجمیر چشت خان کے حوالہ کر دے لیکن وہ چونکہ مندو میں چھوٹے سے بڑے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے اس کو اختیار نہیں دیا حضرت معین الدین خورد کے تین صاحبزادے تھے خواجہ سید فخر الدین، خواجہ سید وحید الدین اور خواجہ سید نظام الدین۔

شیخ قیام الدین بابریال کی اولاد سے شیخ بایزید ہیں ان کو شیخ بایزید بزرگ کہتے ہیں،

دانشمند تھے۔ خواجہ بزرگ کے روضہ میں درس دیتے تھے، شیخ احمد مجدد ؒ اور دوسرے بزرگان ان کے شاگرد ہیں، لوگوں کا اختلاف جو فرزندان خواجہ میں ہے وہ انہی شیخ بایزید کے بارے میں ہے، اختلاف کا منشا یہ ہے کہ جب دار المملکت سلطنت دہلی میں فتور پیدا ہو گیا تو کافر دیار اجمیر پر غالب آ گئے اور خواجہ معین الدین خورد کے فرزندان مندو چلے گئے اور وہاں سکونت اختیار کی اور شیخ قیام الدین کے نبارُ (پوتے) جانب گجرات چلے گئے، تحصیل علم کیا اور شیخ بایزید بزرگ بغداد کی جانب چلے گئے اور تحصیل علم فرمائی۔ جب سلطان محمود خلجی نے سالہا سال کے بعد اجمیر پر غلبہ پایا اور اس دیار کے کفار پر غلبہ پایا تو شیخ بایزید مندو تشریف لے آئے۔ شیخ محمود دہلوی مندو کے شیخ الاسلام تھے۔ علماء اور صلحا کے صدارت ان سے متعلق تھی انہوں نے اپنی دختر شیخ بایزید کو نکاح میں دے دی اور سلطان محمود خلجی، شیخ بایزید کا معتقد ہو گیا۔ چشت خان کو عصبیت کے سبب بادشاہ کا اعتقاد ان کے ساتھ پسند نہ آیا، سلطان محمود علماء اور مدرسین کے تقرر کیلئے اجمیر میں تھے، چشت خان اس کا سبب بن گئے کہ بایزید کو بھی اجمیر بھیج دیں تاکہ روضہ مبارک میں درس دیں، اجمیر میں ایک مدت اقامت کے بعد ایک جماعت نے ان کی فرزندی کا انکار کر دیا اور بادشاہ تک یہ بات پہنچائی۔ بادشاہ نے اس زمانے کے علماء اور مشائخ سے استفسار کیا۔ مخدوم خواجہ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری کہ جو اجمیر کے قدیم لوگوں اور علماء میں سے تھے اور دوسرے علماء نے بھی گواہی دی کہ شیخ بایزید، شیخ قیام الدین بابریال اور ابن حسام الدین ابن شیخ فخر الدین ابن شیخ خواجہ معین الدین کے فرزندوں میں سے ہیں۔ فی الحقیقت خواجہ حسین ناگوری کا اعتراف ہی کافی ہے کیونکہ وہ ولی تھے اور ان کے سلسلہ کو پہچاننے والے تھے اسی وجہ سے انہوں نے حضرت شیخ بایزید کے فرزندوں سے رشتہ داری قائم کی اور ان کو اپنی دختر نکاح میں دی، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آپ کی فرزندی کی نسبت تحقیق شدہ تھی، الغرض وجود اولاد خواجہ ؒ اور پوتے یقیناً ہیں اور جو بعض کہتے ہیں خواجہ صاحب کی اولاد نہیں تھی، مطلقاً غلط ہے۔ خواجہ ؒ بزرگ کی اولاد کا ذکر مشائخ چشت کے ملفوظات میں مذکور ہے اور شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میاں نجم الدین کے حال کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ وہ خواجہ قطب الدین

قدس سرہٗ کے جوار میں رہتے تھے اور حضرت خواجہ کی روحانیت سے رخصت طلب کر کے اجمیر پہنچ گئے اور قریب زمانے میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ خواجہ معین الدین بزرگ نے اپنی اولاد میں کسی کے خواب میں اشارہ کیا کہ شاہ نجم الدین جو وفات کے قریب ہیں ان کی میرے حجرے کے سامنے جگہ ہوگی اب ان کی قبر اسی جگہ ہے۔ گلزار ابرار میں ہے کہ کچھ لوگ اس پر ہیں کہ خواجہ صاحب فرزند نہ رکھتے تھے۔ اور ایک جماعت اس رائے پر ہے کہ دو بیویاں تھیں ایک سید وجیہہ الدین مشہدی کی صاحبزادی اور دوسری راجا کی بیٹی جو ملک خطاب کی قید میں آئی جو خواجہ کے مرید تھے، انہوں نے پیر کی خدمت میں بھیج دیا۔ ایسے ہی سلطان التارکین ناگوری کا ارشاد بھی خواجہ کے اعیال مند ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس قصہ کے بعد ذکر کیا اور فرمایا ان کی گذارشات کے باوجود کچھ لوگ معین الدین کو حصور سمجھتے ہیں یہ محض اٹکلیں ہیں۔

جوامع الکلم: جوشہباز میدان حقیقت حضرت سید محمد گیسو دراز ؒ کے ملفوظات ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الدین نے غریب نواز اجمیری ؒ سے سوال کیا کہ اجمیر سے دہلی آمد کا کیا سبب ہے جواباً خواجہ بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ فخر الدین زراعت کرتے ہیں حاکم زمین کے بارے میں ان سے مزاحمت اور فرمان مانگتا ہے اور میرے بیٹے مجھے معذور نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اصرار کر کے مجھے یہاں بھیج دیا۔ تم مجھے رائے دو کہ میں کس سے کہوں کہ یہ غرض حاصل ہو جائے حضرت قطب الاقطاب نے عرض کی مجھے اجازت دیں کہ میں یہ کام کروں، شیخ نے فرمایا جاؤ اور کرو۔

ابراہیمیہ: رسالہ ابراہیمیہ میں ذکر ہے کہ خواجہ بزرگ قدس سرہ کی بیویاں اور فرزندان تھے چنانچہ ملفوظات شیخ حمید الدین سوالی ناگوری قدس سرہ جو خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ ہیں کہ ایک شب حضرت خواجہ بزرگ نے پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت نے فرمایا۔ اے معین الدین تم ہمارے دین کے معین ہو اور ہماری سنتوں میں سے ایک سنت ترک کرتے ہو۔ جب صبح ہوئی تو ملک خطاب حاکم قلعہ بٹیلی جو خواجہ بزرگ کے مریدوں میں سے تھا۔ راجگان میں سے ایک کی دختر قید کر کے لایا اور حضرت خواجہ کی

خدمت میں بھیج دیا آپ نے قبول فرما کر بی بی امۃ اللہ نام رکھا۔ بی بی حافظ جمال ان سے متولد ہوئیں۔ چند روز کے بعد سید وجیہہ الدین مشہدی کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے خواب میں فرمایا کہ اپنی دختر کو خواجہ معین الدین کے نکاح میں دے دو جب یہ مقدمہ خواجہ بزرگ کے پاس پہنچا اور جعفر صادق علیہ السلام کے حکم باطنی کی وجہ سے سید وجیہہ الدین کی دختر جن کا نام بی بی عصمت تھا ان کو بھی اپنے نکاح میں لے آئے ان سے بیٹے پیدا ہوئے۔

مُلا محمد قاسم فرشتہ: تاریخ فرشتہ کے بارہویں مقالے میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ نے دوسری مرتبہ جب دہلی سے مراجعت فرمائی تو آپ نے نکاح فرمایا۔ اس کی شرح اس طرح ہے کہ سید وجیہہ الدین مشہدی جو سید حسین مشہدی کے چچا اور داروغہ اجمیر تھے۔ ان کی ایک صاحبزادی تھیں با کمال صاحب حسن و عفت تھیں جب حد بلوغ کو پہنچ گئیں تو چاہتے تھے کہ ان کو کسی بزرگ خاندان کے حوالے کر دیں اس تعین میں متردد تھے یہاں تک کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے فرزند وجیہہ الدین۔ رسالت پناہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اس بات پر ہے کہ اس لڑکی کو معین الدین چشتی کے حبالہ نکاح میں لاؤ کہ وہ اصلان درگاہ خداوندی اور خاندان رسالت پناہی سے ہیں جب وجیہہ الدین نے بات حضرت خواجہ کو بتائی تو خواجہ نے فرمایا کہ میری عمر آخر کو پہنچ گئی ہے مگر چونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا اشارہ ہے بجز اطاعت چارہ نہیں ہے پس شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا پورا کرتے ہوئے ان کو اپنی زوجہ بنالیا۔ چنانچہ ان سے بیٹے پیدا ہوئے۔

تزک جہانگیری:۔ سلطان نور الدین جہانگیر بن سلطان محمد اکبر بادشاہ غازی کی تصنیف ہے۔ مرقوم ہے کہ خواجہ حسین نبیرہ خواجہ معین الدین چشتی ایک ہزار روپیہ برائے خرچ شش ماہ دادم یعنی خواجہ حسن نبیرہ خواجہ معین الدین چشتی کو ایک ہزار روپیہ برائے خرچ چھ ماہ دیے جاتے ہیں۔

مونس الارواح:۔ میں شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان غازی کہتی ہیں کہ بعض

لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت خواجہ متاہل نہیں ہوئے اور بعض کہتے ہیں ان کے فرزند نہیں ہوئے یہ دونوں قول غلط ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ حضرت متاہل ہوئے چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبارالاخیار میں لکھا کہ آنحضرت نے دو بیویاں کیں ایک بی بی عصمت جن کا ذکر پہلے مرقوم ہو چکا۔ دوسری پیر دستگیر غریب نواز اجمیری نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ہمارے دین کے معین ہو اور ہماری سنتوں میں سے ایک سنت ترک کر دی۔ اتفاقاً ایک حاکم ملک خطاب جن کا نام تھا انہوں نے کافروں کی حدود میں حملہ کیا اور اس دیار کے راجا کی لڑکی گرفتار ہوئی۔ ملک خطاب حضرت غریب نواز پیر دستگیر کے مرید تھے چنانچہ اس دختر کو حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ خواجہ بزرگ نے ان کو قبول کر کے بی بی امتہ اللہ نام رکھ دیا اور دونوں خواتین سے اولاد ہوئی۔

سیرالاقطاب: میں لکھا ہے آنحضرت سلطان شمس الدین کے عہد میں دو مرتبہ دہلی تشریف فرما ہوئے اول مرتبہ جب اجمیر شریف واپس تشریف لے گئے تو متاہل ہو گئے وہ اس طرح ہوا تھا کہ میر سید وجیہہ الدین مشہدی اجمیر میں حاکم تھے۔ ان کی ایک پاک و پارسا صاحبزادی تھیں جن کا نام بی بی عصمت تھا۔ جب وہ بلوغ کو پہنچیں تو ان کے والد نے چاہا کہ ان کو کسی مناسب شخص کے نکاح میں دیدیں مگر کسی شخص کو ان کے حال کے موافق نہیں پایا اسی فکر میں تھے کہ ایک شب امیر المومنین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں وجیہہ الدین حضرت سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یوں ہے کہ اپنی بچی کو قطب المشائخ معین الدین کے سپرد کر دو۔ جب بیدار ہوئے تو آنحضرت کی خدمت میں آئے اور اظہار کیا۔ آنحضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن "فرمان مطاع کونین سرکار عرش آثار را انکار نمی توانم کرد" یعنی سرکار کونین کے فرمان کا انکار نہیں کر سکتا پس عقد نکاح باندھ لیا۔

آنحضرت غریب نواز کی دوسری اہلیہ سے نکاح کا واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک شب حضرت غریب نواز نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ

فرماتے ہیں کہ معین الدین تم ہمارے دین کے معین ہو، نہیں چاہئے کہ ہماری سنت ترک کرو اتفاقاً اسی شب حاکم بٹیلی ملک خطاب نے کافروں پر حملہ کیا راجا کی بیٹی ہاتھ آئی جس کو انہوں نے خواجہ صاحب کے خدمت میں پیش کیا۔ خواجہ بزرگ نے ان کو قبول کر کے بی بی امتہ اللہ نام رکھا پھر ان تاج المستورات سے ایک دختر پیدا ہوئیں جن کا نام بی بی حافظہ جمال رکھا۔ عوام الناس کہتے ہیں کہ بی بی حافظہ جمال حضرت کی حقیقی دختر نہیں ہیں بلکہ منہ بولی بیٹی ہیں۔ یہ محض غلط ہے کیونکہ مقدمات میں معتبر کتب میں دیکھ چکا ہوں لہذا قول عوام درست نہیں ہے۔ بعض ایسی ہی رائے حضرت خواجہ کے فرزندوں کے بارے میں بھی رکھتے ہیں کہ حضرت کوئی فرزند نہیں رکھتے تھے، لیکن یہ ثابت ہے کہ حضرت کے تین پسران ارجمند تھے۔ سیرالاقطاب نے حضرت خواجہ کے دونوں نکاحوں کے بیان میں تقدیم و تاخیر کر دی یعنی بی بی امتہ اللہ کا ذکر جو پہلے تھا وہ موخر کر دیا اور بی بی عصمت کا تذکرہ دیگر کتب سے مقدم کر دیا۔ چنانچہ یہ بات قارئین احوال پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ویسے بھی جب آپ نے ایک نکاح کر لیا تو دوسرے نکاح کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ معین الدین! تم میرے دین کے معین ہو' میری سنت کو ترک کرتے ہو۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے پہلے بی بی امتہ اللہ سے نکاح فرمایا جس کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیا تھا۔

مراۃ الاسرار:۔ سلطان شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ کے عہد سعادت نشاں میں تالیف ہوئی ہے صاحب مراۃ الاسرار کہتے ہیں کہ جو کچھ برائے تعصب مورخوں نے تاریخ اکبرنامہ اور اقبال نامہ میں لکھا ہر شخص پر ظاہر ہے لیکن ہمارے پیران چشت کے ملفوظات سے محقق ہوتا ہے کہ خواجہ بزرگ کی بیویاں اور فرزندان ہوئے ہیں، چنانچہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری قدس سرہ خلیفہ خواجہ بزرگ ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ ایک شب حضرت خواجہ بزرگؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ معین الدین! تم ہمارے دین کے معین ہو لیکن ہماری سنتوں میں سے ایک سنت ترک کرتے ہو۔ جب صبح ہوئی قلعہ بٹیلی کے حاکم ملک خطاب جو حضرت خواجہ کے مریدوں میں

سے تھے، راجگان میں سے ایک کی دختر کو قید کر کے لائے اور خدمت خواجہ میں بھیج دی خواجہ نے ان کو قبول فرما کر بی بی امتہ اللہ نام رکھا۔ بی بی حافظہ جمال ان سے متولد ہوئیں۔ چند روز بعد سید وجیہہ الدین مشہدی جو چچا تھے شیخ حسین مشہدی کے انہوں نے خواب میں دیکھا امام جعفر صادق علیہ السلام کو جو فرماتے ہیں کہ اپنی دختر کو خواجہ معین الدین کے نکاح میں دے دو جب یہ قصہ حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں پہنچا تو موجب امر باطن امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت خواجہ نے شیخ وجیہہ الدین کی بیٹی جن کا نام بی بی عصمت تھا اپنے نکاح میں لے آئے۔ ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے شیخ فخر الدین، شیخ ضیاء الدین ابو سعید اور شیخ حسام الدین سوختہ ابو سعید سب سے چھوٹے تھے۔

خزینۃ الاصفیاء: نے بیان کیا ہے کہ حضرت خواجہ کی دو پارسا اور عفیفہ اہلیہ تھیں، اول سید وجیہہ الدین مشہدی، جو سید حسین مشہدی المعروف بہ خنگ سوار (سفید گھوڑے پر سوار) کے چچا تھے کی صاحبزادی ہیں کہ ان کے والد بزرگوار نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم باطنی سے جو ان کو خواب میں ملا تھا اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت خواجہ سے کر دیا اور اس عفیفہ کا نام نامی بی بی عصمت تھا اور تین بیٹے ان عفیفہ کے بطن سے وجود میں آئے تھے۔ یکے خواجہ ابو سعید دوم خواجہ فخر الدین سوم خواجہ حسام الدین قدس اللہ سرہم العزیز اور جو کہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ لاولد تھے ان کی یہ بات ہرگز لائق اعتبار نہیں ہے اور حضرت خواجہ کی دوسری اہلیہ راجائے ہند میں سے ایک کی بیٹی تھیں اور ان کا حضرت غریب نواز کے نکاح میں آنے کا سبب یہ ہے کہ حاکم قلعہ بٹیلی ملک خطاب نے اس دیار کے ہندوں پر حملہ کیا اور راجا کی دختر کو قید کر کے لے آئے بطور نذرانہ حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں پیش کیا تو آنحضرت نے اس کو قبول کیا اور بی بی امتہ اللہ نام رکھ کر اپنے نکاح میں لے آئے ان تاج المستورات کے بطن عفت سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو بی بی حافظہ جمال کے نام سے موسوم ہوئیں جو نہایت عابدہ تھیں۔

حضرت خواجگان کی ان عبارات سے جو ہم نے ذکر کی ہیں ہر ایک نص صریح ہے حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد کے اثبات سے انکار صرف غبی، جاہل اور کج رو دشمن ہی کرے

گا جو دائرہ بحث سے خارج ہے۔ "مناقب المحبوبین" کے مرتب حاجی نجم الدین سلیمانی تھے جو قصبہ جھونجنوں نزد جے پور ہندوستان کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری کی اولاد سے تھے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں پہلی بار تونسہ شریف حاضر ہو کر حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں ہی خلافت و اجازت کی نعمت سے مشرف ہو گئے مناقب المحبوبین حاجی صاحب کی فارسی تصنیف ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مرحوم سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف کتاب مذکور کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ مناقب المحبوبین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر حضرت خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ تک سلسلہ چشتیہ کے ملفوظات میں ایک مستند کتاب ہے۔ یہ فارسی میں ہے جس کا اب رواج نہیں رہا۔ الحمد للہ کہ پروفیسر خلیفہ افتخار احمد صاحب چشتی کو اس کے اردو ترجمے و تلخیص کا شرف حاصل ہوا۔

اس کتاب میں بھی حضرت خواجہ بزرگ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی شادی اور ان کی اولاد کے بارے میں تحریر ہے کہ آپ نے اجمیر شریف میں آ کر دو عورتوں سے شادی کی۔ ایک بی بی عصمت دختر سید وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ جو سید حسین "خنگ سوار (سفید گھوڑے پر سوار) کے حقیقی چچا تھے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد سے تھے دوسری بیوی کا نام بی بی امتہ اللہ تھا جو نواح اجمیر کے ایک راجہ کی بیٹی تھیں۔ ان دونوں بیویوں سے آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی بی بی حافظہ جمال تھیں بیٹوں میں سے سب سے بڑے سید فخر الدین تھے۔ ان کے بارے میں مؤلف مناقب لکھتے ہیں کہ ان کی اولاد آج تک کہ سن ۱۲۷۸ھ ہے اجمیر شریف میں سجادہ نشین ہے اور اس وقت دیوان سراج الدین سجادہ نشین ہیں۔ دوسرے بیٹے کا نام ابو سعید ضیاء الدین تھا اور تیسرے بیٹے کا نام حسام الدین تھا۔

قیامِ اجمیر کی مدت

قیامِ اجمیر کی مُدت: ۲۳ سال

پیغام: محبت، اخوت، مساوات

طریقِ تبلیغ: ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآنِ حکیم، عشقِ رسولؐ، اتباعِ سُنت اور پابندیِ صوم صلوٰۃ۔

لباس: سادہ

خوراک: روزانہ صرف ۵ مثقال کی روٹی، ایک مثقال ساڑھے چار ماشے وزن کا ہوتا تھا (سونے کا سکہ جو عرب میں رائج تھا)

خالقِ کائنات نے بنی نوع انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی انسانی عظمت کی تشکیل فرمائی تھی اور اس کا مکمل اظہار اس وقت ہوا، جب اللہ وتبارک وتعالیٰ نے حضور سیّد المرسلین ﷺ کے مقدس وسیلے سے بلا امتیاز و رنگ و نسل کرہ ارض کے تمام انسانوں کو ابدی نجات کا پیغام دیا۔ یہ درحقیقت دینِ حقہ کا پیغام تھا جس کے ابتدائی ۲۳ سال سرورِ دو عالمؐ کی حیاتِ طیبہ اور آل رسولؐ کے دَور کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اسلامی تحریک کے ان ۶۳ برسوں میں محبوبِ خداؐ کے تربیت یافتہ جاں نثاروں کی بہت بڑی تعداد مصروفِ تبلیغ عمل رہی اور زندگی کے ہر شعبہ میں کلمۃ الحق کے شیدائی اسلام کے اصولوں پر سختی سے عمل پیرا

رہے۔ اگرچہ اس ابتدائی دَور میں مُسلمان کہیں کہیں باہمی قتال و جدال میں مبتلا ہوئے، لیکن اسلام کے اصولوں پر اُن کے راسخ العقیدہ ہونے میں قطعاً کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر جب خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی تو ملّتِ اسلامیہ کے افراد بظاہر انفرادی حیثیت سے اسلامی اصولوں کے پابند نظر آتے تھے، لیکن اجتماعی طور پر ان میں یہ خوبی مفقود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بنو اُمیّہ اور بنو عباس کی ملوکیت نے دین کے تقدس اور وقار کو مجروح کر کے رکھ دیا اور گردشِ لیل و نہار کے ساتھ ساتھ وعظ اور محتسب ایک دوسرے کے شریک و سہیم دکھائی دینے لگے۔ وہ حرص و ہوس کے بندے کہلائے اور بادشاہوں کے غلام تصوّر کئے گئے۔ آل رسول، اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کا جہاد، اس تنگ نظری، متعصب خیالی، ناانصافی اور جبر و تعدی کے خلاف ایک شدید رَدِ عمل تھا۔ ان میں خواجہ غریب نوازؒ پیش پیش تھے۔

حضور سرورِ کائناتؐ نے اپنے قول و عمل سے پیغامِ الٰہی کی جس طرح تصدیق فرمائی، خواجہ غریب نوازؒ جیسے درویش صادق اور فقیر کامل نے اسے سرفروشانہ انداز میں اپنایا اور پیغامِ الٰہی کی تفسیر بن کر یہ ثابت کر دکھایا کہ زمین پر خوشبوؤں سے زیادہ پاکیزہ اور بادلوں سے بڑھ کر مقدّس زندگی گزارنا ہی رضائے خُداوندی اور منشائے تخلیق آدمیت ہے۔ آپؒ بحکمِ رسالت مآبؐ برصغیر ہند تشریف لائے، اس وقت مملکتِ اسلامیہ حدود صرف لاہور تک متعیّن تھیں اور اس شہر میں سید میراں حسین زنجانی اور حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے بعد ان کی اولاد، خلفاء، معاون علماء کرام اور خدام عظام موجود تھے اس لیے آپ غریب نوازؒ اکتالیس درویش ساتھیوں کے ہمراہ جو اپنی استعداد کے مطابق تبلیغِ حق میں مصروف تھے، اس لیے آپ غریب نوازؒ اپنے اکتالیس درویش ساتھیوں کے ہمراہ اجمیر چلے آئے جہاں آپؒ نے رشد و ہدایت کا ایک وسیع نظام پھیلا دیا۔

فقیر الحال خواجہ غریب نوازؒ قدسی منش بزرگ تھے جن کا کہیں ٹھکانا تھا، نہ گھر بار۔ اللہ سے ایسی لو لگی کہ زندگی کے پورے باون برس صحرا نوردی میں گزارے۔ کبھی اس شہر میں تو

کبھی دوسرے شہر میں، ہردم مصروفِ سیاحت رہے۔ روکھی سوکھی جومیسّر آ گئی اُسے ہی مقدر سمجھ لیا۔ جہاں نیند آئی وہیں نیلے آسمان تلے سو لئے۔ غرض ایک فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اطلس وکمخواب سے منہ موڑا۔ کالی کملی والے کی تقلید میں بوریا نشینی کو مسلک بنایا اور بیا نگِ دُہل فقر واستغنا کی تلقین کی۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اسی خودی میں ہزاروں میل کا سفر طے کیا۔ مصائب، تکالیف اور خطرات سے گھرے ہوئے ہولناک راستے سواری کا انتظام اور نہ ہی زادِ راہ پاس تھا، اس پر مستزاد کہ تبلیغ کے لئے ایسے مُلک میں چل کر آئے جہاں کی زبان سے واقفیت تھی نہ وہاں کے باشندوں کی عادت کا کچھ علم تھا۔ دِل میں فقط نورِ ایمان کی کرنیں اور سینے میں الفتِ رسول کی شعاعیں تھیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ جب ہندوستان پہنچے تو اس وقت ایشیا دو بڑے طبقوں کے درمیان حد فاصل تھا۔ ایک طرف مشرق وسطیٰ کے انسانوں کی سسکتی ہوئی زندگی تھی تو دوسری طرف ہندوستان کی وسعتوں میں انسانیت کراہ رہی تھی۔ برصغیر کے ہندو آج کے دَور کی بہ نسبت زیادہ ہی متعصب اور تنگ نظر تھے۔ چھوت چھات کا بڑا زور تھا۔ برہمنیت اور برہمنیت کے اسی ماحول میں خواجہ غریب نوازؒ اجمیر میں داخل ہوئے۔ اجمیر بڑے بڑے سادھوؤں اور مہاتماؤں کا مسکن تھا جو گردونواح کی پہاڑیوں اور گپھاؤں میں رہتے تھے۔ انہوں نے جب سُنا کہ ایک مسلمان درویش نے نگاہِ فقر میں شانِ سکندری لئے اجمیر کو مستقر بنالیا ہے تو روزانہ جتھہ دار پہاڑیوں اور گپھاؤں سے نکلتے اور خواجہ غریب نوازؒ کی مجلس کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی ناقوس بجاتے تو کبھی اینٹیں برساتے، مگر جب اپنے ان کمالاتِ سنگ زنی سے تھک ہار کر بیٹھ جاتے تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ تلاوتِ قرآن حکیم شروع کر دیتے اور یہ سادھوان کے لحنِ داؤدی پر مبہوت ہو کر رہ جاتے۔ فرقان حمید کی آیات تلاوت ہو رہی ہوں فضا میں سحر نہ چھا جائے یہ کیسے ممکن ہے؟ اللہ کا ذکرِ پاک سُن کر تو شجر وحجر جھوم جھوم جاتے

ہیں۔ پتھروں کو بھی زبان مل جاتی ہے، چنانچہ اس کلام ستودہ صفات کا اثر سادھوؤں اور مہاتماؤں کے دِلوں پر گہرا ہوتا چلا گیا اور وہ ایک دن آپؒ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔ خواجہ بزرگؒ، دین کے سچے پُر وقار اور مجاہد تھے، جن کی نگہ بلند نے کفرِ ہند میں آ کر دیکھ لیا کہ اندھیرا نور کے پاس نہیں آئے گا، نور کو ہی اندھیرے میں پہنچ کر اپنے جلوؤں کی شان دکھانا ہوگی۔ ممکن ہے اس ترقی یافتہ دَور کی چکاچوند میں یہ کام اتنا رفیع الشان معلوم نہ ہو، لیکن بارہویں صدی عیسوی کے ہندوستان کے حالات کا نقشہ مدنظر ہو تو قدرے سوچنا پڑتا ہے کہ اللہ کا ایک مخلص بندہ تن تنہا اس جاں سوزی کے عالم میں غیر مسلموں کے مُلک میں چل کر آتا ہے کہ تاریکیوں میں رسولِ عربیؐ کا پیغام عام کر دے۔ اس کے پاس کوئی فوج ہے اور نہ ہی توپ وتفنگ اور اسلحہ وغیرہ۔ صرف ایمان کی قوت ہے یا خُداوند قدوس کی بزرگ وبرتر ذات باری تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور حضور سرور کونینؐ کے فرمان کو ہر دل تک پہنچانا، اس کی زندگی کا مشن بن جاتا ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے عہد کے دانائے راز تھے۔ اجمیر میں مستقل قیام کے دوران آپ کی ذات مقدسہ نے باقاعدہ ایک جماعت اور ایک تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی نظرِ کیمیا اور متعدد بزرگوں کی صحبت نے آپؒ کی سیرت کی تعمیر میں نمایاں رنگ بھر دیئے تھے۔ کردار کی اس حد تک تکمیل ہو چکی تھی کہ آپؒ اپنی صلاحیتیں معاشرہ کی اصلاح میں صَرف کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی شخصیت میں ایسی جاذبیت اور روحانی کشش پیدا ہو چکی تھی کہ جو بھی زیارت کیلئے آتا، آپ ہی کا ہو کر رہ جاتا۔ پرتھوی راج کے دَورِ حکومت میں بدترین آمریت مسلط تھی۔ ذات پات کے امتیازات نے سماجی زندگی میں ابتری اور انتشار پھیلا رکھا تھا۔ آپؒ نے جابر سُلطان کے روبرو کلمۂ حق کہا۔ ''بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، غُربا کی فریاد سُنو اور درماندوں کی دستگیری کرو''۔

خواجہ غریب نوازؒ نے اس مرحلہ پر غزنیں و نیشاپور کی داستانِ خونچکاں کو نہ چھیڑا۔ ملاحدہ باطنیہ کی مذموم سرگرمیوں پر کوئی حاشیہ آرائی نہ کی۔ بغداد کے سیاسی زلزلوں

کی حکایت نہ سنائی اور نہ ہی تاتاریوں کی بربریت کا نقشہ پیش کیا، بلکہ صرف اور صرف اخوت ومَوَدت اور اسلامی مساوات کا پیغام دیا۔اس پیغام سے نیچی ذات کے لوگوں میں خودی کا جذبہ بیدار ہوا اور وہ خود بخود دینِ حق کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔ہندو حاکموں نے آپؒ کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ ایستادہ کئے۔قدم قدم پر روڑے اٹکائے۔عرصۂ حیات تنگ کیا، جب مقابلے پر خود نہ ٹھہر سکے،تو جادوگروں اور جوگیوں کو مدمقابل لے آئے،لیکن خواجہ غریب نوازؒ کی روحانی قوت اور کشف وکرامات کے سامنے کوئی بھی نہ ٹھہر سکا۔آپؒ نے زندگی کے سفر میں نیکی،محبت اور سچائی کا درس دیتے ہوئے معاشرتی سیاسی اور ہر قسم کے باہمی رشتوں کو پائیدار اور پُروقار بنایا۔تحمل، ایثار اور صبر کے ہتھیاروں سے خودغرضی، کمینگی اور ظلم کی طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور صداقت کی تبلیغ سے کبھی غافل نہ رہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا طریقِ تبلیغ اُن کے چشتیہ مسلک،مسلک آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق تھا جس میں شریعت کی پابندی پر سب سے زیادہ توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔آپؒ چونکہ خود بھی قائل تھے کہ شریعت کی پاسداری اور پابندی کے بغیر بارگاہِ عبودیت میں مقبولیت ومحمودیت ممکن نہیں،خواہ اس کیلئے کوئی چلن اپنایا جائے۔چنانچہ آپؒ نے اجمیر میں قیام کے دوران ذکرِ الٰہی ،تلاوتِ قرآنِ حکیم ،عشقِ رسالت مآبؐ،اتباعِ سُنّت،پابندیِ صوم وصلوٰۃ اور حُسنِ اَخلاق کو بطور خاص اہمیت دی اور ترکِ دُنیا کی بجائے لوگوں میں گھل مل کر انہیں دینِ اسلام کا متوالہ وشیدائی بنایا۔

اجمیر میں مستقل سکونت اختیار کر کے خواجہ غریب نوازؒ نے محسوس کیا کہ ہندوستانی سماج میں عزت ودولت کی بنیاد پیشے ہیں اور اس سے ادنیٰ واعلیٰ امتیاز روا ہے۔چنانچہ آپؒ نے نظامِ رشد وہدایت کی بدولت ان بُتانِ وہم وگمان کو توڑا اور حُکمِ اذاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ کا درس دیتے ہوئے لوگوں کو باور کرایا کہ ذات پات کی غیر فطری تقسیم اِنسان کی اختراع ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگ برابر ہیں۔عزت اور دولت کے علاوہ رنگ ونسل اور زبان کے اعتبار سے کسی عجمی کو عربی پر،عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں،عزت اور بڑائی کا معیار صرف نیکی و

شرافت ہے اور خالقِ کائنات کا تقرب اسے ہی حاصل ہے جو متقی وپرہیزگار ہے اور حقوق العباد سے پہلوتہی نہیں کرتا۔آپؒ نے مزید فرمایا کہ مذہب کسی خاص طبقے کی جاگیر نہیں اور نہ ہی کسی ایک قوم کے افراد کی اس پر اجارہ داری ہے۔مذہب تو انسانیت کی اصلاح وفلاح کا ذریعہ ہے اور ہر ایک کو اسے اختیار کرنے کا حق حاصل ہے جو دینِ حق کو اپنا لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

خواجہ غریب نوازؒ لوگوں کو اسلام کے بنیادی ارکان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے رہے انہیں مخلوقِ خدا سے محبت،عفو ودرگزر،بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے پیار،ظلم وفساد سے گریز اور انسانیت کی خدمت کا درس دیا۔ہر ایک کو دعوتِ وحدت وعشق دی اور ترک رذائل اخلاق کی ہدایت فرمائی۔یہ اندازِ سخن ایسا فطری تھا جو سنگدل افراد کو بھی موم کر دیتا ہے اور وہ دینِ حقانیت کی عالمگیر صداقتوں پر ایمان لے آتے تھے۔یہ آپؒ کے پیغامِ حق کا اثر ہے کہ آج برصغیر کے گوشے گوشے سے اذانیں بلند ہوتی ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنی زندگی کے آخری ۲۳ سال اجمیر میں رشد وہدایت میں گزارے۔سادہ لباس پہننا،پانچ مثقال سے زیادہ وزن کی روٹی سے کبھی افطاری نہ کی۔نگاہِ اُلفت کی تاثیر دمِ آخر تک ایسی رہی کہ جس طرف دیکھا،ابرِ گلزار بنا دیا۔ے

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپر کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی

یہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی نگہِ بلند کی کرشمہ سازی تھی کہ جاں پُرسوزی اور سخن دلنوازی سے درویشی میں بھی سلطانی کی۔تذکرۂ مجالس حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی پاکیزہ جدوجہد سے ہندوستان کے تیرہ وتاریک خطے میں علم وعرفان کے سوتے پھوٹے۔آپ کی صحبت خود ایک عظیم درس گاہ تھی کہ جس میں شبانہ روز سینکڑوں افراد شریک ہوتے اور رشد وہدایت سے مالا مال ہو کر جاتے۔

ولی کامل کی مجلسی زندگی ہالہ نور ہوتی ہے، جو بھی ان کی صحبت میں آتا ہے، سرخرو ہو کر جاتا ہے۔ان کے ارشادات کی روشنی تاریک سے تاریک دِلوں کو بھی منور کر دیتی

ہے۔ اولیاءِ کرام کی ایک پہچان یہی ہے کہ ان کی زندگی حضور نبی کریم کی محبت و عشق اور تعظیم و تکریم کی مظہر ہو اور وہ دینِ حقہ کے شیدائوں میں یہ سرمایہ حیات لُٹاتے رہیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا شمار برصغیر کے ان اکابر اولیاء حیات میں ہوتا ہے، جنکی پاکیزہ جدوجہد سے ہندوستان کے تیرہ وتاریک خطے میں علم وعرفان کے سوتے پھوٹے جنہوں نے خدا اور رسولؐ کی مقدس تعلیمات سے ظلمت کدۂ ہند کو روشنی وتابندگی بخشی اور اپنی روحانی رفعتوں سے تعلیم وتلقین کے موتی بکھیرے۔ سرکار غریب نوازؒ کی صحبت خود ایک عظیم درسگاہ تھی، ان کی مجالس میں شبانہ روز سینکڑوں افراد شریک ہوتے جنہیں آپؒ رشد و ہدایت فرماتے تھے۔ ہند الولی حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ غریب نوازی کی مجلسی زندگی کا بابرکت پہلو یہ تھا کہ آپؒ مجالس میں شریک ہونے والوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ یہ آپؒ کا حُسنِ یقین تھا کہ روحانیت کی کرامت، اپنے پرائے سبھی مجالس میں کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ دلوں میں صدقِ محبت اور بوئے وفا لئے، عاصی گناہ گار آتے اور رحمتِ خداوندی کے خزینے سمیٹ کر لوٹتے۔ خود خواجہ غریب نوازؒ کا فرمان تھا کہ جس کے دل میں آل رسول ﷺ اور اولیائے کرام کی دوستی اور محبت ہو، خُدا تعالیٰ اس کو ہزار سال کی عبادت کا ثواب عطا کرتا ہے۔ اگر اس درمیان میں اس کا انتقال ہو جائے تو حق تعالیٰ اس کو شہید کا درجہ عطا فرماتا ہے اور اس کا مقام علیّین ہوتا ہے۔

زمانہ سلف کا واقعہ ہے کہ ایک شخص اولیاءِ کرام کو دیکھ کر مُنہ دوسری طرف پھیر لیتا تھا اور آتشِ رشک وحسد میں جلنے لگتا تھا، اس شخص کو انتقال کے بعد قبر میں اتارا گیا۔ شرکاء تجہیز و تکفین نے ہر چند کوشش کی کہ اس کا مُنہ قبلہ کی طرف کریں مگر کسی طرح اس کا منہ قبلہ رُو نہیں ہوتا تھا۔ خلقت کو حیرت ہوئی تو غیب سے آواز آئی کہ تم لوگ اس شخص کے لئے کیوں رنج کرتے ہو، یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں اولیاءِ کرام کو دیکھتا تھا تو مُنہ دوسری طرف پھیر لیتا تھا۔ پس جس شخص نے میرے دوستوں سے مُنہ پھیرا، وہ میری رحمت سے محروم رہا اور گمراہ ہوا۔ ایسا شخص قیامت کے دن ریچھ کی صورت میں اُٹھایا جائے گا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ جب کبھی مجالس میں موعظت و عبرت کی اس مثال کو

دہراتے تو ساتھ ہی حضور سرورِ پُرنورؐ کا یہ ارشاد بھی سناتے کہ "آل رسول اور اولیائے عظام کی زیارت عبادت میں شامل ہے۔ اگر کوئی سات دن یہ عمل جاری رکھے تو حق تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج فرماتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دن کو روزہ رکھے اور یادِ حق میں شب بیداری کرے۔" خواجہ خواجگانؒ خود برسوں اس پر عمل پیرا رہے اور اپنے مرشد کی زیارت وخدمت گزاری میں راتوں کی نیندیں اور دن کا چین گنوایا۔ فرماتے ہیں "جب مَیں شیخ الاسلام سُلطان المشائخ حضرت خواجہ سید عثمان ہارونیؒ سے پیوستہ ہُوا اور بیعت کا شرف پایا۔ آٹھ سال کی مُدت تک حضرتؒ کی خدمت گزاری میں ایک لمحہ نفس کو آسودگی نہ دی۔ دن کو دن جانا نہ رات کو رات، جہاں حضرتؒ مسافرت کو جاتے، دُعا کو حضرتؒ کا جامہ خواب اور توشہ سفر سر پر لئے ہمرکاب رہتا تھا۔ پیر ومرشد نے اس درویش کی خدمت دیکھ کر وہ نعمت عطا کی جس کی کوئی حد نہیں۔" پھر فرماتے ہیں۔ "جس نے پایا خدمت سے پایا، مُرید کو چاہئے کہ پیر کے فرمان سے ذرّہ بھر تجاوز نہ کرے اور جو کچھ پیر نماز اور وظائف وغیرہ کے متعلق بتائے اس کو گوشِ و ہوش سے سُنے اور اس پر عمل کرے تا کہ اس مقام پر پہنچے جہاں پیر مرید کو پہچانا جاتا ہے کیونکہ جس امر کی پیر مُرید کو تلقین کرے گا وہ حصولِ کمال کے لئے ہوگا۔"

اشرف اولیاء معین الدینؒ حضرت غریب نواز نے اپنا مرتبت عالی مشائخِ عظام کی صحبتوں سے بالعموم اور مرشدِ کامل کی زیارت وخدمت گزاری سے بالخصوص حاصل کیا۔ بعد ازاں ان کے ملفوظات پند وموعظت اور حکمت ومعرفت کے خزانے کو خلیفہ اکبر سجادہ نشین اور جانشین حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکیؒ سمیٹتے رہے۔ آپؒ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی مجالس روحانی میں با قاعدہ خشوع وخضوع کے ساتھ شریک ہوتے اور اپنے مُرشد کی زبانِ فیضِ ترجمان سے جاری ہونے والے ارشادات کو لکھ لیتے۔ مجالس کے اسی تذکرہ کو آپؒ نے "دلیل العارفین" کا نام دیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلوی کی یہ مرتبہ تحریریں تالیفِ قلب کا زندہ ثبوت ہیں اور سب کے لئے فیض اور رہنمائی کا باعث بھی۔ آپؒ کے مطابق حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ارشاد فرمایا کہ "اپنے پیر ومرشد

کے چہرے کی طرف دیکھنا اور خدمت میں مصروف رہنا، ایک قسم کی عبادت ہے۔ حضرت خواجہ سید عثمان ہارونیؒ نے معرفت المریدین کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص ایک دن بھی اپنے پیر کی ایسی خدمت کرے، جیسا کہ حق ہے تو خُدا تعالیٰ اس کو جنت میں موتیوں کے ہزار محل عطا فرمائے گا۔ ہر محل میں حوریں اس کی خدمت پر مامور ہوں گی اور وہ قیامت کے دن جنت میں جائے گا۔ پس اس کو چاہئے کہ جو کچھ پیر و مرشد کی زبان سے سُنے اس پر دل و جان سے توجہ دے اور اس کے بتائے ہوئے وظائف و نماز ادا کرے اور برابر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے۔ اگر متواتر کا مقدور نہ تو حتی المقدور بجالائے۔"

اللہ اللہ کیا وہ اولیاء کرام تھے اور کیا وہ معتقدین ____ خاک میں کیا صُورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو کر بھی زندہ جاوید ہو گئیں۔ اس الحاد و مادہ پرستی کے دَور میں ایسی شخصیتیں کہاں؟ ترقی یافتہ روشن خیالی کے دَور نے مسلمانوں کو مغربیت اور فیشن پرستی کی طرف دھکیل دیا ہے۔ مشرقی اقدار اب آؤٹ آف ڈیٹ ہو کر رہ گئی ہیں۔ اب تو پیری مُریدی بھی دکھاوے کی ہوتی جارہی ہے۔ ایک خواجہ غریب نوازؒ تھے کہ تصنع اور دنیا داری سے ہمیشہ دُور رہے، اور ایک آج کا دور ہے کہ

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
یہی پیر حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرو دلق اویس وچادر زہراؓ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے کفر و الحاد کی تاریکیوں میں خیمہ زن ہو کر بادِ مخالف کے جھونکوں میں نور ایمانی کے چراغ روشن کئے اور حاضرینِ مجلس کو عاشقِ رسولؐ بنانے کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی ارکان کا بھی درس دیتے رہے۔ ایک نشست میں آپؒ نے نماز کے موضوع پر تفصیلاً بیان فرمایا کہ "نماز میں لوگ منزل گاہ عزت کے قریب ہوتے ہیں، کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے الصلوٰۃ معراج المومنین۔ بعدہ آپؒ نے فرمایا کہ المصلی یناجی ربہ مزید برآں نماز بندوں کے لئے خُدا کی امانت

ہے۔ پس بندوں کو چاہئے کہ اس کا حق ادا کریں اور اس میں کسی قسم کی خیانت کے مجرم نہ ہوں۔" اس موقع پر حضرت خواجہ معین الدین غریب نواز نے سیاحت کے دوران بُخارا میں دستار بندوں سے سُنی ہوئی حکایت بھی بیان فرمائی۔

ایک مرتبہ کسی نے حضور سرورِ دو عالمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ ایک شخص کو صلوٰۃ میں دیکھ رہے ہیں جو رکوع و سجود کا پورا حق ادا نہیں کر رہا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد آنحضرتؐ نے اس شخص سے پوچھا کہ تُو کتنے عرصہ سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے عرض کیا "چالیس سال سے" حضورؐ نے ارشاد فرمایا "اس عرصہ میں تمہاری کوئی نماز نہیں ہوئی۔" اس کے بعد خواجہ غریب نوازؒ مومنین کو تلقین فرماتے ہیں کہ نماز میں خیانت ہرگز نہ کی جائے اور اسے صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے۔"

نماز کے متعلق آپؒ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی تعلیمات کو بھی دہراتے ہیں کہ قیامت کے دن کُل انبیاء، اولیاء اور مسلمانوں سے نماز کا حساب ہوگا، جو نماز سے عہدہ برا ہوگا خوشی پائے گا، جو اس کے جواب سے قاصر رہے گا عذابِ دوزخ میں مبتلا ہوگا۔" حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ مزید فرماتے ہیں کہ "نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے۔ پس جب ستون قائم ہوگیا تو مکان بھی قائم ہوگا، جب ستون نکل جائے گا تو چھت گر پڑے گی، چونکہ اسلام اور دین کے لئے نماز بہ منزلہ ستون ہے، اس لئے اگر نماز میں فرض، سُنت، رکوع میں خلل پڑے تو حقیقت میں اسلام و دین اور اُس کے جزیات خراب ہو جائیں گے۔ ایک روز بہت سے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم حضرت غریب نوازؒ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر تھے اور نماز کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ آپؒ نے فرمایا کہ اہلِ عشق فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اسی جگہ اشراق کے وقت تک بیٹھے رہتے ہیں۔ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ قبولیت ان پر پڑے اور انوار تجلیات ان پر زیادہ ہوں، جو شخص نمازِ فجر پڑھ کر نماز اشراق پڑھنے کے واسطے اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے، اس کے لئے حق تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور جب تک وہ نمازی اشراق نہیں پڑھتا، فرشتہ اس کے لئے دُعائے خیر و بخشش کرتا رہتا ہے۔

نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں۔ایک کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر پکارتا ہے کہ "اِنس و جِن بگوشِ ہوش سنو اور سمجھ لو کہ جس نے خُدا کا فرض ادا نہیں کیا خُدا اُس سے بَری الذمہ ہے۔" دوسرا فرشتہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہوکر آواز دیتا ہے۔"اے اِنس و جن، بگوش و ہوش سُنو اور آگاہ ہو کہ جس نے رسول اللہ کی سُنّت کو ادا نہیں کیا، وہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔"

آگے چل کر خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں "افسوس ہے اِن لوگوں کے حال پر، جو نماز کے ارکان پورے طور پر ادا نہیں کرتے اور نماز ادا کرنے میں دیر کرتے ہیں۔جب ایسے نمازیوں کی نماز کو فرشتہ اوپر لے جاتا ہے تو اگرچہ آسمان کا دروازہ کُھل جاتا ہے، لیکن فرمانِ خداوندی ہوتا ہے کہ اس نماز کو یہاں مت لاؤ بلکہ واپس لے جاکر اس نماز کے پڑھنے والے کے منہ پر مار دو۔جب فرشتے حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں تو اس وقت نماز اس نمازی کے واسطے بدُعا کرتی ہے کہ جس طرح تُو نے مجھے ضائع و برباد کر دیا، اسی طرح خدا تجھے ضائع و برباد کرے۔

آپؒ کی ایک اور مجلس مبارک میں چند بزرگان بھی جمع تھے اور اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنا چاہئے یا تقدیم؟ اس عنوان پر آپؒ نے فرمایا "زہے نصیب وہ مُسلمان جو نماز کے وقت میں تاخیر نہیں کرتے اور وقت خاص پر نماز ادا کرتے ہیں اور ہزار افسوس اُن مسلمانوں پر جو بندگیٔ مولا میں تقصیر کرتے ہیں اور خاص وقت پر نماز نہیں پڑھتے۔" یہ بیان کرتے ہوئے حضرت خواجہؒ نے فرمایا "حضرت خواجہ سید عثمان ہارونیؒ سے منقول ہے کہ حضرت امام زاہدؒ نے تفسیر آیت کریمہ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون میں تحریر فرمایا۔دوزخ میں کنواں یا میدان ہے کہ اس سے زیادہ دوزخ کے کسی حصہ میں عذاب نہیں ہوگا۔عذاب ان کے واسطے ہے جو وقت پر نماز نہیں پڑھتے۔"

قرآن کی حُرمت اور عظمت سے انکار ممکن نہیں۔اس کی فضیلت مسلمہ ہے۔حضرت

خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مجلس میں قرآن حکیم کی زیارت و تکریم پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔کلام مجید کو دیکھنا اور پڑھنا عبادت ہے۔شرح اولیاء میں رقم ہے کہ جو کوئی قرآن حکیم کو دیکھے یا پڑھے اس کو خدا تعالیٰ دو طرح کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ایک زیارت کا دوسرا تلاوت کا۔اور ہر حرف کے عوض دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور دس بُرائیوں سے پاک کیا جاتا ہے۔"حضرت سید قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ دُعا گو نے عرض کیا "سفر اور لڑائی میں کلام مجید پاس رکھنا چاہئے یا نہیں؟" حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے مجلس میں میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "پہلے اِسلام اس قدر ترقی پذیر نہیں تھا، اس لئے حضورؐ نے قرآن مجید ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ مبادا کفار کے قبضہ میں پہنچ جائے اور وہ بے حُرمتی کریں۔مگر یہ زمانہ اسلام کی قوت کا ہے اس لئے کوئی خطرہ نہیں۔کلام اللہ پاس رکھنا چاہئے کہ اس سے برکت ہوتی ہے اور فتح و کامرانی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔" پھر فرمایا کہ "سلطان محمود غزنوی کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟" کہنے لگے۔"ایک رات میں ایک دوست کے ہاں مہمان تھا۔طاق میں قرآن مجید رکھا تھا۔دل میں خیال گزرا کہ قرآن مجید کی موجودگی میں سونا بے ادبی ہے اس لئے قصد کیا کہ قرآن مجید اس مکان سے باہر بھیج دوں، مگر دِل نے فوراً کہا، کہ قرآن مجید کو اپنے آرام کے لئے علیحدہ کرنا بھی تو بے ادبی ہے لہٰذا میں نے اپنے آرام کے لئے دوسری جگہ تجویز کی۔اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند آئی اور قرآن مجید کا ادب کرنے کے صلے میں مجھے بخش دیا گیا ہے۔" جامع الحکایات کا واقعہ بہ زبان غریب نوازؒ کچھ یوں ہے۔

پہلے زمانے میں ایک فاسق و فاجر نوجوان سے تمام مسلمان بیزار تھے۔ہر چند اس کو سمجھایا جاتا تھا۔مگر وہ کسی کی نصیحت ماننے والا کب تھا؟ الغرض جب وہ مر گیا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سر پر تاج ہے، کمر میں زرنگار پیٹی بندھی ہوئی ہے اور فاخرانہ لباس زیب تن کئے وہ رونق افروز ہے۔فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس کو بہشت میں پہنچا دیا جائے۔بزرگ نے اس سے دریافت کیا کہ تُو نے اپنی زندگی فسق و فجور میں گزاری تھی۔تجھے یہ دولت کیسے نصیب ہو رہی ہے، وہ نوجوان بولا۔"مجھ سے دُنیا میں صرف ایک نیک کام

ہوا ہے کہ میں قرآن مجید کو دیکھ کر ہمیشہ تعظیم سے کھڑا ہو جاتا تھا۔صرف کلام پاک کی اس حرمت کے باعث اللہ جل شانہٗ نے میرے تمام گناہ بخش دیئے ہیں اور مجھے یہ منصب عطا فرمایا ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت غریب نوازؒ نے رشد وہدایت کے دوران جوبات کی،قرآن و حدیث کے پس منظر میں کی آپؒ خود عارف کامل تھے،فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ کسی بزرگ سے یہ سُنا کہ عارف وہ ہے جو دونوں جہاں ترک کر کے مجرد ہو جائے اور مقام فردانیت پر پہنچے، کیونکہ جو اس مقام پر ہوتا ہے،وہ دونوں جہان سے بیگانہ ہوتا ہے۔ایک صحبت میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے عارف کی نشانیاں بتائیں ۔آپؒ کے نزدیک اللہ تعالٰی کے عارف ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالٰی سے کچھ نہیں مانگتے ۔وہ دنیا کے دشمن اور خدا کے دوست ہوتے ہیں۔دنیا سے متنفر ہوتے ہیں اور انہیں غُل وغش اور حسدات کی خبر تک نہیں ہوتی ۔ہر وہ عارف، جس میں تقوٰی ہو مگر گداگری کا پیشہ کا اختیار کرے،وہ لقمہ حرام کھاتا ہے۔عارف کا ایثار عاشقی بے نیازی ہے اور محبّ کا ایثار آرزو۔عارف کا توکل خدا کے سوا کسی اور پر نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی اور کی طرف التفات کرتا ہے۔اس کا توکل حق کے ساتھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ عالمِ سکر میں متحیر ہوتا ہے۔

عارف آفتاب صفت ہوتا ہے جس سے ایک عالم منور ہوتا ہے۔وہ جملکیعالم سے خبر دار نہ ہو،اور لاکھوں معنی بیان نہ کرے اور ہر وقت،بحرِ معنی میں شناوری نہ کرے،عارف نہیں ہو سکتا۔عارف پرتو عالم غیب سے

صد ہزار تجلیات نازل ہوتی ہیں۔تبسّم ریزی اس کی علامتوں میں سے ہے۔وہ جب مسکراتا ہے تو عالمِ ملکوت میں مقربان اس کے روبرو ہوتے ہیں۔جو کچھ اُن سے ظاہر ہوتا ہے وہ اسے دیکھ کر مسکراتا ہے۔عارف دنیا کا تمنائی نہیں ہوتا۔اس پر ایک ایسی حالت بھی طاری ہوتی ہے کہ اس وقت اسے ہزار ایسے مُلک پیش کئے جائیں جن میں ہمہ نوعجائبات ہوں تو وہ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔دُنیا کے فاصلے اس کے سامنے ہیچ ہوتے ہیں۔وہ حالتِ وجد میں عرش سے حجاب عظمت اور وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتا

ہے۔جب عارف خاموش ہو،تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وُہ اللہ سے باتیں کر رہا ہے، جب آنکھیں موند لے تو اس لئے نہیں کھولتا کہ اسرائیل صور نہ پھونک دے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ نے حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے 'شرح عارفاں' کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ''جو بندہ رات کو طہارت سے سوتا ہے،فرشتوں کو ارشاد باری تعالٰی ہوتا ہے کہ جب تک وہ بیدار نہ ہو،اس کے قریب رہو۔فرشتے اس کی رُوح زیرِ عرش لے جاتے ہیں۔باری تعالٰی کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کو خلعتِ نور پہنائی جائے اور جو بندہ بے طہارت سوتا ہے اس کی روح کو آسمانِ اوّل سے گرا دیا جاتا ہے۔

دُنیا ومافیہا ترک کرنے والے اہلِ سلوک میں شمار ہوتے ہیں۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ اہلِ سلوک میں محبت ایک ایسا علم ہے کہ لاکھوں علماء اس کو سمجھنا چاہتے ہیں مگر ذرّہ بھر ان کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور زہد میں ایسی اطاعت ہے جس کی زاہدوں کو خبر نہیں ہوتی ۔وہ ایک بھید ہے جو دونوں جہاں سے باہر ہے اور اسے اہلِ محبت اور اہلِ عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' پھر اہلِ محبت کی تعریف میں فرمایا۔''اہلِ محبت کی فریاد بوجہ شوق واشتیاق اس وقت تک رہتی ہے جب تک دوست نہ مل جائے، کیونکہ عاشق اس وقت تک واویلا کرتا ہے، جب تک دولتِ مشاہدہ اسے حاصل نہیں ہو پاتی۔جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے، گفتگو نہیں رہتی ۔ہمہ اہلِ محبت کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ شب کی نماز پڑھ لی تو کہیں اس سے فراغت نہیں ۔ہم مَلک الموت کے گرد پھرتے ہیں، جب درماندہ ہو جاتے ہیں اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں ۔اہلِ محبت اگرچہ محبت میں مجبور ہوتے ہیں،تاہم کام ایسے لوگوں کے اختیار کرتے ہیں جو سوتے اور جاگتے میں مطلوب کے طالب ہوتے ہیں، وہ صرف حق تعالٰی کی بات سُنتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو فوراً بخش دیئے جاتے ہیں ۔اس درسِ ہدایت میں خواجہ غریب نوازؒ محبت کے چار معنی بتاتے ہیں ۔اوّل، ذکرِ خُدا میں دل و جان سے خوش رہنا۔دوم، ذکرِ خدا کو بزرگ تر جاننا۔سوم، اس کے ساتھ مشغول رہے، دوسروں کے ساتھ قطع تعلق کرلے۔چہارم، اپنے آپ پر روئے اور اس پر جس کو اس سے غیرت ہے۔علاوہ ازیں محبت میں صادق وافضل وہ

ہے جو ماں باپ فرزندان و برادران سے خُدا اور رسول کے لئے قطع تعلق کرے اور سب سے بیزار ہو۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی مجلس میں شہاب الدین سہروردیؒ، خواجہ اجلؒ شیرازی اور شیخ سیف الدینؒ باخرزی موجود تھے۔ گفتگو کا موضوع تھا۔ ''محبت میں صادق کون ہے؟''

خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا۔ ''محبت میں صادق وہ ہے جس پر دوست بلا نازل کرے اور وہ اس کو برغبت قبول کرے۔''

شہاب الدینؒ سہروردی نے فرمایا ''جس پر شوق و اشتیاق اس قدر غالب ہو کہ اگر سو ہزار تلواریں بھی اس کے سر پر پڑیں، تب بھی اس کو خبر نہ ہو''۔ خواجہ اجل شیرازیؒ نے فرمایا۔ ''صادق وہ ہے جس کو ذرّہ ذرّہ کر کے آگ میں جلائیں، تب بھی وہ دم نہ مارے''۔

شیخ سیف الدینؒ باخرزی نے فرمایا ''محبت میں صادق وہ ہے جس پر ہمیشہ ضربیں لگائی جائیں مگر وہ مشاہدۂ دوست کو فراموش نہ کرے اور ضربوں سے متاثر نہ ہو۔''

یہ سُن کر خواجہ غریب نوازؒ نے 'آثار اولیاء' کا حوالہ دیا کہ ایک دن رابعہ بصریؒ، مالک دینارؒ اور خواجہ شفیق بلخیؒ بصرہ میں ایک جگہ بیٹھے تھے موضوعِ سخن یہی تھا۔ خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مولا کی محبت میںؒ صادق وہ ہے جو منجانب دوست، درد اور مصیبت آنے پر صبر کرے۔''

رابعہ بصری نے فرمایا ''اے خواجہ اس سے بُوئے خودی آتی ہے۔'' مالک دینارؒ نے کہا ''جو ہر بلا و جفا منجانب دوست وارد ہونے پر رضا طلبی میں رہے اور اس پر راضی رہے۔''

رابعہ بصریؒ نے فرمایا ''اس سے زیادہ ہونا چاہئیے۔'' خواجہ شفیق بلخیؒ نے فرمایا ''صادق وہ ہے جو ذرّہ ذرّہ ہو جائے مگر دم نہ مارے۔'' رابعہ بصریؒ نے فرمایا ''حزن و ملال وارد ہونے پر بھی جو مشاہدہ دوست کو فراموش نہ کرے وہ صادق ہے۔''

حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنی صحبتوں میں جہاں زیارت مشائخ و اولیاء کرام کی برکات سے دلوں کو گرماتے رہے، وہیں والدین کی عزت و تکریم کے تقاضوں کو بھی پسِ پشت نہ ڈالنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے ایک مجلس میں جس میں حضرت شیخ جلالؒ اور

حضرت محمد واحد چشتیؒ بھی موجود تھے فرمایا کہ اہلِ سلوک کے نزدیک صُبح سویرے اُٹھ کر والدین کی زیارت کرنا اور انہیں ادب کے ساتھ سلام کرنا عبادت ہے اور جو والدین اس موقع پر اپنی اولاد کو محبت و برکت کی نظر سے دیکھتے ہیں، وہ زیادہ ثواب کماتے ہیں۔ آپؒ نے ایک حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک گناہگار کو مرنے کے بعد حجاج کے بہشت میں دیکھ کر تعجب ہوا۔ اس شخص نے جواباً کہا کہ میں نے دنیا میں کوئی نیک کام نہیں کیا، البتہ میری ایک عمر رسیدہ ماں تھی۔ میں جب گھر سے باہر جانے لگتا تو جھک کر اُس کے قدموں کو بوسہ دیتا۔ میری ماں یہ دُعا کرتی کہ خدا تعالیٰ تجھ کو بخش دے اور حج کا ثواب عنایت فرمائے۔ اللہ جل شانہٗ نے میری ماں کی دعا قبول فرمائی۔ مجھ کو بخش دیا اور حاجیوں کے بہشت میں بھیجا گیا ہوں۔''

حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کا ایک واقعہ بھی خواجہ غریب نوازؒ نے مجلس میں بیان فرمایا کہ آپؒ سات سال کے تھے کہ مسجد میں قرآن پڑھنے جایا کرتے تھے۔ استاد مکرم نے وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا پڑھا تو آپؒ نے اس کی تشریح پوچھی، جس میں آپؒ کو بتایا گیا کہ اولاد کو اپنے ماں باپ کی خوب خوب خدمت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''جس طرح میں تمہارا پروردگار ہوں، اسی طرح انہوں نے تجھ کو پالا ہے۔'' حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں جوں ہی میں نے یہ سنا، بے تابی سے دوڑتا ہوا آیا اور اپنا سر ماں کے قدموں پر رکھ دیا۔'' پھر فرماتے ہیں کہ ''شدید سردی تھی آدھی رات کے وقت میری ماں نے پانی مانگا۔ میں نے کوزہ میں پانی بھرا اور ہاتھ پر رکھ کر لے آیا، مگر والدہ سو گئی تھیں۔ جب آخرِ شب بیدار ہوئیں، مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا، انہوں نے ہاتھ بڑھا کر پانی لینا چاہا تو بوجہ سردی کوزہ میرے ہاتھ سے چپک گیا تھا۔ کوزہ اُٹھانے کے ساتھ ہی میرے ہاتھ کی کھال اُکھڑ گئی۔ والدہ نے بڑی بے چینی کے ساتھ میرا ہاتھ اپنی بغل میں دبا لیا۔ میرا منہ چوما اور دُعا کی کہ اے خدا تُو اس کو بخش دے۔ اس پر اپنا فضل فرما اور اسے اپنی قربت عطا کر۔ والدہ کی یہ دُعا جو انہوں نے بڑی بے چینی کے عالم میں کی تھی، اللہ تعالیٰ کے ہاں مستجاب ہوئی اور مجھے بے بہا نعمتوں سے نوازا گیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مجلس میں اپنے معتقدین سے فرمایا کہ خواجہ فتح موصلیؒ جو اہلِ طریقت میں سے تھے، آٹھ سال تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے رخساروں کا گوشت بھی گرنے لگا۔ وصال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا گیا۔ پوچھا "آپ کے ساتھ خُدا نے کیا معاملہ کیا؟" کہنے لگے "مجھے زیرِ عرش جگہ دی گئی ہے۔ میں نے لرزاں و ترساں سجدۂ شکر ادا کیا۔" خطاب ہوا کہ "فتح اتنا کیوں روتے تھے؟ کیا تمہیں ہمارے غفورالرحیم ہونے پر شبہ تھا؟" میں نے سجدہ ریز ہو کر عرض کی "خداوندا تجھے غفار جانتا ہوں، مگر وحشت قبر، ہیبت، قیامت اور درشتی ملک الموت کی وجہ سے روتا تھا"۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ "ہم نے تیرے ڈر کی وجہ سے تجھے ایمن کیا اور بخش دیا۔"

حضرت خواجہ غریب نوازؒ گناہگاروں کو عذابِ قبر یاد دلاتے ہیں فرمایا "قہقہہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ گورستان میں ہنسنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ وہ عبرت کی جگہ ہے نہ کہ لہو ولعب کی۔ حضورؐ نے خبر دی کہ جب کوئی گورستان سے گزرتا ہے مُردے کہتے ہیں کہ اے غافل اگر تجھے یہ معلوم ہوتا کہ تجھے کیا درپیش ہے تو تیرے جسم کا گوشت پوست گر جاتا۔" پھر آپؒ نے ایک حکایت یوں بیان کی "ایک دن خواجہ حسن بصریؒ کا قبرستان سے گزر ہوا۔ آپؒ نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو وہاں کھانے اور شراب نوشی میں مصروف دیکھا۔ خواجہ موصوف ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم منافق ہو یا مسلمان۔؟

یہ بات ان کو شاق گزری اور انہوں نے آپؒ کو ایذا پہنچانا چاہی۔ آپؒ نے ان سے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے پوچھا ہے کہ حضور سرورِ کائناتؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قبرستان میں کباب و شراب سے دل بہلاتا ہے وہ منافق ہے کیونکہ یہ مقامِ ہیبت و عبرت ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تم سے بہتر لوگ اس خاک کے نیچے سو رہے ہیں اور مور و مار کے زندان میں محبوس ہیں۔ ان کا گوشت پوست گل گیا۔ انکا جمال خاک میں مل گیا ہے۔ تمہارے عزیز تمہیں بھی ان کی طرح سپردِ خاک کر دیں گے۔ تمہارا کیسا دل ہے کہ تم اس جگہ کھاتے پیتے اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہو۔" یہ سُن کر نوجوانوں نے توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے "ریاحین" کے حوالے سے مزید بتایا کہ ایک مرتبہ حضور

سرورِ دو عالمؐ کا گزر ایسے لوگوں کے قریب سے ہوا جو قہقہے لگا رہے تھے اور لہو ولہب میں مدہوش تھے۔ آپؐ کھڑے ہو گئے، سلام کیا اور استفسار کیا کہ "اے عزیز کیا تم مرنے سے ایمن ہو گئے ہو؟" سب نے کہا "یا رسول اللہ نہیں۔" حضورؐ نے فرمایا "تم نے اپنے اعمال سے نجات حاصل کر لی؟" جواب ملا "یا رسول اللہؐ نہیں"۔ "کیا تم پُل صراط سے گزر گئے؟" حضورؐ کو جواب اِس کا بھی منفی جواب ملا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "تم پھر غافلوں کی طرح لہو ولہب میں کیوں مصروف ہو؟"

حضور سرورِ دو عالمؐ کی نصیحت کا اُن پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ اِس کے بعد اُن میں سے کسی کو بھی ہنستے نہ دیکھا گیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ قبرستان میں برائے ہوائے نفس کھانا پینا بڑا گناہ ہے کیونکہ وہ جگہ عبرت کی ہے نہ کہ ہوائے نفسانی کی۔ امام یحییٰ ابوالخیرؒ زندوی نے تو اپنے روضہ مبارک پر حضور کا ارشاد لکھوا رکھا ہے کہ "جو شخص قبرستان میں طعام و شراب کھاتا پیتا ہے وہ ملعون و منافق ہے۔"

اللہ کے نیک بندے تارک الدنیا ہونا پسند کرتے ہیں۔ وہ خلقتِ خدا سے اس لئے کنارہ کشی کر لیتے ہیں کہ مبادا وہ گمراہ لوگوں کی موزوں اصلاح نہ کر سکیں اور خدا سے جواب دِہ ہوں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اِس قسم کا ایک واقعہ مجلس میں بیان کیا۔ آپؒ نے بتایا کہ "سیاحت کے دوران میں نے دریا کے کنارے ایک صومعہ دیکھا جس میں ایک بزرگ عزت گزین تھے۔ میں نے اس صومعہ میں داخل ہو کر سلام کیا۔ جس کے جواب میں بزرگ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں گوشہ نشین ہیں؟ وہ بزرگ بولے کہ تمہاری مسافرت کی طرح میں بھی سیاحت کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا جہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ لوگوں کو بہت ستا رہا تھا۔ میں نے اسے کچھ نہ کہا اور آگے کو چل دیا۔ میری اس چشم پوشی پر غیب سے آواز آئی "اے درویش اگر تُو بحکمِ خُدا اسے اس دُنیا دار کو ظلم سے باز رہنے کی تلقین کر دیتا تو تیرا کیا جاتا۔ بزرگ نے مزید کہا کہ مجھے اس غیبی آواز پر غایت درجہ شرمندگی ہوئی۔ اس وقت سے لے کر اب تک میں نے صومعہ سے باہر قدم نہیں رکھا۔ کئی برس بیت گئے ہیں مشوش ہوں کہ قیامت کے دن اگر اس تغافل شعاری کی باز

پُرس ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔پس تارک الدنیا ہوں۔" خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ اس ملاقات میں مغرب کا وقت ہوگیا۔ میں نے دیکھا۔ایک کاسۂ آشام،دوجَو کی روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ ہوا میں نمودار ہُوا جس سے میںؒ نے اُس بزرگ کے ساتھ اکٹھے افطار کیا۔بعد میں انہوں نے مجھے مصلّے کے نیچے سے دو سیب نکال کر دیئے اور کہا کہ یہ جنّت کا میوہ ہے۔"

اِس واقعہ کو دُہرانے کا مقصد بقول خواجہ غریب نوازؒ یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے دُنیا وی آسائشوں سے دُور رہتے ہیں۔انہیں طعام کی فکر ہوتی ہے نہ قیام کا اندیشہ۔اُن کا اوڑھنا بچھونا خوشنودیِ رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ایسے لوگ دُنیا داروں کی سچائی اور جھوٹ سے قطعاً سروکار نہیں رکھتے۔

سچائی،ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ سراسر بے ایمانی اور ایک ایسا عیب، جو کبھی نہیں چھپ سکتا۔اُسے ایک نہ ایک دن ظاہر ہونا ہی ہوتا ہے۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسمیں کھاتا ہے،وہ اپنے گھر کو برباد کرتا ہے۔اس کے گھر سے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے۔ایک حکایت کے مطابق حضرت خواجہ محمد طوسیؒ نے حالت سکر میں سچی قسم کھالی۔مگر جب وہ عالم صحو میں آئے تو دریافت کیا کہ انہوں نے آج کوئی قسم کھائی ہے؟لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو بولے"آج میرا نفس سچی قسم کھانے کی وجہ سے خیرہ ہوگیا۔کل اور قسم کھائے گا اور یہ عادت بن جائے گی۔"بعد ازاں انہوں نے سچی قسم کے کفارہ میں چالیس سال تک کسی سے بات تک نہ کی۔خواجہ غریب نوازؒ جب اُن سے ملے تو وہ مُہر بہ لب تھے۔اس حکایت کی روشنی میں انکشاف ہوا کہ توحید رسالت کے شیدائی قسم کھانے کو کتنا بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔رہا جھوٹی قسم کا مسئلہ تو بغداد کی جامع مسجد میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ملاقات حضرت مولانا عماد الدین بُخاریؒ سے ہوئی جنہوں نے آپؒ کو دوزخ میں جھوٹ کی سزا پانے والوں کے گروہ کے متعلق بتایا۔یہ بات خواجہ غریب نوازؒ نے اپنی مجلس کے حاضرین کو من وعن سنائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدائے عزوجل نے دوزخ کی صفت میں بیان

فرمایا۔"اے موسیٰ میں نے دوزخ میں ساتواں درجہ رکھا ہے۔اس کا نام ہاویہ ہے۔جس میں سخت عذاب ہے۔وہ بہت ہی پُر ہول و پُر تاریک ہے۔اس میں سانپ،بچھو اور گندھک کے پہاڑ ہیں جنہیں روزانہ جلایا جاتا ہے۔پس اے موسیٰ اگر اس کبریت کا ایک قطرہ دُنیا میں آجائے تو تمام دُنیا کا پانی خشک ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور زمین کے ساتوں طبق اس کی گرمی سے پھٹ جائیں۔اے موسیٰ اتنا سخت عذاب ہم نے دو گروہوں کے لئے رکھا ہے۔ایک وہ گروہ جو تارک نماز ہے اور دوسرے وہ لوگ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا۔"اگر خُدا نخواستہ اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک سُن کر یا کلام مجید پڑھ کر دل موم نہ ہو اور اعتقادِ ایمان زندہ نہ ہو سکے بلکہ طبیعت لہو ولہب میں مشغول رہے تو اہلِ سلوک کے یہاں یہ بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ایسے لوگ منافق ہیں۔"پھر آپؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔"ایک دن حضورؐ ایک ایسی قوم کے قریب سے گزرے جو ذکرِ خُدا کر رہی تھی مگر لہو ولہب اس کے شعائر میں سے تھا۔حضورؐ کھڑے ہوگئے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ منافقوں کا طائفہ سویم ہے کہ کلام ربانی سُن کر ان کا دِل نرم نہیں ہوتا۔"

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مجلس میں تلقین فرمائی کہ اگر کوئی شخص کسی عمل کو پڑھنے لگے تو اپنے اوراد و وظائف کے معمولات کو کبھی ترک نہ کرے۔ہر ورد اور وظیفہ اور معمول کو وقت مقررہ پر پورا کرنا چاہئے لیکن اگر کسی وجہ سے وقت مقررہ پر وہ معمول پورا نہ کر سکے تو پھر اسے جب وقت ملے پورا کر لینا چاہئے۔ایک بار ایک بزرگ گھوڑے سے گر پڑے اور پاؤں میں سخت چوٹ آئی۔خیال آیا کہ یہ تکلیف کسی گناہ کی وجہ سے پہنچی ہے تو یاد آگیا کہ نمازِ فجر کے بعد روزانہ سورۃ یٰسین پڑھنے کا معمول تھا،وہ معمول اُس دن پورا نہ ہو سکا تھا۔

☆......☆......☆

کرامات حضرت غریب نوازؒ

سلوک و معرفت کی بہاریں جب غنچہ دہن ہوں تو کشف و کرامات کے پھول کھل اُٹھتے ہیں۔ بھینی بھینی ہواؤں کے لطیف جھونکے خلد بریں کی رفعتوں کا پتہ دیتے ہیں اور سرتاجِ اولیاء حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی چشم کرم سے انسان زندگی کی بے پایاں حقیقتوں سے آشنا ہو کر عنایات کی لطافتوں سے بہرہ وَر ہو جاتا ہے۔ بادشاہ تو لاکھوں لشکر کے ساتھ مسلح ہو کر کسی مُلک کو فتح کر کے وہاں کی رعایا پر حکومت کرتے ہیں لیکن باطن کی نظر رکھنے والے، اپنے اَخلاق، تعلیم و تلقین، تصرفاتِ عالیہ اور فیوضِ روحانی کی پیہم بارشوں سے بنجر دلوں کو شاداب کرتے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں مطابقت کا عمل، لوگوں کو ان کا تابعِ فرمان بنا دیتا ہے۔ وہ شمشیرِ براں کی بجائے پیکرِ عرفان بن کر دِلوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

سُلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی حیاتِ مقدسہ بھی مثلِ خورشید ہے۔ آپؒ نے اُس وقت اپنی کرامات کی کرنیں بکھیریں جب کفرستانِ ہند کے لوگ سحر و اساطیر کی روایات میں کھوئے ہوئے تھے۔ آتش پرستی کے اس ماحول کو چیلنج کرنا گویا خود کو آزمائش سے دوچار کرنا تھا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے کفر و شرک کی بھڑکتی ہوئی آگ کو آتشِ نمرود جانا اور سُنّتِ ابراہیمؑ پر عمل کرتے ہوئے گلزارِ خلیل کی قرآنی حقیقت کو اپنے کراماتی رنگ میں ایک بار پھر زندہ کر دکھایا۔ خواجہ خواجگان حضرت غریب نوازؒ کی پاپوش پاک سے آگ کے سرد

ہونے کا واقعہ تو متعدد تواریخ میں مرقوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک رات آپؒ کسی جنگل سے گزر رہے تھے، جس میں سات آدمی آگ روشن کر کے اس کی پوجا کر رہے تھے۔ ان پجاریوں کے مجاہدہ کی لوگوں پر اس قدر دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ وہ آتش پرست چھ چھ ماہ تک کھانا پینا ترک کر دیتے تھے، جو کوئی ان کے ہاں حاضری دیتا وہ آتش پرست پرستش کے بغیر اس کا حال بیان کر دیتے۔ اس جنگل کے نواح میں رہنے والے تمام لوگ ان کے گرویدہ ہو چکے تھے اور آتش پرست کہلاتے تھے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے آتش پرستوں سے پوچھا کہ تم خدا کو چھوڑ کر اس آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اس پر پُجاریوں نے جواب دیا۔ "اس لئے کہ قیامت کے دن یہ آگ ہمیں نہ جلا دے۔" آپؒ نے فرمایا "اے آتش پرستو! تمہارا یہ خیال غلط ہے کیوں کہ یہ آگ بھی خالقِ کائنات ہی کی پیدا کردہ ہے۔ دیگر تمام چیزوں کی طرح یہ آگ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی تابع فرمان ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے تو تمہیں یہ آگ تو کیا؟ کوئی آگ بھی نہ جلا سکے گی۔

خواجہ غریب نوازؒ کے اس ارشاد پر سب لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپؒ کی اس بات پر کس طرح یقین کر لیں۔ آپؒ نے کہا۔ "یہ آگ میرے جسم کو تو کیا میری پاپوش کو بھی کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکتی۔" یہ کہہ کر آپؒ نے اپنی نعلین کو الاؤ میں پھینک دیا۔ اس عمل کے ساتھ ہی آگ بُجھ گئی اور آپ کی جوتی ویسی کی ویسی رہی۔ یہ منظر آتش پرستوں نے دیکھا تو فوراً سب کے سب کلمہ طیبہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے اور آپ کے تصرفاتِ روحانی نے سات پجاریوں کو ولی کامل بنا دیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی کرامات اس قدر ہیں کہ انہیں ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ صاحبِ ایمان کہتے ہیں کہ ولی کی نگاہِ اُلفت ہی کرامت کی نظر ہوتی ہے کہ جس سے تاریک دِلوں میں روشنی نکھر آتی ہے۔ اولیاء کرام کی پہچان کرامات ہی ہیں۔

خواجہ مُعین الدینؒ چشتی غریب نواز جیسے سرتاجِ اولیاء کی کرامات کا تذکرہ مختلف کُتب میں ملتا ہے۔ آپؒ سے چار ہزار چھ سو ساٹھ کرامات منسوب ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت

غریب نوازؒ کی تشریف آوری ہند سے قبل سولہ ہزار سے زائد کرامتیں آپؒ سے ظاہر ہو چکی تھیں۔ اثنائے سفر آپؒ کی کرامات کی تعداد قیامِ اجمیر کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ جیسے سلطان الاولیاء کی جس طرف بھی نگاہ اُٹھی دِلوں کو مسخر کرتی چلی گئی۔ رضائے الٰہی کی خاطر، عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں سرشار ہو کر آپؒ نے مجاہدات کی بدولت غیر مسلموں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا، جسے چاہا ولی بنا دیا، جسے چاہا بادشاہ بنا دیا اور یہ سب کچھ آپؒ کی کرامات کا اثر تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت غریب نوازؒ کے سامنے سے ایک لڑکا گزر رہا تھا۔ آپؒ نے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے؟ لڑکے نے عرض کیا۔ "میرا نام شہاب الدین ہے۔" آپؒ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ "تو دہلی کا بادشاہ ہوگا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضور سرکارِ دو عالمؐ کے حکم کے بموجب، حضرت معین الدین چشتیؒ جب تبلیغِ اسلام کے لئے ہندوستان تشریف لائے تو آپؒ کی آمد پر غیر مُسلم آگ بگولا ہو گئے۔ چنانچہ رائے پتھورا کے لشکر کا ایک سپاہی خنجر آبدار چھپا کر آپؒ کو شہید کرنے کیلئے آیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اس کے بشرہ کو دیکھا جس سے اس کا فریب عقیدت مندی میں بدل گیا۔ آپ مُسکرائے اور فرمایا "جو شخص کسی فقیر کے پاس آتا ہے اس کی ایک وجہ تو بیعت کرنا ہوتی ہے اور دوسری وجہ اذیت پہنچانا۔ اب تم جس ارادہ سے آئے ہو اس کو پورا کرو۔ آپؒ کی اس شیریں بیانی پر وہ شخص خوف زدہ ہو کر کانپنے لگا۔ پھر خنجر نکال کر آپ کے سامنے پھینک دیا اور قدموں پر گر پڑا، معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اسے معاف کر دیا اور اس کی تمنائے بیدار کے مطابق اپنے حلقہ مریدین میں شامل کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ شخص آپ کے تصرفاتِ روحانی سے درویش کامل بن گیا۔ اُس نے پچپن بار فریضہ حج ادا کیا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں ہی اس کا انتقال ہوا اور اسے وہیں دفن کیا گیا۔

ولی کی ایک کرامت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں میل دُور رہ کر بھی دِلوں اور نظروں کے قریب رہتا ہے۔ مقابل سے ہمکلام ہوتا ہے اور ہم قدم بھی۔ حضرت

خواجہ غریب نوازؒ ہندوستان تشریف لانے کے بعد انتقال پُر ملال تک اجمیر ہی میں رہے اور کبھی مکہ مکرمہ نہ گئے۔ مگر اس دَور کے اکثر حجاج کا بیان ہے کہ انہوں نے کئی بار حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کے فیض عام کی طرح ان کا لنگر خانہ بھی ہمیشہ جاری رہتا تھا اور اس میں اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام شہر میں جتنے غُربا و مساکین ہوتے تھے سب ہی کو آسودگی کے ساتھ اس میں سے کھلایا جاتا تھا۔ خادموں کو جب لنگر کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی تو حضرت غریب نوازؒ سے عرض کرتے اور آپ اپنے مُصلّے کا کونہ اُٹھا کر فرماتے کہ جس قدر رقم کی ضرورت ہے لے لو۔ چنانچہ خُدام لے لیا کرتے تھے۔ اسی طرح برسوں یہ لنگر جاری رہا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے ایک دوست شیخ علی خادمؒ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر جس سے شیخ علی خادمؒ نے قرض لیا ہوا تھا بُرا بھلا کہا۔ آپؒ نے اس کو سمجھایا اور کہا کہ شیخ علی خادم تمہارا قرض ادا کر دے گا۔ اس وقت تم چلے جاؤ۔ مگر جب اس شخص نے جانے سے انکار کر دیا تو آپؒ نے اپنے مُصلّے کا کونہ اُٹھایا اور اسے کہا کہ اپنے قرض کی رقم گن لو۔ اس شخص نے چاہا کہ اپنے قرضے سے کچھ زیادہ رقم اُٹھا لے۔ بس نیت کے اس فتور نے اس کا ہاتھ سُن کر دیا۔ وہ آہ و زاری کرنے لگا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے معافی کا خواستگار ہوا۔ آپؒ نے اُس کے حق میں دُعا کی اور اس کا مفلوج ہاتھ دوبارہ ٹھیک ہو گیا۔

بزرگوں کی نظر کرم ہو تو رہزن بھی رہبر بن جاتے ہیں۔ ایک دن حضرت خواجہ غریب نوازؒ کسی ایسے جنگل سے گزر رہے تھے۔ جہاں بہت سے ڈاکو رہتے تھے جو مسافر بدقسمتی سے ادھر آ نکلتا ان کی دسترس سے بچ نہ سکتا تھا۔ دورانِ سفر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا سامنا ان ڈاکوؤں سے ہوا تو انہوں نے آپؒ کو لوٹنا چاہا۔ آپؒ نے ان پر نگاہ غضب ڈالی، جس سے وہ ڈاکو لرزہ براندام ہو گئے اور آپؒ سے معافی چاہنے لگے۔ آپؒ کے عفو و درگزر سے ان رہزنوں کے دل نُورِ الٰہی سے منور ہو گئے۔ انہوں نے آپؒ کے دستِ شفقت کو چوم کر اسلام قبول کر لیا اور باقی ساری عمر لوگوں کے رہبر بن کر گزاری۔

ظُلم پھر ظُلم ہے۔ بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو دشمنوں نے مختلف طریقوں سے اذیتیں پہنچانے کی سازشیں کیں لیکن آپ یہ سب الم برداشت کرتے رہے۔ بالآخر ظُلم خود ہی مٹ گیا۔ مظلوم کی جیت ہوئی۔ خواجہ غریب نوازؒ کی بندہ پروری کا روشن پہلو یہ تھا کہ وہ مخلوقِ خدا پر ظُلم ہوتا نہ دیکھ سکتے تھے۔ ایک روز آپؒ کے مرید نے والیٔ شہر کے جور ستم تھے کی شکایت کی کہ اس سنگدل حاکم نے خلقِ خُدا کو بے حد پریشان کر رکھا ہے۔ آپؒ نے استفسار فرمایا کہ "اس وقت وہ ظالم کہاں ہے؟" مرید نے عرض کیا کہ "ابھی ابھی سوار ہو کر میدان کی طرف گیا ہے۔" آپؒ نے ارشاد فرمایا۔ "جاؤ وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا اور خلقِ خدا کو اس سے نجات مِل گئی۔" لوگ تحقیقِ حال کے لئے میدان کی جانب دَوڑے تو دیکھا کہ والیِ شہر کی نعش کو جانور نوچ رہے ہیں۔

دہلی کا بادشاہ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا بے حد احترام کرتا تھا۔ ایک روز وہ حضرت کے ہاتھوں میں ہاتھ لئے عزت و تکریم کے ساتھ شاہی باغ کی سیر کر رہا تھا کہ شیخ الاسلام قاضی اور ہندوؤں کی باقاعدہ سازش سے ایک بدکار عورت بادشاہ کے سامنے فریادی ہوئی۔ اس نے الزام عائد کیا کہ قطب الدین بختیار کاکیؒ صاحب سے مُجھ کو حملِ حرام ہے۔ بادشاہ اپنے مُرشد کے بارے میں یہ سُن کر سکتے میں آ گیا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ندامت کے مارے پانی پانی ہو گئے۔ اجمیر کی طرف رُخ کر کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے فریادی ہوئے۔ التجا ختم ہوئی تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ وہاں موجود تھے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو غمگین و آبدیدہ دیکھ کر آپ نے بادشاہ وقت سے کہا کہ فیصلہ ابھی ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپؒ اس عورت کے شکمِ محمول سے ہمکلام ہوئے۔ بچے نے کہا۔ "یہ سراسر جُھوٹ ہے۔ حضرت قطب الدین نیک نفس انسان ہیں اور یہ افترا پردازی دین کے حاسدوں نے کی ہے کہ اس سے آپؒ کا وقار متزلزل ہو جائے۔" اس جواب پر بادشاہ وقت نے بڑھ کر خواجہ غریب نوازؒ کے ہاتھ چوم لئے اور حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو گلے سے لگا لیا۔ حضرت خواجہ خواجگانؒ جب بغداد شریف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی درگاہ میں قیام پذیر تھے تو وہاں یہ خبر زبانِ زدِ خاص و

عام تھی کہ جو شخص آپؒ کی خدمت فیض درجات میں تین دن تک صدقِ نیت اور خلوصِ قلب سے قیام کرے تو ولی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی دوران ایک شخص جو بدکار و فاسق تھا آپؒ کی خدمت سراپا ہدایت میں آیا۔ حضرتؒ نے اس سے اس کے گناہوں کی توبہ کرائی۔ وہ شخص تین روز تک آپؒ کے ہاں قیام پزیر رہا۔ نماز پنجگانہ بھی آپؒ کے ہمراہ ادا کرتا، حتّٰی کہ اس کا دل فسق و فجور کے زنگ سے صاف ہو گیا اور وہ چند ہی روز میں صاحبِ کشف و کرامت ہوا۔ دورانِ سفر حضرت خواجہ غریب نوازؒ سبزوار پہنچے تو آپؒ کو بتایا گیا کہ یہاں کا حاکم نہایت تُند خُو، بد مزاج، ظالم اور فاسق و فاجر ہے۔ سبزوار شہر کا جو شخص آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بھی لیتا تو اُسے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جاتیں۔ اس حاکم کا نام تو یادگار محمد تھا لیکن وہ حقیقتاً دینِ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو اُس کے منافقانہ طرزِ عمل کا جب پتہ چلا تو سیدھے اُس کے دِل کش و پُر فضا باغ میں تشریف لے گئے۔ باغ کے حوض سے وضو فرمایا اور پھر تلاوتِ قرآنِ حکیم میں مشغول ہو گئے۔ یادگار محمد کی سواری جب باغ میں داخل ہوئی تو حضرت غریب نوازؒ کے ہمسفر درویش مضطرب ہوئے۔ پیشتر اس کے کہ یادگار محمد کے چہرے پر رعونت کی لکیریں اُبھرتیں، حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اس کی طرف دیکھا۔ آپؒ کی ایک ہی نظر سے اس بد باطن پر لرزہ طاری ہو گیا اور پھر غش کھا کر گر گیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک خادم سے کہا کہ حوض سے تھوڑا سا پانی لاؤ اور بسم اللہ کہہ کر اُس کے چہرے پر چھڑک دو۔ خادم نے ایسا ہی کیا اور یادگار محمد ہوش میں آتے ہی حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے اُس کا سر قدموں سے اُٹھایا۔ اپنا دستِ شفقت اُس کے سر پر پھیرا اور مناقب اہلِ بیتِ رسالت کی تشریحات اس دلنشین اندازِ تخاطب سے دُہرائیں کہ وہ بار بار رویا، ان اشکوں سے اس کا سینہ نورِ ایمان کی حقیقی جلوت سے دُھل گیا۔ اس نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جبر و تعدّی سے حاصل کی ہوئی ساری دولت آپؒ کے حکم پر فقرا و مساکین میں تقسیم کر دی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اسے سبزوار سے بلخ تک کی ولایت بخشی اور اس نے اپنی باقی ساری عمر

ذکرِالٰہی ،شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم و آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی تبلیغ میں گزاری۔ سبزوار سے حضرت خواجہ خواجگان غریب نوازؒ بلخ کے عظیم شہر میں پہنچے جہاں حکیم ضیاءالدین کا بڑا شہرہ تھا۔ حکیم ضیاءالدین اپنے عہد کا عظیم فلسفی تھا۔ بلخ میں اس نے اپنا ایک مدرسہ اور ایک پُرشکوہ اور عالیشان باغ بنوا رکھا تھا جہاں وہ فلسفہ کا درس دیا کرتا تھا۔ تصوّف کے بارے میں اس کا نظریہ فاسق تھا۔ بقول صاحب تاریخِ فرشتہ، ''حکیم ضیاء الدین کے نزدیک تصوّف وہ ہذیان ہے جو بخارا والے بہ حالت سکر بکا کرتے ہیں یاد یوانوں کی بڑ ہے۔'' حضرت غریب نوازؒ کا معمول سیاحت تھا تیر کمان اور چقماق وغیرہ ساتھ رکھتے۔ اگر افطاری کے وقت تناول طعام کا بندوبست نہ ہوسکا تو افطار کیلئے شکار فرماتے۔ ایک روز اتفاقاً آپ حکیم ضیاءالدین فلسفی کے باغ میں تشریف لے آئے اور ایک کلنگ شکار کر کے خادم کو حکم دیا کہ اس کے کباب تیار کئے جائیں۔ خود حضرت ایک شجر تلے زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ حکیم فلسفی کسی کام کی غرض سے اس طرف آنکلا۔ حضرتؒ کو صلوٰۃ میں دیکھ کر قریب ہی بیٹھ گیا۔ سرکار غریب نوازؒ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس سے تصوّف کا موضوع چھیڑ دیا۔ اس اثنا میں حضرت کے خادم نے کباب تیار کر کے حاضر خدمت کئے۔ آپؒ نے اس میں سے چند کباب علیحدہ کئے اور بسم اللہ پڑھ کر حکیم صاحب کے سامنے رکھ دیئے۔ حکیم ضیاءالدین نے اس میں سے ایک لقمہ تناول کیا تو بحث کا سارا رنگ بھول گیا۔ کباب کھاتے ہی فلسفہ سے توبہ کر لی۔ خواجہ غریب نوازؒ کی اس ایک ہی ادا سے اس کے دل میں انوار و تجلیات کی بجلیاں کوندنے لگیں۔ وہ عالمِ وارفتگی میں حضرت غریب نوازؒ سے لپٹ گیا اور آپؒ کے حلقۂ خدام میں شامل کرنے کی درخواست کی، جسے آپؒ نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے حکیم ضیاءالدین کو خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا اور وہیں رہنے کا حکم دیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ آنا ساگر کی ایک نواحی پہاڑی کے قریب اقامت پذیر تھے۔ آپؒ کا ایک خادم پانی لینے کی غرض سے لکڑی کا کشکول لے کر آنا ساگر کے کنارے پہنچا تو پجاریوں نے اسے پانی لینے سے روک دیا۔ یہاں ایک بہت بڑا بُت

خانہ بھی تھا جس کے پجاریوں نے دوسرے لوگوں پر پانی پینے کی پابندی عائد کر رکھی تھی۔ خادم نے واپس آ کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو آپؒ خود آنا ساگر پر پانی بھرنے کیلئے پہنچے اور رام دیو مہنت کو جو کنارے پر بیٹھا تھا، مخاطب کر کے فرمایا ''تم انسان کے بنائے ہوئے مٹی کے ان بتوں کو کیوں پوجتے ہو؟'' رام دیو مہنت بولا ''ہم ان مورتیوں کو اپنا معبود مانتے ہیں اِس لئے ان کی پوجا کرتے ہیں۔'' خواجہ غریب نوازؒ گویا ہوئے ''تم ان بتوں کو خدا سمجھتے ہو تو پھر ان سے کہو کہ تمہاری باتیں سُنیں اور جواب دیں۔'' رام دیو نے کہا ''یہ کیسے ہوسکتا ہے، بھلا مٹی اور پتھر کی مورتیاں بھی بول سکتی ہیں؟'' حضرت خواجہ غریب نوازؒ مسکرائے اور فرمایا ''ہمارا دین برحق ہے، ہمارا خدا سچا ہے۔ دیکھو ہم خدا کے حکم سے ان بتوں کو لبِ گویائی بخشیں گے۔'' یہ کہہ کر حضرتؒ نے قد آور بُت کی طرف دیکھا اور فرمایا ''اگر ہمارا دین برحق ہے اور ہمارا خالقِ کونین سچا ہے تو پھر اس معبودِ حقیقی کے حکم سے بول اور ہماری جانب چل کر آ'' حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ وہ بت فوراً حرکت میں آ گیا اور چند قدم چل کر حضرتؒ کے قریب پہنچا اور عرض کیا ''آپؒ کا خدا سچا اور آپؒ کا دین برحق۔ ہم خالقِ کونین کے حکم سے چل کر آپؒ کے پاس آئے ہیں اور بول رہے ہیں۔ ان کافروں کا مذہب بالکل جھوٹا ہے۔''

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی یہ کرامت دیکھ کر رام دیو مہنت نے فوراً کلمہ طیّبہ پڑھا اور حضرتؒ کے دستِ مبارک کو چوم کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

شاہ است حُسینؑ پادشاہ است حُسینؑ
دِین است حُسینؑ دِیں پناہ است حُسینؑ
سرداد نہ داد دَست در دَستِ یزید
حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حُسینؑ
(خواجہ غریب نوازؒ)

'انیس الارواح' حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی برگزیدہ تصنیف قرار دی جاتی ہے۔ اٹھائیس مجالس مبارکہ کے ملفوظات طیّبات کے اس مجموعہ کا نام خود غریب نوازؒ نے

'انیس الارواح' رکھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی زبان فیض ترجمان سے مجلس میں جو دینی باتیں سنتے تھے انہیں احاطۂ تحریر میں لے جاتے تھے۔ ان ہی باتوں کا مجموعہ 'انیس الارواح' ہے۔ جس کے مطالعہ سے روحانی سُرور ملتا ہے اور پڑھنے والا تصوّف وطریقت کے لاینحل مسائل نہایت سادہ اور پُراثر بیان میں سمجھ لیتا ہے۔

'انیس الارواح' میں خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے مرشد کامل کی دینی امور اور شرعی و اخلاقی مسائل کی توضیحات کو مرتب کر کے عام لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی ہے۔ کتاب فارسی زبان میں ہے تاہم اس کے کئی اردو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کی اٹھائیس مجالس میں ترتیب وار جو مسائل سمجھائے گئے ہیں، ان میں ایمان، مناجات، گناہوں کی کثرت سبب شہروں کی بربادی، عورتوں کی فرمانبرداری اور غلاموں کی آزادی، صدقہ، شراب کی مذمت، مومنوں کو ایذا پہنچانے کی مذمت، کسی کو گالی دینا اور برا بھلا کہنے کی مذمت، کسبِ حلال کی خوبیاں، مصیبت اور ابتلا میں صبر، جانوروں کو ناحق مارنا، سلام کرنے میں سبقت کی فضیلت، کفارۂ نماز، سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کے فضائل، جنّت اور اہلِ جنّت کا بیان، مسجد کی فضیلت، مال و دولت جمع کرنے کے نقصانات، چھینک اور اس کا جواب دینے کا ذکر، اذان، مومنین کا تذکرہ، کسی کی حاجت رَوی کا اجر و ثواب، زمانہ آخرت، موت کو زیادہ یاد کرنے کی خوبیاں، مسجد میں چراغ جلانے کا فائدہ، درویشوں کی صحبت، ازار (پاجامہ وغیرہ) کا پائچہ دراز کرنے کی برائی، عُلماء کے بارے میں، توبہ اور اس کے فضائل، شامل ہیں۔

'انیس الارواح' کے چیدہ چیدہ ملفوظات میں بتایا گیا ہے کہ کسی کی حاجت پُوری کرنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اگر کوئی شخص اورادو وَظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو اس پر لازم ہے کہ اورادو وَظائف چھوڑ کر حاجت مند کی بات سُنے اور اس کی استطاعت کے مطابق مدد کرے۔ چیدہ چیدہ ملفوظات ملاحظہ ہوں۔

:: حلال اور جائز ذرائع سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

:: جو شخص فاقہ، موت اور درویش کو دوست رکھتا ہے فرشتے اس کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور اس کے لئے بہشت میں جگہ مقرر کر دی جاتی ہے۔

:: جو کسی پیاسے کو پانی پلاتا ہے، ربِّ غفور الرحیم اس کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔

:: قرآنِ کریم کی کثرتِ تلاوت گناہوں کا کفارہ ہے۔

:: افضل ترین پرہیز گاری موت کو یاد کرنا ہے۔

:: مصیبت اور ابتلا میں چلانا، اور کپڑے پھاڑنا ستّر مُسلمانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

:: صدقہ دینا ہزار رکعت نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

:: کسی مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن کی عصمت دری کرنے کے برابر ہے۔

:: تین قسم کے لوگوں پر جنّت کے دروازے بند ہیں۔ پہلے جھوٹ بولنے والے، دوسرے کنجوس اور تیسرے خائن تاجر۔

دیوانِ معین کی طرح ''انیس الارواح'' کو بھی بعض ناقدین خواجہ غریب نوازؒ کی تصنیف نہیں مانتے۔ اس بارے میں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے اپنی مستند کتاب 'خیر المجالس'' میں بلیغ اشارات فرمائے ہیں آپؒ کا کہنا ہے کہ ''انیس الارواح'' کی گیارھویں مجلس میں گائے اور گوسفند ذبح کرنے کو خون کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ نظریہ خواجہ عثمان ہارونیؒ کا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسے خواجہ غریب نوازؒ نے اسے ملفوظ کیا ہوگا۔ ایسے ہی ایک تذکرہ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ اپنے پیر و مرشد کے ہمرکاب بدخشاں پہنچے تو یہاں حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک پیش کار سے ملاقات ہوئی جن کی عمر اس وقت سو سال تھی۔ یہ روایت بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ حضرت جنید بغدادی کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے کسی بزرگ کا چھٹی صدی کے ربع آخر تک زندہ رہنا قرینِ قیاس نہیں۔ اس جیسی دو تین تاویلوں کی بنا پر ''انیس الارواح'' کو خواجہ بزرگؒ کی تصنیف نہ ماننا ایک اعتبار سے تحقیق کے دروازے ہمیشہ کیلئے بند کرنے کے مترادف ہے۔ ایسی غلطیاں صریر خامہ کی سہو کا نتیجہ ہو سکتی ہیں یا انہیں مخالفینِ اسلام کی بددیانتی پر محمول کیا جا سکتا

ہے کیوں کہ ابتدا میں بزرگانِ دین کے زیادہ تر تذکرے ہندو ناشروں نے ہی شائع کئے۔ ان کا ایک مقصد پیسہ کمانا اور دوسرے مسلمانوں کے عقائد کو ابہام کے رنگ میں پیش کرنا بھی تھا۔ ستم بالائے ستم ایسی کتب مسلمانوں ہی سے لکھوائی یا ترتیب دِلوائی جاتی رہیں۔ بہر حال "انیس الارواح" تاریخ کی دو تین غلطیوں کو چھوڑ کر کئی فکر انگیز موضوعات کی حامل ایک برگزیدہ تالیف ہے۔

گنج الاسرار حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ایک اور تصنیف بتائی جاتی ہے۔ اس کتاب کو بعض تذکرہ کتب میں "گنجِ اَسرار" بھی لکھا جاتا ہے۔ اسے حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے مرشد محترم خواجہ عثمان ہارونیؒ کے حکم خاص کے تحت سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و اصلاح کے لئے تصنیف کیا فارسی زبان میں لکھی گئی، یہ کتاب قلمی ہے اور مورخین کے خیال کے مطابق یہ کتاب 611ھ سے 615ھ کے درمیانی عرصہ میں مکمل ہوئی۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ دہلی میں قیام پذیر تھے۔

"گنجِ اَسرار" کو حقیقت میں تعلیماتِ تصوّف کا خزینہ بیش قیمت کہنا چاہئے جس میں معرفت کے پچیس ابواب قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اور بزرگان کرام کے اقوال و اشعار بیان کئے گئے ہیں۔ پچیس معرفتوں میں ابتدائی تین معرفتیں علمِ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، طہارت و نظافت اور ظاہر و باطن سے متعلق ہیں جب کہ معرفت چہارم و پنجم میں جذبہٗ اصلاح باطن کی پہچان، راہِ حقیقت میں استقامت، حق سبحانہٗ اللہ تعالیٰ اور رسالت پناہﷺ کی تعلیمات لکھی گئی ہیں۔

معرفت ششم بیان قرآن پر مشتمل ہے جس میں اللہ کی عظیم کتاب کے محاسن اور بزرگی پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد تریاتِ حضرت رسالتؐ وفہم پیوستین اطاعت کے موضوع کو چھیڑا گیا ہے۔ معرفتِ ہشتم میں اقسام کفر و توبہ بتائی گئی ہیں اور معرفت نہم میں عرفانِ مذہب حقیقی کی قدروں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ معرفت دہم سے لے کر پانزدہم تک دریافتن جمعہ، عام توحید، دانستن معرفت تلقین مرشد کامل، ذکر فی القلب اور مرشد کی ضرورت کے بنیادی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ قلبی اعمال، عبادات جلی و خفی اور

مفیض، صاحبِ دِل کو بھی معرفت کا سر چشمہ قرار دیتے ہیں اور ان اُمور پر آپؒ نے تین ابواب میں اقوال و ارشادات قرآنی تعلیمات کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی دِلّی میں تشریف آوری اور اسلام کے نُور پھیلانے کو اُنیسویں معرفت میں لکھا گیا ہے۔ آخری پانچ معرفتیں، مقامِ عالمِ تحیّر و محویت، پیوستن مستی سماع، دربارِ رسالتؐ، خواجگانِ چشتؒ کے پندرہ مقامات، چودہ عُلوم اور فنا و بقاء کی حقیقتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اس کتاب کو اگر جدید طرزِ طباعت سے شائع کیا جائے تو نہایت ہی مفید اور دین سے شغف رکھنے والے طالبعلموں کیلئے علمی بصیرت کا باعث ہو سکتی ہے۔

اِسی طرح "کشف الاسرار" کو بھی خواجہ غریب نوازؒ کا قلمی شاہکار بیان کیا جاتا ہے۔ فارسی زبان کی اس کتاب کے دو نام ہیں۔ 'کشف الاسرار' اور دوسرا 'معراج الانوار'۔ خواجہ غریب نوازؒ کی یہ تصنیف بھی تصوّف کے بحرِ بیکراں کو اپنے اوراق میں سموئے ہوئے ہے، جس میں چہار دہم، حبس دم اور ذکرِ خفی پر بحث کی گئی ہے۔ چہار دہم کہاں سے آتے ہیں؟ ذکرِ خفی کی تعلیم، خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے نور محمدیﷺ کیسے پیدا کیا؟ اوّل منزل ناسوت، دوم ملکوت، سوم جبروت اور چوتھی منزل لاہوت ہے۔ کتاب میں مذکور ہے کہ مقامِ محمود، انوارِ جلال، نُورِ محمدؐ و نُورِ احمدؐ ایک ہیں۔ محمود، محمد، احمد، واحد، ایک ہیں۔ خداوند قدوس نے عناصر اربعہ سے چار وجود پیدا کئے اور چار نفس پیدا کئے۔ 'کشف الاسرار' میں ایسی کئی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں۔

رسالہ تصوّف (منظوم)___ اس میں حضرت خواجہ معین الدین غریب نوازؒ کے افکار عالیہ نظم ہیں۔ یہ کتاب بھی فارسی میں ہے اور آپ کے طرز شاعری کے اوصاف کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ علاوہ ازیں رسالہ 'آفاق و انفس' میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے تصوّف کے بعض نکات پر بحث کی ہے۔ یہ بھی فارسی میں ہے اور ایسی سب کتابوں کے قلمی نسخے بقدرِ ہمت و کوشش دستیاب ہو سکتے ہیں۔ البتہ 'حدیث المعارف' اور 'رسالہ وجودیہ' آپؒ کی دو تصانیف نایاب ہیں۔ ان کے صرف حوالے قدیم سوانح نگاروں نے دیئے ہیں۔ محققین ان کے بارے میں اگر تحقیقات کریں تو تاریخ تصوّف اور خواجہ غریب نوازؒ کی

زندگی کے متعلق اور بہت سی حقیقتوں کا پتہ چل سکتا ہے۔

☆......☆......☆

خواجہ غریب نواز کے خلفاء اتباع
جنہوں نے آپ سے فیض حاصل کیا

وصال مبارک:

اجمیر شریف ٦ رجب المرجب ٦٣٢ھ عمر ٩٧ سال

خلیفہ اعظم:

حضرت سید قطب الدینؒ بختیار کاکی

سلطان الہند سرکار غریب نوازؒ نے ٦ رجب المرجب ٦٣٢ھ کو اسی حجرے میں وصال فرمایا، جہاں ایک عرصہ تک آپؒ دن رات عبادت میں مستغرق رہے۔رحلت کے وقت آپؒ کی عمر ٩٧ برس تھی۔آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے اور سجادہ نشین حضرت سید احمد المعروف خواجہ سید فخر الدین نے پڑھائی۔آپؒ کی زندگی کا نمایاں پہلو اور متحرک کردار یہ تھا کہ آپؒ اپنے بعد خلفاء و اتباع کی ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جو آپؒ کے پیغام مینارۂ نور کی سربلندیوں سے روحانی فضاؤں میں اعلائے کلمۃ الحق کیلئے ہمہ تن مصروفِ جہاد رہی اور یوں آپؒ کا مشن پورا ہوتا رہا۔خلفاء و اتباع کی اس جماعت نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مشن کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اسی جدوجہد میں اپنی زندگی تمام کردی۔ان خلفاء و اتباع کے وصال کے بعد بھی حق کا سمندر بہتا رہا اور ان کے سلسلہ در سلسلہ ارادت مندوں کے توسل سے علوم و فیوض اور تبلیغ اسلام کا کام جاری رہا اور آج تک جاری و ساری ہے۔سرزمین پاک و ہند نے اپنے دامن میں مثلِ چشت جن پانچ جلیل القدر بزرگوں کو جگہ دی ان کے پیشوا درحقیقت خواجہ معین الدین چشتیؒ غریب نواز ہی تھے۔جن کی بدولت چشتیہ شجر کی شاخیں پھیلتی چلی گئیں۔آپؒ کی ذاتِ اقدس اس مسلک و مشرب کا وہ گھنا درخت تھی کہ جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر کئی اولیاء کرام اور بزرگانِ عظام نے نگاہوں کو حرم پاک کے جلوؤں سے طراوت بخشی اور دلوں کو گنبد خضرا کے نظاروں

سے یک گونہ حمانیت وسکون سے ہمکنار کیا۔آپؒ کے خلفاء ومریدین میں حضرت سید قطب الدین بختیار کاکیؒ اوشی دہلوی، حضرت خواجہ فخر الدینؒ گردیزی ثم الاجمیری، حضرت شیخ صوفی حمید الدینؒ ناگوری، شیخ نظام الدینؒ، حضرت نیاز اللہؒ خراسانی، حضرت محی الدینؒ، حضرت شیخ احمدؒ کابلی، حضرت سلطان شاہؒ، حضرت قادر سعیدؒ، حضرت احمد قہرؒ، حضرت سبحان علی خانؒ چھتی، حضرت امیرؒ برہانی سدا سہاگ، حضرت ہادی محمد عفرتؒ، حضرت نظام خاں ترکؒ، حضرت مرد غاد خاں ترکؒ، حضرت محمد اصغرؒ بہاری، حضرت نعمت اللہؒ صفا، حضرت رمادا کبر شاہؒ، حضرت سرور احمدؒ، حضرت معروف شہاب قریشیؒ، حضرت سخیا احمدؒ، حضرت عزیز احمد شاہؒ، حضرت کریم شعیبؒ، حضرت حسن داؤدؒ جی، حضرت ابو الفرحؒ قریشی، حضرت شیخ حمید الدینؒ، حضرت شیخ احمد، حضرت شیخ محمد زاہد ترک، حضرت عبد اللہؒ بیابانی، حضرت شیخ صدر الدینؒ کرمانی، حضرت خواجہ قدوۃ الدین قاضیؒ، حضرت شیخ محمد ترکؒ نارلولی، حضرت شیخ محمد یادگارؒ سبزواری، حضرت امام الدینؒ دمشقی، حضرت احمد شہابؒ کوفی، حضرت داؤد الدینؒ، حضرت غلام ہادی ترکؒ، حضرت احمد خاںؒ درّانی، حضرت قرآن احمدؒ، حضرت اظہر خاں ترکؒ، حضرت فقیر محمدؒ، حضرت احمد خاں غلوئی، حضرت کیوالؒ، حضرت اصغر قندھاریؒ، حضرت سوغی بہادر شاہؒ، حضرت مرادؒ بیگ مغل، حضرت شہاب خاںؒ ترک، حضرت محمود احمدؒ، حضرت غریب اصغرؒ، حضرت ظہیر الدینؒ، حضرت عبد اللہ اصغرؒ، حضرت عبد الغفارؒ، حضرت موشیوخؒ عراقی، حضرت یعقوبؒ، حضرت کریم احمد شاہؒ، حضرت خواجہ احمد شاہؒ، حضرت خواجہ برہان الدینؒ، حضرت شمس الدین فوقانیؒ، حضرت شیخ وجیہہ الدینؒ خراسانی، حضرت سلطان ابو مسعود غازی اور شیخ علی سنجریؒ قابل ذکر ہیں۔یہ خلفاء اطراف واکناف میں پھیل گئے اور اپنا اپنا ایک مرکز بنا کر خاموشی سے خواجہ غریب نوازؒ کے مشن کو پورا کرتے رہے۔

حضرت غریب نوازؒ کے بعد جن چار سر فہرست بزرگوں نے لوگوں کے دلوں کو اپنی روحانیت سے مسخر کیا وہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت مخدوم علاؤ الدین سید علی احمد

صابرؒ کلیری تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی، سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ غریب نواز چشتی کے خلیفہ تھے۔ترکستان کے قصبہ اوش ماوراالنہر میں پیدا ہوئے۔والد ماجد کا نام سیّد کمال الدینؒ تھا جن کا سلسلۂ نسب 17 واسطوں سے حضرت امام علی علیہ السلام سے ملتا ہے جو یوں ہے:۔

حضرت سید قطب الدین بختیار کاکیؒ ابن سید کمال الدینؒ ابن سید محمدؒ ابن سید اسحاقؒ ابن سید معروفؒ ابن سید رضی الدینؒ ابن سید حسام الدین ابن سید رشید الدینؒ ابن سید جعفرؒ ابن امامزادہ سید حسنؒ ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ابن امام جعفر صادق علیہ السلام ابن امام محمد باقر علیہ السلام ابن امام زین العابدین ابن امام سید الشہد اامام حسین علیہ السلام ابن امیر المومنین امام علی علیہ السلام۔آپ کے تین صاحبزادے خواجہ سید اطہر، خواجہ سید احمد اور خواجہ سید محمد تھے۔خواجہ سید اطہر اور خواجہ سید احمد سے اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔(آپ کے شجرہ نسب کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے مگر آپ کی سیادت میں کوئی شک نہیں ہے سوائے ملعون کے کوئی بھی آپ کی سیادت پر شک نہیں کر سکتا۔)

ایک ڈیڑھ سال کے تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، ابتدائی تعلیم مولانا ابو حفصؒ سے حاصل کی۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ جب اوش تشریف لائے تو آپؒ نے ان کی بیعت کرلی اور سترہ سال کی عمر ہی میں خرقۂ خلافت پایا۔ایک مدت تک مرشد محترم کے ہمرکاب اور پھر تنہا سیر وسیاحت میں مصروف رہے۔تذکرۃ الاولیاءِ ہند کے مطابق آپؒ نے بغداد شریف میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ اطہر سے متصل مسجد میں امام ابو اللیث سمرقندیؒ، حضرت شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، شیخ برہان الدینؒ چشتی اور شیخ محمودؒ اصفہانی کی موجودگی میں خواجہ غریب نوازؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔بعد ازاں آپؒ کی ملاقات حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ سے بھی ہوئی۔دورانِ سیاحت آپؒ کو حضرت شیخ جلال الدینؒ تبریزی نے بتایا کہ حضرت سرکار غریب نوازؒ ہندوستان تشریف لے گئے ہیں۔

تب آپؒ بھی عازمِ اجمیر ہوئے۔راستے میں ملتان پہنچ کر حضرت شیخ بہاؤ الدین

زکریاؒ کے ہاں قیام فرمایا۔ یہیں حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ نے آپؒ کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی نظر کیمیا ان کے دل میں اُتر گئی اور آپؒ ان کے سلسلۂ بیعت سے منسلک ہو گئے اور خواجہ فرید الدینؒ گنجِ شکر مسعود چشتی کہلائے۔

حضرت بابا فرید الدینؒ گنجِ شکر کے جدامجد حضرت شیخ شہاب الدین کابل کے رہنے والے تھے اور فرخ شاہ کے لقب سے ملقب تھے۔ آپ کا خاندان افغانستان میں آباد تھا اور بڑی عزت و تکریم کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت بابا فرید الدینؒ کا سلسلۂ نسب اپنے جدامجد فرخ شاہ اور سلطان ابراہیم ادھمؒ سے ہوتا ہوا حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ آپؒ کے والد بزرگوار شیخ جمال الدین سلیمانؒ تھے۔ جن ایام میں کابل پر چنگیز خانی لشکر نے حملہ کیا، آپؒ ایک معمولی زمیندار تھے۔ آپؒ اس کی فوج میں شامل ہوئے جو خوارزم شاہیوں نے تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے تیار کی تھی۔ اس فوج کو شکست ہوئی تو آپ ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ چند روز یہاں قیام کرنے کے بعد پہلے قصور اور پھر ملتان چلے آئے۔

حضرت خواجہ فرید الدینؒ گنجِ شکر نے 5 محرم الحرام 664ھ کو 95 برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت قرسم خاتونؒ بڑی نیک اور پرہیزگار تھیں جنہوں نے آپؒ کی تربیت گھر پر ہی کی۔

کچھ درسی کتابیں آپؒ کو ملّا وجیہہ الدینؒ نے پڑھائیں۔ پھر آپؒ ملتان آ گئے اور مولانا منہاج الدین کی مسجد میں اقامت اختیار کی اور ان سے فقہ، تفسیر، حدیث، منطق اور فلسفہ میں کمال حاصل کیا۔ قرآن پاک بھی یہیں حفظ کیا۔ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی سے آپؒ کی بڑی بے تکلفی تھی۔ اسی یاداللہ میں ایک مرتبہ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے آپؒ کو لکھا:

"درمیاں ما وشما عشق بازی است"

(ہمارے تمہارے درمیان عشق بازی ہے)

اِس پر حضرت فرید الدینؒ نے جواب دیا:

"درمیاں، ما وشما عشق است، بازی نیست"

(ہمارے تمہارے درمیان عشق ضرور ہے، بازی نہیں ہے)

حضرت بابا فرید الدینؒ نے بدخشاں، غزنی، بغداد، قندھار اور سیستان میں علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے، حضرت شیخ شہاب الدینؒ سہروردی، بغداد میں حضرت خواجہ اجل سنجریؒ، حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ، غزنی میں امام حداویؒ، سیستان میں شیخ اوحد الدینؒ کرمانی سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد باقی عمر پاکپتن میں تبلیغِ حق میں گزار دی۔ یہیں انتقال فرمایا اور دفن ہوئے۔ شیخ نظام الدینؒ اولیاء اور حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ کلیری آپؒ کے خلفاء اعظم تھے۔

حضرت علی احمد کلیریؒ 19 ربیع الاوّل 592ھ بروز جمعرات بوقت تہجد پیدا ہوئے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ راوی ہیں کہ انہیں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کی ولادت کی بشارت دی تھی اور اس کا نام علی تجویز کیا تھا۔ اس بشارت کے دوسرے روز حضور سرورِ کائناتؐ نے عالم رویا میں حکم فرمایا تھا کہ علی کیساتھ احمد کو بھی نام کا جزو بنایا جائے۔ چنانچہ آپ علی احمد مشہور ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپؒ حضرت امام جعفر صادقؓ کی اولاد امجاد ہیں جبکہ دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کے خاندان سے تھے۔

حضرت علی احمدؒ صابر کلیری کی عمر سات سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ 25 شعبان المعظم 600ھ کو آپؒ کی والدہ آپؒ کو اپنے بھائی حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ کے ہاں لے آئیں۔ جہاں حضرت فرید الدین گنجِ شکر مسعود چشتیؒ نے آپؒ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور پہلے دہلی میں اور بعد ازاں تبلیغ اسلام کی خاطر مستقل طور پر کلیر میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ یہیں حضرتؒ نے 13 ربیع الاوّل 695ھ کو 98 برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت خواجہ شمس الدینؒ ترک پانی پتی آپ کے خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر خسروؒ آپؒ کی بیعت کیلئے حاضر ہوئے تو آپؒ نے فرمایا "جاؤ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ ہی کی بیعت کرو۔ وہ میرے پیر بھائی ہیں، ان کے اتنے مُرید ہیں جتنے آسمان پر ستارے۔ حضرت پیرانِ کلیرؒ کے توسط سے ارادت مندی کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ چشتی صابری کہلایا۔" حضرت نظام الدین اولیاءؒ وہ روشن چراغ تھے،

جنہوں نے آفتاب جہاں تاب چشت سے روشنی حاصل کی۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے مسلک و مشرب کا جو چراغِ ہدایت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ کے نام سے جلایا،حضرت بابا فرید الدینؒ گنجِ شکر نے اُس سے جلا پائی اور پھر چراغ سے چراغ جلتے رہے۔حضرت نظام الدین اولیاء حضرت فرید الدینؒ گنجِ شکر کے جانشین تھے۔آپ کا اصل نام سید محمد نظام الدین والد کا نام سید احمد بخاری ہے۔آپ کے القابات نظام الاولیاء، محبوب الٰہی،سلطان المشائخ،سلطان الاولیاء اور زری زر بخش وغیرہ ہیں۔

آپ 18 ربیع الثانی 636 ہجری بروز بدھ بدایون میں پیدا ہوئے۔اسم گرامی محمد تھا۔والد ماجد سیّد احمدؒ بن سیّد علی نجیب الطرفین نقوی البخاری سید تھے۔آپ کا سلسلہ نسب انیسویں پشت میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے جاملتا ہے۔آپ پانچ برس کے تھے کہ والد کی شفقت سے محروم ہوگئے۔والدہ ماجدہ نے دینی تعلیم دلوانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔یہ ان کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ آپؒ نے مولانا علاؤالدین اصولی ؒ،شمس الملک حضرت مولانا شمس الدین دامعانی ؒ سے تعلیم حاصل کی جو اس زمانہ میں درس و تدریس میں شہرت نامہ رکھتے تھے۔پھر کچھ دیر مولانا کمال الدین زاہدؒ سے بھی پڑھتے رہے جو دہلی کے متقی و پرہیز گار اور جید عالم تھے۔حضرت بابا فرید الدینؒ گنجِ شکر سے انتہائی درجہ اُنسیت و عقیدت تھی،چنانچہ دہلی سے کئی مرتبہ مرشد کی زیارت کیلئے تشریف لائے،'محبوب الٰہی' کا لقب آپ ؒ کو حضرت بابا صاحبؒ ہی نے عطا فرمایا تھا جو کہا کرتے تھے۔

''علم سینہ من بہ نظام الدین اولیاء بدایونی رسید،وعلم دِل من بہ شیخ علاؤالدین علی احمد صابر فائز گردیدہ'' (سیر الاقطاب)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدینؒ اولیاء سلسلہ چشتیہ کے اکابرین میں سے تھے کہ جنہوں نے 725ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے لاکھوں عقیدت مندوں کو فرقت میں آنسو بہانے کیلئے چھوڑ گئے۔

زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت نے بیعت کا دروازہ سب کیلئے کھول دیا۔وہ گناہگاروں کو خرقہ پہناتے تھے اور ان سے توبہ کراتے تھے۔حضرت علامہ اقبالؒ نے

اسی لئے تو کہا کہ

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

لیکن امیر خسروؒ نے اپنے مرشد کی تعریف جس انداز میں کی وہ تعریف سے بالاتر ہے فرمایا۔

وجود خواجہ ؒ نہ از آب و گل گشتہ مرتب
کہ جاں خضر و مسیحا بہم شد مرکب

آپؒ کے خلفاء میں حضرت امیر خسروؒ،حضرت خواجہ سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی ؒ،شیخ قطب الدینؒ منور ہانسوی،شیخ برہان الدین ؒغریب،شیخ حسنؒ دہلوی،شیخ منتخب الدینؒ خُلد آبادی،شیخ شرف الدین ؒ بو علی قلندر،خواجہ ضیاء الدینؒ برنی اور خواجہ سید حسام الدینؒ سوختہ (اولادِ معین الدین چشتی) مشہور و معروف ہیں۔

حضرت امیر خسروؒ:

حضرت امیر خسروؒ کا پورا نام ابوالحسن یمین الدولہ اور تخلّص خسرو تھا۔ 651ھ میں قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔والد گرامی امیر سیف الدین اور نانا عماد الملک تھے جو غیاث الدین بلبن کے وزیر جنگ رہے۔فرشتہ کا کہنا ہے کہ آپ کے والد امراءِ بلخ میں سے تھے اور چنگیز خان کے حملہ سے قبل ہی ہندوستان ہجرت کر آئے تھے۔سات برس کی عمر میں امیر خسروؒ باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہوگئے اور آپؒ کی پرورش کا بوجھ نانا عماد الملک کو اُٹھانا پڑا۔ذہین اتنے تھے کہ 15 برس کی عمر ہی میں مروجہ علوم کی تکمیل کرلی۔حضرت نظام الدینؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔مرشد سماع سنتے تو امیر خسروؒ ہمیشہ ان کے دائیں طرف بیٹھتے۔حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ بھی آپ ؒ کو بھی بہت عزیز رکھتے تھے۔''ترک اللہ'' خطاب حضرت نظام الدین اولیاء نے آپ ؒ کو عطا کیا تھا۔اس بارے میں فرماتے ہیں۔

بر زبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ بود
دست ترک اللہ گیر وہم بہ للہش سپر

حضرت امیر خسروؒ ایک ہمہ گیر اور پہلو دار شخصیت کے مالک تھے۔ذہن رسا ہر طرف رواں تھا۔بیک وقت صاحبِ حال صوفی، عظیم فلسفی اور جید عالم تھے اور فن موسیقی کے بے مثال استاد اور مسلم الثبوت شاعر بھی۔آپؒ کی تصانیف کی تعداد 99 شمار کی گئی ہے۔ایک اندازے کے مطابق آپؒ نے صرف فارسی اور ہندی میں پانچ لاکھ اشعار کہے 735ھ میں 84 سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنے مرشد کے جوار میں دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ سید نصیر الدین ؒ محمود چراغ دہلوی:۔

حضرت خواجہ سید نصیر الدین ؒ محمود چراغ آپؒ کے پیر بھائی تھے جو حضرت نظام الدینؒ اولیاء کے خلیفہ اعظم تھے اور جنہیں حضرت محبوب الٰہی نے تبلیغ حق پر مامور کیا تھا۔

حضرت نصیر الدینؒ شیخ محمود چراغ دہلوی کی ولادت اودھ میں ہوئی۔آپؒ حسنی سیّد تھے۔اصل نام محمود،لقب چراغ اور نصیر الدین تھا۔نو سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔تعلیم و تربیت کے ابتدائی مدارج والدہ ماجدہ کی زیر ہدایت طے کئے۔بعد ازاں حضرت مولانا عبدالکریمؒ شروانی اور مولانا افتخار الدین ؒ محمد گیلانی سے علم حاصل کرتے رہے۔43 سال کی عمر میں حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ بیعت ہوئے اور باقی ساری عمر مجاہدہ و ریاضت اور دینِ حقہ کی تبلیغ میں گزار دی۔سلسلہ چشت کے دوسرے عظیم المرتبت بزرگوں کی طرح آپؒ بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے۔رحلت پر حضرت خواجہ سیّد محمد گیسودراز بندہ نواز نے آپؒ کو غسل دیا جو آپؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ سیّد محمدؒ گیسودراز:۔

حضرت خواجہ سیّد محمدؒ گیسودراز کا نام سید محمد الحسینی اور لقب گیسودراز بندہ نواز تھا۔ولادت دہلی میں ہوئی۔والد حضرت سید یوسفؒ اہل اللہ میں سے تھے۔اولیاء کرامؒ و صوفیاء عظامؒ میں فقہ،حدیث،تفسیر،منطق اور علم و ادب کے موضوع پر ایک سو پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ایک سو چار برس کی عمر میں 16 ذیقعد 825ھ کو گلبرگہ (دکن) میں انتقال فرمایا۔ساری زندگی اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے میں بسر کی۔

چشتیہ سلسلہ کے یہ وہ بزرگ اولیاء ہیں جنہوں نے ساری دُنیا میں سلطان الہند حضرت

خواجہ غریب نوازؒ کی جلائی ہوئی شمع ہدایت کو فروزاں رکھا اور جب انتقال کر گئے تو اپنے خلفاء کو اس کی پاسداری کی تلقین فرما گئے اور پھر یہ شمع چشتیہ مسلک و مشرب کے بزرگوں کی مجاہدانہ ریاضت و استقامت سے ہمیشہ فروزاں رہی۔ان کے بعد جو بزرگ اس شمع کی حفاظت پروانہ وار کرتے رہے،ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔شیخ عبدالقادر انصاریؒ،شیخ احمدؒ شوریانی،شاہ بہلول چشتیؒ،محبّ النبی فخر الدینؒ،خواجہ نور محمد مہارویؒ،حضرت شیخ محمد سعید،شاہ محمد سلیمانؒ،حضرت میاں غلام مصطفیٰؒ،حضرت خلیفہ اللہ دتہ چشتیؒ،خواجہ محمد حسنؒ صابری،خواجہ غلام فرید،خواجہ اللہ بخش تونسویؒ،مولانا عبدالعزیز بگویؒ،خواجہ محمد دینؒ سیالوی،احمد میروی چشتیؒ،میاں محمد شاہؒ،مولانا محمد ذاکرؒ بگوی،خواجہ فاروق حسنؒ،شاہ علی حسینؒ کچھوچھوی،پیر سید مہر علی شاہؒ گولڑوی،خواجہ محمد یار فریدی،خواجہ حسنؒ نظامی دہلوی اور سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم۔(نقل ہے کہ ایک دن آپ خواجہ سید معین الدین چشتی حرم کعبہ میں عبادت میں مشغول تھے اور آواز آئی کہ اے معین الدین میں تم سے خوش ہوں اور میں نے تمہیں بخش دیا اور جو دل کی مراد ہو وہ مانگ لو تا کہ میں عطا کروں،آپ نے کہا۔یا الٰہی، معین الدینؒ کے مریدوں کو جو شجرے سے اس تک پہنچ جائیں بخش دیں۔فرمان آیا کہ تمہارے مرید اور مریدوں کے مرید جو نیک عمل کریں گے قیامت تک آپ کے صدقے بخش دیے گئے ہیں۔اس کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو میرا مرید ہوا یا جو میرے مریدوں کا مرید ہوا،اور جو شجرے سے مجھ تک پہنچا تو اس وقت تک معین الدینؒ بہشت میں قدم نہیں رکھے گا جب تک اس کو بہشت میں نہ لے جائے)یہ سب بزرگ چشتی تھے اور چشتی کا لفظ خواجہ غریب نوازؒ سے ان کی اور ان کے آباؤ اجداد کی پُر خلوص محبت کا تابندہ نشان بنا رہا۔ان کے آستانے آج بھی مراکز خیر و برکت ہیں جہاں انوار چشت کی تجلیاں تاریکیوں کو چیر رہی ہیں اور کچھ برگزیدہ چہرے خواجہ اجمیرؒ کی طرف نگاہیں مرتکز کئے تاریخ کے اوراق پر نظر آتے ہیں،یہ ہیں۔شاہ یعقوبؒ صدر دیوان لاہوری،شاہ مروانی چشتیؒ،پیر محمد چشتیؒ،حاجی جان اللہ چشتی،شیخ عبدالخالق چشتیؒ،سید صبور شاہؒ،ولی چشتیؒ،حضرت پیر شیرازی چشتیؒ،حضرت سید غلام محمد چشتیؒ،شیخ دریام شاہؒ چشتی،سید بھکاری خانؒ چشتی،

حضرت خیر شاہ چشتیؒ ،سید کمال حُسین شاہ چشتیؒ، شیخ محمد رمضان چشتیؒ، خواجہ حُسین چشتیؒ ،سید چراغ علی شاہ چشتیؒ لاہوری، مولانا غلام قادر چشتیؒ ،حافظ محمد امین شاہ چشتیؒ اور پیر نوازش علیؒ صابری چشتی صابری اور دیگر سینکڑوں بزرگانِ چشت جن کی تاریخ بڑی ضخیم ہے۔جن اولیائے چشت سے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تبلیغ کا سب سے زیادہ کام لیا ان کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ اسم با مسمّیٰ تھے اوراُن کے اسماءِ گرامی کے ساتھ ُدین' کالفظ اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کو قریہ قریہ ُنگر نگر اور گھر گھر پہنچانے میں شبانہ روز مصروف رہے۔مثال کے طور پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ اگر معین الدینؒ تھے تو خواجہ بختیار کاکیؒ دہلوی،قطب الدینؒ ،حضرت گنج شکرؒ فرید الدینؒ ،مخدوم پاک علی احمد صابرؒ کلیری علاؤالدین ،حضرت محبوب الٰہیؒ دہلوی ، نظام الدینؒ ،حضرت خواجہ قطب ہانسوی، جمال الدینؒ،خلیفہ حضرت صابر ترک شمس الدینؒ اور حضرت شمسؒ پانی پتی ،جلال الدینؒ تھے۔

پھر اس کے بعد ُالدین' کئی مشہور سلسلوں کا مرکز و محور بن گیا اور یہ تمام خلفاؤ اتباع خواجہؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے لئے آتے رہے۔

☆......☆......☆

تصوف کی حقیقت

ہندوستان میں اسلام اپنے ظہور و آمد کے بعد سے لے کر اب تک دو متوازی دھاروں کی صورت میں بہتا رہا ہے جن میں کبھی کبھی خاص سیلابی حالات میں باہم تصادم کی بھی کیفیت پیدا ہوتی رہی ۔بادشاہوں اور سلاطین کی قوت وجلالت کے پہلو بہ پہلو صوفیائے کرام کی روحانیت و جمالیت بھی برابر جاری و ساری رہی ہے ۔ان خرقہ پوشوں اور فرش نشینوں نے صحیح اور سچے انسان دوست اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اہل اقتدار کے مقابلے میں زیادہ اثر پذیرانہ خدمات انجام دی ہیں اور اکثر و بیشتر صورتوں میں ارباب حکومت کے خاموش مگر موثر نقد و محتسب کا کردار ادا کیا ہے۔ان کی احتسابی کاروائیوں کا ذکر موقع بہ موقع ہوتا رہے گا۔یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں انتہائی اختصار کے ساتھ چند بنیادی حقائق و امور کی نشان دہی کر دی جائے تا کہ صوفیائے کرام کا تذکرہ آئے تو ذہن میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو۔خدا جانے ہزاروں سال ہوئے کہ لاکھوں سال جب سے انسان نے دو ٹانگوں پر کھڑے ہو کر چلنا شروع کیا اور جب سے اس نے شعور کی آنکھ کھولی ہے۔اسے روئے زمین پر جن فکری و عملی نظریاتی و حقیقی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ان میں سب سے شدید و سنگین ،سب سے اہم و اول،سب سے دقیق و نازک مسئلہ جو کسی طرح سلجھنے میں نہیں آتا اور جتنا سلجھایا جاتا ہے،مزید الجھتا جاتا ہے،وہ ہے"وجود باری تعالیٰ" کا مسئلہ۔بس یہی تصوف کا واحد موضوع ہے اور صوفی کا واحد شوق وجود باری تعالیٰ کا کھوج،اس کی شناخت و دریافت اپنے اور تمام موجودات کے خالق کی جستجو۔اگر ممکن ہو سکے تو مکالمہ ہو جائے۔مکالمہ نہ ہو سکے تو دیدار ہی ہو جائے۔دیدار بھی نہ ہو سکے تو کچھ اتہ پتہ ہی معلوم ہو جائے۔اگر وہ ہے تو کہاں ہے اور کیسا ہے۔اگر نہیں تو کیوں نہیں ہے۔ہر انسان کی زبان بن کر غالب نے پوچھا۔

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکن زلف عنبریں کیوں ہے ؟
نگہ چشم سرما سا کیا ہے ؟
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟
ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟

اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے "تاریخ تصوف" میں اپنی عالمانہ زبان میں یوں کہا "تصوف اس اشتیاق کا نام ہے جو ایک صوفی کے دل ودماغ میں خدا سے ملنے کے لیے اس شدت کے ساتھ موجزن ہوتا ہے کہ اس کی پوری عقلی اور جذباتی زندگی پر غالب آجاتا ہے۔ گفتگو کرتا ہے تو اسی کی، خیال کرتا ہے تو اسی کا، یاد کرتا ہے تو اسی کو، کلمہ پڑھتا ہے تو اسی کا، شفق کی سرخی میں، دریا کی روانی میں، پھولوں کی مہک میں، بلبل کی آواز میں، تاروں کی چمک میں، صحرا کی وسعت میں، باغ کی شادابی میں، غرض کہ تمام مظاہر کائنات اور مناظر قدرت میں اسے خدا ہی کا جلوہ نظر آتا ہے"۔

یہیں سے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں سائنسداں، فلسفی، پیرومذہب اور صوفی کے تصور میں فرق واضح ہوسکتا ہے۔

1۔ سائنس دانوں کی دو قسمیں ہیں خدا کے منکر اور خدا کے قائل۔ منکروں کا ذکر کیا۔، جو خدا کی ہستی کے قائل ہیں، وہ اسے خالق کائنات قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا اس کائنات کو بنانے کے بعد اس سے بے تعلق ہو چکا ہے اس لیے انسان اور خدا میں کوئی رابطہ اور تعلق ہے۔ اور نہ ہوسکتا ہے۔

2۔ فلاسفہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ خدا کے منکر اور قائل، جو فلسفی خدا کی ہستی کے قائل ہیں وہ اسے صرف کائنات کا خالق یا اصل علت ہی قرار دیتے ہیں اور چونکہ وہ غیر مشخص ہے

اس لیے انسانوں کے ساتھ ایسا شخص رابطہ قائم نہیں کرسکتا جیسا کہ مختلف انسانوں میں پایا جاتا ہے مثلاً وہ کسی انسان سے ہم کلام نہیں ہوسکتا یا اگر کوئی انسان اسے پکارے تو وہ جواب نہیں دے سکتا۔ غور سے دیکھا جائے تو سائنس داں اور فلسفی کے تصور خدا میں کوئی فرق نہیں ہے۔

3۔ مذہب کا معاملہ سائنس اور فلسفے سے بالکل جداگانہ ہے۔ سائنس اور فلسفے کی بنیاد انسانی عقل پر ہے۔ مذہب کی بنیاد وحی پر ہے۔ جس میں انسانی عقل کو دخل نہیں ہوتا بلکہ خود خدا اپنا کلام کسی بندے پر نازل کرتا ہے۔ جسے عرف عام میں رشی،، نبی، رسول یا پیغمبر کہتے ہیں۔ مذہب کی رو سے خدا کائنات کا خالق ہے اور انسان اس سے رابطہ پیدا کرسکتا ہے اس رابطے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ خدا خود بندوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر تم مجھے پکارو گے تو میں جواب دوں گا۔ ہر مذہب نے دو چیزیں پیش کیں۔ پہلی چیز یہ کہ اگر میری اطاعت کرو گے تو میں تمہیں اس کی جزا دوں گا یعنی جنت میں داخل کروں گا اور اگر میری نافرمانی کرو گے تو سزا دوں گا یعنی دوزخ میں ڈال دوں گا۔

دوسری چیز یہ کہ اگر اطاعت کے علاوہ تم مجھ سے محبت کرو گے تو میں تم سے محبت کروں گا اور اس محبت کا ثمرہ یہ ملے گا کہ تمہاری شخصیت میں میری صفات منعکس ہو جائیں گی اور اس قرب یا اتصال کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بچشم دل میرا دیدار کرسکو گے۔ اسی لیے اہل مزہب دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ جن لوگوں پر عقل کا غلبہ تھا انہوں نے صرف اطاعت شریعت کو کافی سمجھا اور جنت کو مقصود بنایا لیکن جن لوگوں پر عشق کا غلبہ تھا انہوں نے اطاعت کے علاوہ محبت (طریقت) کو بھی ضروری سمجھا یعنی دیدار کو مقصود بنایا۔ علامہ اقبال نے اس شعر میں اسی فرق کو واضح کیا ہے۔

گفت دین عامیاں ؟ گفتم شنید
گفت دین عارفاں ؟ گفتم کہ دید

دوسرے طبقے کے افراد کو عرف عام میں صوفی کہتے ہیں اور اس تشریح سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہر صوفی دراصل عاشق ہوتا ہے۔ عشق اور تصوف مترادف الفاظ ہیں۔ تصوف

کیا ہے؟ خدا سے ملنے یا اس دریافت کرنے یا اسے دیکھنے کی شدید ترین آرزو کا نام

تصوف کیا ہے؟ روح انسانی کا اپنی اصل سے وصل ہو جانے کا اشتیاق

تصوف کیا ہے؟ مذہب کی روح ۔زندہ خدا کے ساتھ زندہ رابطہ پیدا کرنے کا نام۔

ارکان، شعائر، مناسک، رسوم، قواعد، ظاہر یعنی احکام شریعت، یہ سب اس زندہ رابطے کے حصول کے ذرائع ہیں۔یہ مقصد کو حاصل کرنے کے ذریعے ہیں۔

تصوف ہر قدم پر، ہر بات میں، ہر وقت بندے کو متنبہ کرتا رہتا ہے کہ مقصود (اللہ) نگاہ سے اوجھل نہ ہونے پائے۔بقول علامہ اقبالؒ

تیرا امام بے حضور ، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر ، ایسے امام سے گزر

یا بقول اکبر الہ آبادی:

قرآن رہے پیش نظر ، یہ ہے شریعت
اللہ رہے پیش نظر ، یہ ہے طریقت

انسان کی عقلی، فکری اور روحانی زندگی میں تصوف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے عصر حاضر کا مشہور فلسفی برٹرینڈ رسل بھی، جو تصوف کے سخت خلاف تھا یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ "دنیا میں جس قدر عظیم ترین فلسفی ہوگزرے ہیں، سب نے فلسفے کے ساتھ ساتھ تصوف کا بھی اعتراف کیا ہے دنیائے افکار میں انتہائی بلند مقام صرف سائنس اور تصوف کے اتحاد ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔بہترین انسانی اخلاق و کردار اور خوبیوں کا اظہار صرف تصوف ہی کے ذریعے سے ممکن ہے۔

ہر مذہب، ہر قوم،، ہر ملک اور ہر دور کے تصوف کا طریقہ ایک ہی رہا ہے۔یعنی عشق، تصوف کے اصول مبادی ہر قوم میں یکساں رہے ہیں۔ہر صوفی دراصل عاشق ہوتا ہے، اس لیے ہر قوم اور ملک کے تصوف

کا دارومدار "عشق" ہی رہا ہے۔فرق جو کچھ نظر آتا ہے۔وہ ظواہر و رسوم کا ہے۔صوفی ہندو یا یہودی، عیسائی ہو یا مسلمان ان کے مذہبی عقائد، شعائر و رسوم میں اختلاف کی وجہ

سے دونوں کے مزاج میں فرق ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔آیئے اس فرق کو واضح کرنے کے لیے مختلف مذاہب و اقوام میں تصوف کی نیرنگ جھلکیوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

ہندو تصوف

اپنشد، جن کی تعداد ایک سو ساٹھ ہے، تصوف پر قدیم ترین تصانیف ہیں۔ان کا زمانہ تصنیف حضرت عیسیٰؑ سے آٹھ سو سال پہلے کا ہے۔اپنشدوں کی تعلیمات کی روح "برہمہ گیان" (عرفان حقیقت) ہے۔چنانچہ سوال کیا گیا کہ "وہ شے کیا ہے جس کا عرفان ہو جانے سے سارے جگت کا عرفان ہو سکتا ہے؟" اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وہ شے خدا ہے۔ اگر انسان کو اس کا عرفان حاصل ہو جائے تو ساری کائنات کا عرفان حاصل ہو جائے گا۔"

اپنشدوں کی تعلیمات کے مطابق یہ کائنات سراسر غیر حقیقی (دھوکا) نہیں ہے۔بلکہ حقیقی بھی ہے اور غیر حقیقی بھی ہے۔کہ کائنات اس اعتبار سے حقیقی (خارج میں موجود ہے) کہ مظہر ذات حق ہے اور اس اعتبار سے غیر حقیقی ہے کہ بذات خود موجود نہیں ہے جبکہ حق تعالیٰ کی حقیقت وجود ہے۔وہ بالذات موجود ہے۔

یہ کائنات جیسی نظر آتی ہے، ایسی کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی مرضی یونہی تھی۔وہ مختار مطلق ہے کوئی شخص اس سے باز پرس نہیں کر سکتا۔وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

دنیا مین رہو مگر اس سے دل مت لگاؤ۔بیراگ (اللہ کے سوا سب سے ترک تعلق) بہترین طرز حیات ہے۔انسان کے حقیقی دشمن باہر نہیں ہیں بلکہ اندر ہیں اور وہ یہ ہیں۔

کام (شہوت)، کرودھ (غصہ)، موہ (حرص)، لوبھ (لالچ)، اہنکار (عجب)۔

جب تک ان پانچ دشمنوں (نفس امارہ) کو مغلوب کرو گے۔عرفان (برہم گیان) حاصل نہیں ہو سکتا۔جیسے برہم گیان حاصل ہوتا ہے، وہ خود برہمن ہو جاتا ہے یعنی اس میں برہمن کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔جب انسان برہمن ہو جاتا ہے تو اس میں یہ چار صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔اطمینان، ہمت، خدمت خلق اور دوسروں کی فائدہ رسانی۔

برہمن وہ ہے جو ہر شئے میں اسی کا جلوہ دیکھتا ہے۔توحید یہی ہے کہ دوسرے کا خیال دل سے نکل جائے ایشور صرف انہی کو درشن دیتا ہے جو اس کے دیدار کے لیے بے تاب ہیں

اور اسے حاصل کرنے کے لیے سراپا جستجو ہیں۔

اسے پانے کی شرائط حسب ذیل ہیں ۔ دم (ضبط نفس)،، دان (ایثار)،دیا (شفقت)،جپ(ذکر)،تپ(مجاہدہ)،دھیان (مراقبہ)

ایشور انسان کے پردے (قلب) میں وشرام (استراحت) کرتا ہے۔ وہ اپنے عاشقوں کے دل میں سکونت پذیر ہے۔

جو خدا کے سوا غیر سے دل لگاتا ہے وہ ابدی محرومی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔انسان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ وہ سنسار (دنیا سے دل لگائے۔

اگرچہ ہندو اپنے مذہب کی بنیاد ویدوں کو مانتے ہیں مگر مرکز توجہ ویدوں کی بجائے اپنشد، برہم سوتر اور بھگوت گیتا، یہ تین کتابیں ہیں اور اسی لیے ان کو "پرستھان تریا" (تین بنیادی کتابیں) کا لقب دیا گیا۔تینوں کتابوں کا لب لباب یہ ہے کہ ہندو کا تصوف اسے ترک دنیا کی طرف مائل کر دیتا ہے۔اس لیے کہ ہندو کی نگاہ مین یہ سنسار "بندھن" ہے۔ خدا سے تعلق قائم کرنے میں ایک پابندی ہے۔ہند تصوف میں ''سنیاس'' کی تعلیم دی جاتی ہے اور ہندو صوفی اس لیے ''سنیاسی'' کہلاتا ہے

بدھ تصوف

ہندوؤں کا سنیاسی بدھ مت بھکشو بن جاتا ہے۔بدھ مت بنیادی طور پر ہندو مت ہی کی ایک صورت ہے۔ کثرت پرستی اور ذات پات کی تقسیم ایسی بنیادی چیزیں تھیں جو ہندو دھرم کی اشاعت پر ضرب کاری لگا رہی تھیں ۔بدھ مت نے سارا زور ان ہی نقائص کو دور کرنے پر صرف کر دیا۔ گوتم بدھ کے نزدیک یہ دنیا تین طرح کے مصائب میں گھری ہوئی ہے۔

1) رنج والم جن سے انسان آئے روز دوچار رہتا ہے جن میں بیماری بڑھاپا اور موت بہت اہم ہیں۔

2) عارضی زندگی یعنی دنیا فانی ہے اور کسی چیز کو قرار حاصل نہیں۔

3) غیر یقینی کائنات کی تمام اشیاء غیر حقیقی ہیں کیونکہ اگر یہ حقیقی ہوتیں تو فانی نہ ہو سکتیں۔

بدھ مت کے پیروکاروں کو تلقین کی گئی کہ وہ سماجی زندگی کو خیر باد کہہ دیں، گھر، خاندان، پیشہ، سماج وغیرہ سب کو چھوڑ کر یا تو تنہائی کی زندگی بسر کریں یا تارک الدنیا لوگوں کی مصاحبت اختیار کریں۔ جائے رہائش کا آبادی سے دور ہونا ضروری ہے۔ان کا لباس بھی متعین کر دیا گیا ہے۔ جو تین کپڑوں پر مشتمل ہے۔ان میں ایک تہ بند، ایک کوٹ کی قسم کا کپڑا اور ایک چادر شامل ہے۔سر اور داڑھی کے بال بالکل مونڈھ دیے جاتے ہیں۔ خوراک بھیک مانگ کر حاصل کر جاتی ہے۔محنت اور مزدوری ممنوع قرار دی گئی ہے۔اس راہبانہ زندگی میں ہر شخص داخل ہو سکتا ہے۔اس کیلئے رنگ و نسل، ذات پات وغیرہ کی کوئی قید نہیں، البتہ چند لوگوں پر اس کے دروازے ضرور بند ہیں، مثلاً غلام اور مخصوص بیماریوں میں مبتلا ۔ان راہبوں کو بھکشو کہا جاتا ہے اس کیلئے حکم ہے کہ وہ مہینے میں دوبار تزکیہ نفس کرے تزکیہ نفس کے دن کو ''اوپاستھ'' یعنی روزے کا دن کہا جاتا ہے ان تمام عبادات کا صلہ صرف سکون قلب یا نروان ہے نروان ہی سے مکتی حاصل ہو سکتی ہے۔

یونانی تصوف

یونان میں تصوف کا آغاز فلسفی آرمینس سے ہوتا ہے۔اس وقت مغربی ایشیاء میں سامی افکار اور فارس کے زرتشتی عقائد پھیلے ہوئے تھے، جنہوں نے رفتہ رفتہ عمومی رسوم کی صورت اختیار کر لی ۔فلسفیانہ افکار نے عقلیت پسند ذہنوں کو ان رسوم سے بدگمان کر دیا۔ انہوں نے ایک طرف تو خیر و شر اور نیکی و بدی کی قدروں کی تلاش شروع کر دی تو دوسری طرف شر سے محفوظ رہنے کے طریقوں کو تلاش کیا۔اسی ماحول میں آرمینس کی باطنی رسوم نے جنم لیا ۔اس نے زہد، ریاضت اور تزکیہ نفس کو بنیاد قرار دے کر ذاتی باطنی واردات کی اشاعت شروع کی ۔اس نے تاریخ میں پہلی بار خانقاہیں قائم کیں۔اس سے یہ عقیدہ پیدا ہوا کہ اگر روح، جسم کی بندشوں اور مادی حدود سے آزاد ہو جائے تو اس کی قوتوں میں بے حد اضافہ ہوگا ۔اسی چیز نے تصوف میں سے رہبانیت کا راستہ نکالا ۔ان کے ہاں آوا گون (تناسخ) کا فلسفہ بھی کارفرما تھا۔ جو ہندی اثرات کا نتیجہ تھا۔ آرمینس کے نزدیک نجات اخروی کیلئے مجاہدہ اور ریاضت ضروری ہے۔مجاہدے اور ریاضت ہی سے فنافی اللہ یا قرب الٰہی کا

مقام حاصل ہوتا ہے۔

آرمینس کے بعد دوسرا امام فیثا غورث ہے۔ آرمینس کے نزدیک روح جسم میں مقید ہے جبکہ فیثا غورث نے روح کو انسان کے عروج اور بلند ترین قوت کے حصول کا ایک ذریعہ جانا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ افزائش نسل کا سلسلہ ختم ہونا چاہیئے تا کہ انسان اس مادی دنیا کی قید سے نجات حاصل کر سکے۔ یونان کے بعد اسکندریہ میں نوفیثا غورثی فلسفہ قائم ہوا۔ جس کی رو سے خدا کچھ اور ہے' روح کچھ اور' اور جسم کچھ اور ۔ یہ تینوں مختلف النوع چیزیں ہیں۔ خدا نے روح کو جو غیر مطلق تھی جسم میں مقید کر دیا جو مطلق شر ہے چنانچہ جسمانی خواہشات وجذبات پر قابو پانا ہی روح کی معراج ہے اور اس کے حصول کیلئے زہد' عبادت اور ریاضت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

فیثا غورث کے بعد یونان کا بڑا فلسفی' جو بڑا صوفی بھی تھا۔ حکیم فلاطینوس تھا۔ وہ وحدت الوجود کا قائل تھا۔ اس کی رائے میں وجود جزئی' حقیقی ہے اور الواحد میں منحصر ہے۔

یہ والواحد وحدت مطلقہ ہے۔ بسیط ہے اور لا متناہی ہے۔ جسمانیت اور صورت سے پاک ہے۔ وہ تمام صفات سے بالاتر ہے۔ جب ہم اس کے تمام صفات کی نفی کر دیں تو وہ کسی حد تک قرین عقل اور قابل فہم ہو سکتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم تو حیداور خیر کی صفات بھی اس سے منسوب کر نہیں کر سکتے' کیونکہ ان سے بھی اس کی ذات محدود ہو جاتی ہے۔

تمام کثرت یعنی یہ کائنات اسی الواحد سے صادر ہوئی ہے لیکن اس صدور کا مطلب یہ نہیں ہے کہ الواحد کائنات کی کثرت میں گم ہو گیا یا کائنات میں مندمل ہو گیا یا یہ کائنات الواحد (خدا) بن گئی۔

فلاطینوس کہتا ہے کہ خدا کو حواس اور عقل کے ذریعے نہیں پا سکتے۔ اس تک پہنچنے کا ذریعہ اشراق یا شہود یا وجدان ہے۔ جس طرح عقل خدا اور نفس کے درمیان واسطہ ہے۔ اسی طرح نفس' روح اور جسم کے درمیان واسطہ ہے۔ خدا اور جسم درجہ کمال کے دو کنارے ہیں۔ اعلیٰ ترین درجہ خدا ہے اور ادنیٰ درجہ جسم ہے۔ خدا وحدت ہے۔ جسم کثرت ہے۔ جو ارواح مادی لذات میں مکمل طور پر منہمک نہیں ہوتیں بلکہ خدمت خلق بھی کرتیں ہیں اور کچھ خوبیاں

بھی اپنے اندر پیدا کر لیتی ہیں۔ وہ جسم کی موت کے بعد دوبارہ انسانی اجسام سے متعلق ہو جاتی ہیں (یہ آواگون یا تناسخ کی کیفیت ہوئی) اور جن لوگوں کی ارواح اپنی اصلی وطن کی طرف جانے کا شوق رکھتی ہیں ایسے لوگوں کیلئے لازم ہے کہ وہ عالم مادی اور علائق دنیاوی سے قطع تعلق کرلیں اور تہذیب وتزکیہ نفس میں منہمک ہو جائیں۔ تزکیہ نفس کے تین مراتب ہیں۔

تصفیہ ٔنفس یعنی نفس کو تمام صفات رذیلہ سے پاک کرنا۔

تجلیہ ٔنفس یعنی میل کچیل دور کر کے نفس کو صیقل کرنا نفس کو جلا دینا تا کہ وہ صفات جمیلہ قبول کر سکے۔

تحلیہ ٔنفس یعنی نفس کو صفات حمیدہ سے آراستہ کرنا۔

فلاطینوس کے نزدیک سلوک معنوی کے بھی تین مرحلے ہیں۔ یعنی۔ ہنر، عشق اور حکمت یونان کے اس فلسفی صوفی کا اثر عیسائی، یہودی اور اسلامی تصوف پر صاف طور پر نظر آتا ہے۔

یہودی تصوف

یہودی کے ہاں ظاہری رسوم کی پابندی پر زور دیا گیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یہودی کے ہاں تصوف پنپ نہ سکا۔ یونانی اثرات کے تحت یہودیوں کے ہاں بھی تصوف نے جنم لیا۔ جس کا بہترین نمائندہ صوفی فیلو ہے۔ اس نے مذہب اور فلسفے دونوں کا مطالعہ کیا اور ان میں تطابق پیدا کرنے کی کوشش کی عام طور پر یہودی تصوف میں خدائے خالق اور خدائے مطلق کے دو جداگانہ وجود ملتے ہیں۔ ان کے نزدیک تورات کا خدا' خدائے خالق ہے لیکن خدائے مطلق اس سے ایک علیحدہ ہستی ہے۔ جو انسانوں کی عقل سے ماورا ہے۔

عیسائی تصوف

عیسائی تصوف کی بنیادیں بابلی اور مصری باطنیت میں گڑی ہوئی ہیں۔ بابلی صوفیا کے نزدیک کائنات کے تمام واقعات نہ تو قوانین فطرت کے مطابق ہیں اور نہ انسانی ارادے کے تابع ہیں بلکہ دیوتاؤں کے احکام کے نتیجے ہیں۔ یہ دیوتائی فیصلے باطنی اسرار ہیں جو

انسان ایک خاص قسم کی ریاضت اور ورزش سے پا سکتا ہے۔اسی بنا پر بابل میں صوفیانہ حلقے قائم ہوئے۔یہی چیز یونان میں دیو مالا کی صورت اختیار کر گئی۔ادھر بابل اور مصر میں اس چیز نے نجوم، رمل اور دیگر خرافات کی صورت اختیار کر لی۔ایران سے اہرمن و یزداں کی کشمکش کا زرتشتی فلسفہ بھی بابل میں آن وارد ہوا۔بابل کے اس معجون مرکب کا اثر مصر کے باطنی نظام پر پڑا۔

عیسائیت میں مذہب کا تصور بالکل باطنی، داخلی اور ذاتی ہو کر رہ گیا۔چنانچہ "حواری کے لقب سے بہت سے صوفیا حضرت عیسیٰؑ کے گرد اکٹھے ہو گئے۔حضرت عیسیٰؑ کے اس جملے سے عیسائی تصوف کا آغاز ہوتا ہے کہ آسمانی بادشاہت تمہارے اندر ہے۔جو کوئی اپنے نفس کو پہچان لے، وہ اسے پالے گا۔اس تصوف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان براہ راست خدا کے ساتھ تعلق قائم نہیں کر سکتا اور یہ واسطہ صرف یسوع مسیح ہیں جبکہ اسلام نے خدا اور بندے کے درمیان کسی کو واسطہ نہیں ٹھہرایا۔عیسائی تصوف کا بانی پولوس ہے۔پولوس کے بعد کلیمنٹ اور اس کے بعد اہم شخصیت آگسٹائن کی ہے اس نے کہا کہ انسان فطرتاً گناہ گار ہے اور نیکی یا بدی اختیار کرنے کی قوت رکھتا ہے جو شخص نفسانی خواہشات کو پورا کرتا ہے تو وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔چنانچہ عیسائیت میں رہبانیت اور قنوطیت نے جنم لیا۔آگسٹائن کے نزدیک جذب و مشاہدے کا راستہ انسانی زندگی کا بہترین اور بلند ترین مقصد ہے اور یہ مشاہدہ اسی دنیا میں ممکن ہے۔

اسلامی تصوف

جب دوسری صدی ہجری میں اسلامی تصوف کا آغاز ہوا تو اس پر بہت کچھ اثر غیر اسلامی (ہندی، یونانی، عجمی، عیسائی وغیرہ) تصوف کا موجود تھا۔یہ اثر کبھی کم نہیں ہوا بلکہ بڑھتا ہی رہا۔چنانچہ حقیقی اور سچے مسلمان صوفیا کے پہلو بہ پہلو ہر دور میں صوفیائے سو بھی ہمیشہ موجود رہے۔جن کی تعداد بدقسمتی سے حقیقی صوفیا سے زیادہ ہی رہی۔مسلمانوں میں جو تصوف شائع ہوا اس کی دو قسمیں ہو گئیں۔

1) اسلامی تصوف، جو قرآن و حدیث، معصومینؑ اور آثار صحابہ کرامؓ سے ماخوذ

ہے اور دین و دنیا میں عملی زندگی پر زور دیتا ہے۔

2) غیر اسلامی تصوف، جس میں ہندی، یونانی، عیسائی اور عجمی تصوف کے اثرات کی آمیزش ہے جو سنیاس، ترک علائق اور رہبانیت پر زور دیتا ہے۔بدقسمتی سے تصوف کے مخالفین نے جن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر کے شریک ہیں، اسلامی تصوف پر اعتراض کرتے وقت غیر اسلامی تصوف کو مدنظر رکھا۔انہوں نے قبائح تو مدنظر رکھے غیر اسلامی تصوف کے اور ہدف بنایا اسلامی تصوف کو۔

اسلامی تصوف کیا ہے؟ اس کی شناخت یہ ہے کہ وہ لازماً قرآن و حدیث کو اپنا سرچشمہ بنائے اور اپنے عمل کو اسوہ حسنہ اور آثار صحابہؓ پر استوار کرے۔تصوف پر بعض معترضین کا بنیادی اعتراض یہی ہے کہ وہ غیر قرآنی ہے۔مثال کے طور پر علامہ غلام احمد پرویز اپنی تصنیف "تصوف کی حقیقت" میں رقم طراز ہیں۔قرآن اور حدیث میں تصوف اور صوفی کے الفاظ تک نہیں ملتے اس لیے ابتدائی دور میں مسلمان صوفیا کے وجود کا بھی پتا و نشان نہیں ملتا۔تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں میں پہلا شخص جو صوفی کے لفظ سے مشہور ہوا۔ابو ہاشم عثمان بن شریک تھا۔اور صوفیوں کی پہلی خانقاہ 140 ہجری میں رملہ کے قریب، جو فلسطین میں واقع ہے، قائم ہوئی اس کے بعد تاریخ میں بہت سے اشخاص کے ساتھ یہ لقب صوفی دیکھنے میں آتا ہے۔ان حضرات کے متعلق کہا گیا کہ انہوں نے تصوف کے عقائد اور مسلک کو خود اختراع نہیں کیا تھا بلکہ باطنی طور پر یہ سلسلہ بہ سلسلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض حاصل کیا تھا۔چونکہ یہ نظریہ ایرانیوں کا پیدا کردہ تھا اس لئے حضرت علیؑ کا اسم گرامی نمایاں طور پر درمیان میں لایا گیا۔انہیں "شاہ ولایت" کے لقب سے سرفراز کیا گیا چنانچہ صوفیوں کے مختلف شجروں کا منتہی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی قرار پاتے ہیں (بجز سلسلہ نقشبندیہ کے جو اپنی کڑیاں حضرت صدیقؓ سے جا کر ملاتے ہیں)۔

علامہ پرویز کی یہ پوری کتاب مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ کٹر عقلیت پسند علامہ پرویز جو بظاہر تصوف کے شدید خلاف ہیں، بہ باطن وہ بھی درحقیقت اسلامی تصوف کے ردعمل کے طور پر خلاف ہیں ورنہ وہ کشف والہام کی اہمیت سے بے خبر نہیں ہیں۔بہر

صورت تصوف کو قرآن وحدیث کے عین مطابق ظاہر وثابت کرنے والے محقق ومصنف بھی موجود ہیں۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے اپنی کتاب ''تاریخ تصوف'' میں ایک باب ''اسلامی تصوف کے ماخذ'' کے عنوان سے باندھا ہے۔ فقیر یہاں پر اس کا مختصر خلاصہ پیش کر رہا ہے۔

1) تصوف کی اصل رب کو دیکھنے کی آرزو ہے وجود باری تعالیٰ کی جستجو و دریافت سالک یہ تمام مجاہدات' ریاضات' مراقبات اسی لیے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کا دیدار کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ مقصد حیات ''دیدار رب' ہے یہ اصل سورۃ کہف کی آیت 110 سے ماخوذ ہے۔ پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کا آرزومند ہو، اسے لازم ہے کہ اعمال صالحہ بجالائے اور اپنے رب کی اطاعت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

2) تصوف کے عناصر ترکیبی تین ہیں۔

کال توحید سارا قرآن توحید کی تعلیم سے معمور ہے۔ صرف ایک آیت کا حوالہ کافی ہے۔ سورۃ حدید کی آیت 3 کا ترجمہ ''بس وہی ہر شئے کا اول ہے اور ہر شئے کا آخر ہے اور ہر شئے کا ظاہر ہے اور ہر شئے کا باطن ہے (یعنی وہی وہ ہے) اور وہ ہر شئے کی ماہیت سے آگاہ ہے۔

تقویٰ قرآن مجید تقویٰ کی تاکید سے بھرا پڑا ہے۔ غیر متقی اس سے ہدایت یاب نہیں ہو سکتا۔ متقی کو اللہ کی معیت نصیب ہو جاتی ہے۔ سورہ نحل، آیت 128 کی بشارت '' بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور محسن بھی ہیں۔

عشق۔ تصوف کا دارومدار عشق یا محبت الٰہی پر ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت 165 میں آیا ہے کہ ''اور جو لوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں''۔ اس مختصر آیت کی تفصیل سورۃ توبہ کی آیت 24 میں فرمادی تا کہ کوئی ابہام نہ رہے۔ ''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ، دادا ' اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور رشتے دار اور وہ اموال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے ہیں اور تجارت، جس

کے مندا پڑ جانے سے تم بہت ڈرتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم بہت عزیز رکھتے ہو۔ اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیاری یا زیادہ محبوب ہو تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

☆......☆......☆

اسلامی تصوف کے مشہور سلسلے

چوتھی صدی ہجری یعنی دسویں صدی عیسوی میں صوفیا نے تزکیہ نفس کے مختلف طریقے وضع کئے جو سلسلہ یا خانوادہ کہلاتے ہیں۔ ان سلسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے' آگے چل کر اور بہت سی شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر شاخ کا ایک بانی ہے۔ ہر سلسلے میں منبع بالآخر حضرت علیؓ کی ذات تک پہنچتا ہے۔ صرف ایک سلسلہ نقشبندیہ ایسا ہے جس کی ابتدا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بتائی جاتی ہے۔ برا عظم پاک وہند میں زیادہ مشہور سلسلے یہ ہیں۔

سلسلۂ قادریہ

اس سلسلے کے بانی شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے کی بنیاد مشہور صوفی حضرت جنید بغدادیؒ کی تعلیمات پر رکھی۔ اس سلسلے میں زیادہ زور درود شریف پر دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ سماع کے خلاف ہیں۔ ذکر جلی اور ذکر خفی دونوں کو جائز سمجھتے ہیں۔

سلسلۂ چشتیہ

اس سلسلے کے بانی حضرت خواجہ علو ممعاد دینوریؒ ہیں لیکن برا عظم پاک وہند میں اس

سلسلے کو اصل شہرت حضور خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی اجمیری ؒ کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ اس سلسلے میں زیادہ زور کلمہ شہادت پر دیا جاتا ہے اور خاص طور پر لفظ "اللہ" کی ورد کی بڑی تاکید کی جاتی ہے۔ چشتی صوفیاء کے نزدیک سماع جائز ہے بشرطیکہ اخلاق کے منافی نہ ہو۔

سلسلۂ سہروردیہ

اس سلسلے کے بانی ابو نجیب سہروردی ہیں۔ اس سلسلے میں سانس روک کر "اللہ ہو" کہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ یہ لوگ سماع کی بجائے تلاوت کلام پاک پر زور دیتے ہیں۔ ذکر جلی اور خفی دونوں طریقوں سے کرتے ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ

اس کے بانی خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندی ہیں۔ انہوں نے اس کی بنیاد حضرت بایزید بسطامی کی تعلیمات پر رکھی۔ برِ اعظم پاک و ہند کے مسلمان اس سلسلے سے خواجہ باقی باللہ کے ذریعے متعارف ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس سلسلے کو مزید ترقی دی۔ اس سلسلے کے صوفیا مراقبے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ سماع کے خلاف ہیں اور اذکار میں بھی ذکر خفی کو جائز سمجھتے ہیں۔

تزکیۂ نفس

تصوف کا دستور العمل یا طریق، جسے اصطلاح میں تزکیہ نفس کہتے ہیں۔ یہ بھی قرآن ہی سے ماخوذ ہے اور تزکیہ نفس خود قرآن سے ثابت ہے۔

سورہ جمعہ کی آیت 2 میں آیا ہے۔ "اللہ ہی وہ ذات پاک ہے جس نے امیوں میں ایک عظیم المرتبت رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اس کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ تزکیہ نفس کیونکر کرنا چاہئے؟ اس کا طریقہ اور دستور العمل سورۃ مزمل کی ابتدائی گیارہ آیات میں درج ہے۔ اس کے مطالعے سے واضح ہو جائے گا کہ صوفیا صحیح معنی میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار ہیں اور ان کی زندگی صحیح معنوں میں اسلامی زندگی ہے۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے کملی اوڑھنے والے! کھڑا رہا کر رات کو مگر تھوڑی دیر کیلئے۔ آدھی رات یا اس میں سے کم کر لیا کر یا کچھ بڑھا دیا کر۔ اور قرآن کو خوب آہستہ آہستہ پڑھا کرو، تحقیق ہم ڈالنے والے ہیں تیرے اوپر ایک بھاری حکم کا بوجھ۔ تحقیق اٹھنا رات کا، وہ بہت سخت (موثر) ہے نفس کو کچلنے میں اور بہت سیدھا کرنے والا ہے بات کو (یعنی اس وقت دعا بھی ٹھیک دل سے نکلتی ہے)۔ تحقیق تیرے لیے دن میں بڑا مشغلہ رہا کرے گا اور ذکر کر اپنے رب کے نام کا اور اسی کا ہو رہ سب سے ٹوٹ کر۔ وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا۔ نہیں ہے معبود اس کے سوا۔ پس بنا لے اسکی کو اپنا کارساز اور صبر کر اوپر ان باتوں کے جو کافر تیری نسبت کہتے ہیں اور قطع تعلق کر لے ان سے وضع داری کے ساتھ اور چھوڑ دے مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال اور دولت مند ہیں (میں ان سے بھگت لوں گا) اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے۔"

اس لفظی ترجمے کو آپ غور سے پڑھیں۔ خود معلوم ہو جائے گا کہ صوفیائے کرام نے سلوک کے تمام بنیادی اصول انہی آیات سے اخذ کئے ہیں جن کی مزید وضاحت یہاں کی جاتی ہے۔

1) حکم موجود ہے کہ آخر شب میں اٹھو۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے "کھڑا رہا کر رات کو"

2) اٹھ کر نماز تہجد پڑھو یہ حکم سورہ بنی اسرائیل کی آیت 79 میں بھی آیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے "اور رات کے ایک حصے میں بیدار ہوا کرو اور تہجد کی نماز پڑھا کرو۔ یہ شب خیزی تمہارے لیے زیادہ مشقت ہے۔ جو شخص قرب خداوندی کا طلب گار ہے، اس کیلئے اشد ضروری ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

3) نماز تہجد میں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھو اور نہایت آہستہ آہستہ یعنی واضح طور پر قرآن پڑھ۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔ ورتل القرآن ترتیلا۔ اس آیت میں "رتل" کے بعد "ترتیل" کا لفظ تاکید کیلئے لایا گیا ہے یعنی بہت رک رک کر قرآن پڑھو

تا کہ معانی میں تدبر حاصل کرسکو، جس کا ثمر یہ ملے گا کہ قرآن کے معانی ذہن نشین ہو جائیں گے اور اس کی بدولت باطن میں وہ انقلاب پیدا ہو جائے گا جو تلاوت کا مقصود ہے۔

4) ذکر و فکر، مراقبہ، مجاہدہ، اوراد، اشغال اور سلوک کے جملہ لوازم سے مقصود صرف یہی ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو جائے۔ یہ مقصود اس آیت سے ثابت ہے ''تحقیق اٹھنا رات کا، بہت سخت ہے نفس کو کچلنے اور بہت سیدھا کرنے والا ہے بات کو۔

5) سالک کو اسم ذات کے ذکر کی تلقین کی جاتی ہے یہ تلقین اس آیت سے ماخوذ ہے۔ واذ کراسم ربک۔ یعنی ذکر کر اپنے رب کے نام کا۔

6) تصوف میں تبتل کی تلقین کی جاتی ہے اور یہ تلقین اس آیت سے ہے۔ ماخوذ وتبتل الیه تبتیلاً۔ یعنی پورے طور سے تمام مادی و دنیاوی علائق سے قطع تعلق کر۔ یہاں بھی امر ''تبتل'' کے بعد مصدر لایا گیا ہے۔ جس سے تاکید مراد ہے۔ یعنی کامل طور پر قطع تعلق کر۔ تبتل کا مادہ بتل ہے۔ بُتل کہتے ہیں قینچی سے کاٹ دینے کو۔ جو قطع تعلق شریعت میں مقصود ہے۔ وہ یہ ہے کہ دنیوی لذات قطع نظر کی جائے اور اللہ کی عبادت خلوص دل سے کی جائے اور جس تبتل سے شریعت نے منع کیا ہے۔ وہ عیسائیوں کا تبتل ہے یعنی نکاح اور عائلی زندگی کو ترک کر دینا یعنی رہبانیت۔ اسلامی تصوف یا اسلام میں تبتل سے مراد رہبانیت نہیں بلکہ اس کا مطلب ہے لذات دنیاوی سے قطع تعلق کرنا یا دنیا کو مقصود نہ بنانا بلکہ دنیا میں رہنا مگر اس سے دل نہ لگانا۔

7) تلقین کی جاتی ہے کہ اللہ کو اپنا وکیل یعنی کارساز بناؤ۔ صرف اسی پر بھروسہ کرو، اپنی دولت، مال، اولاد، جائیداد اور مادی تعلقات پر بھروسا مت کرو۔ یہ تلقین اس آیت سے ماخوذ ہے۔ ''فاتخذہ وکیلا'' یعنی بنالے اسی کو کارساز۔

8) سالک کو تلقین کی جاتی ہے کہ اغیار کے اعتراضات پر صبر کرو یعنی اگر کوئی شخص تم پر طعن و طنز کرے، اعتراض کرے، تمہیں برا کہے یا تمہاری برائی کرے تو تم اس کی جفاؤں کو خاموشی سے برداشت کرو، کیونکہ اگر تم اس سے الجھے تو تمہارا مقصد فوت ہو جائے گا۔ جب تم نے اللہ کو وکیل بنایا ہے تو وہ تمہاری طرف سے مدافعت کیلئے کافی ہے۔ تم اپنا

کام کیے جاؤ۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔ واصبر علی مایقولون۔

9) سالک کو حکم دیا جاتا ہے کہ مخالفین سے کنارہ کشی کرو مگر لڑ جھگڑ کر نہیں۔ بد کلامی کے بعد نہیں بلکہ خوبصورتی کے ساتھ۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔ واھجرھم ھجرا جمیلاً۔ ان سے عمدگی کے ساتھ کنارہ کش ہو جا۔

10) سالک کو تاکید کی جاتی ہے کہ جو لوگ تمہاری تکذیب یا تردید کر دیں تو تم خود ان سے بحث و مباحثہ مت کرو، کیونکہ تمہاری توجہ مقصود سے ہٹ جائی گی۔ لوگوں سے الجھنا، مناظرہ کرنا، مقابلہ کرنا یہ سب باتیں تمہارے حق میں مضر ہیں۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔ ''فذرنی والمکذبین'' اور چھوڑ مجھے ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال اور دولت مند ہیں۔

یہ اسلامی تصوف کے دس بنیادی اصول ہیں اور سب کے سب قرآن کی مذکورہ بالا آیات سے ماخوذ ہیں بلکہ ان پر مبنی ہیں۔ تصوف کیا ہے۔؟ تزکیہ نفس کا دوسرا نام ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقاصد چہارگانہ میں سے دوسرا مقصد ہے۔ پڑھیے سورہ جمعہ کی آیت 2 کا ترجمہ۔ اللہ ہی تو ہے جس نے امیوں میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث کیا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

ضابطۂ تصوف

اسلامی تصوف میں تزکیہ نفس کے علاوہ جن جن عملی باتوں کی تلقین کی جاتی ہے یا ضوابط و قواعد کی (نفس کے ڈسپلن) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ بھی سب کی سب قرآن مجید سے ماخوذ ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے اخذ کی گئی ہیں۔ مثلاً

بیعت کا سلسلہ یہ طریق قرآن اور سنت دونوں سے ثابت ہے۔ سورہ فتح کی آیت 10 کا ترجمہ ''بلاشبہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں، وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔'' اور اسی سورت کی آیت 18 کا بھی یہی مضمون ہے۔ ''بے شک اللہ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جس وقت وہ بیعت کرتے تھے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس درخت کے نیچے۔

خلوت

اس کی ضرورت و اہمیت کا ثبوت خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سے مل سکتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قبل نبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سال تک غار حرا میں خلوت اختیار فرمائی تھی۔

اس سلسلے میں علامہ اقبال کا شعر قابل غور ہے۔

صاحب تحقیق را جلوت عزیز
صاحب تخلیق را خلوت عزیز

محبت یا عشق

اللہ کی محبت تو اسلامی تصوف کی اصل روح ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت 165 کا ترجمہ دیکھ لیجئے۔ "جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی محبت میں اشد ہیں"

محاسبہ یا مراقبہ

سورہ حشر کی آیت 18 میں تلقین کی گئی ہے کہ "اور لازم ہے کہ ہر شخص اس پر نظر رکھے (محاسبہ کرے) کہ اس نے آیندہ کل یعنی آخرت کے لیے کیا توشہ آگے بھیجا ہے۔" کون کون سے اعمال صالحہ اس کے نامہ اعمال میں درج ہیں۔ پس چاہیئے کہ ہر مومن محاسبہ کرے اور محاسبہ مراقبے پر موقوف ہے۔ گہرے غور و فکر اور مراقبے کے بغیر محاسبہ بہت مشکل ہے۔

مجاہدہ

اور جو لوگ ہم سے ملنے ہم تک پہنچنے کیلئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم یقیناً انہیں اپنی طرف آنے والی راہیں دکھا دیتے ہیں۔" یہ ترجمہ ہے سورہ عنکبوت کی آیت 69 کا جس سے صاف ثابت ہے کہ مجاہدہ بھی اسلام کی ایک شرط ہے۔

ذکر و فکر

اس کا بھی واضح حکم قرآن میں ہے۔ سورہ آل عمران کی آیات 190 اور 191 کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے

آنے میں ان عقل والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت پر غور و فکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔

سالک کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے، ذکر کرتے رہو۔ یہ تلقین سورہ انفال کی آیت 45 میں بھی کی گئی ہے جس کا ترجمہ "اور یاد کرو اللہ کو بہت' تا کہ تم فلاح پاؤ۔

علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں قرآنی ذکر و فکر کو یوں باندھا ہے۔

فقر قرآں؟ اختلاط ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر

☆-----☆-----☆

ارشادات عالیہ

خواجہ غریب نوازؒ کے اقوال تصوف کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ سب کو یہاں پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔ بہ نظر اختصار حسب ذیل اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

عارف و عرفان

عارف سے ادنٰی بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ملک و مال سے بیزار ہو جاتا ہے۔

عارف وہ ہے جو اس بات کی جد وجہد کرے کہ ایک دم نصیب ہو جائے اور عارفِ دم وہ ہے جو ذکر خدا کرے اور اپنی تمام عمر اس ایک دم پر فدا کر دے اگر ایسا دم نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔ کیونکہ ایسا دم زمین و آسمان میں سالہا سال تک تلاش کرنے پر بھی میسر نہیں آتا۔

اللہ تعالٰی کے عارف ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالٰی سے کچھ نہیں لیتے۔ عارف دنیا کا دشمن اور خدا کا دوست ہوتا ہے۔ وہ دنیا سے متنفر ہوتا اور اسے غل و غش اور حسدات کی خبر تک نہیں ہوتی۔

ہر وہ عارف جس میں تقوٰی ہو وہ گداگری کرے تو لقمہ حرام کھاتا ہے۔

عارف اس وقت تک روتا ہے جب تک راہ میں ہوتا ہے لیکن جب حقائق قرب میں پہنچ جاتا ہے اور وصال ہو جاتا ہے تو اسے گریہ نہیں رہتا۔

اہل عرفان یاد الٰہی کے سوا کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے۔

عارفوں کا ایثار عاشقی بے نیازی ہے اور محبوں کا ایثار آرزو ہے۔

عارفوں کا توکل سوائے خدا کے کسی اور پر نہیں ہوتا نہ وہ کسی اور کی طرف التفات کرتے ہیں۔

عارفوں میں صادق وہ ہے جس کی ملکیت میں کچھ نہ ہو نہ وہ کسی کی ملک ہو۔

عارفوں کی خصلت محبت میں اخلاص ہے۔

عارف محبت میں کامل اس وقت ہوتا ہے جب درمیان سے گفتگو اٹھ جائے ایسا ہو جائے کہ یا دوست رہے یا خود۔

عارف کا توکل حق کے ساتھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ عالم سکر میں متحیر ہوتا ہو۔

عارف وہ ہے جو راہ عشق میں سوائے خدا کے کسی کو نہ دیکھے۔

عارف وہ ہے کہ جب صبح کو اٹھے تو اسے رات کی بابت کچھ یاد نہ ہو۔

جب تک عارف کو ستر خالص نصیب نہیں ہوتا اس کا کوئی فعل خالص نہیں ہوتا۔

عارف ہو ہے جو سوائے ذکر حق کے کسی کو دوست نہیں رکھتا۔

عارف آفتاب صفت ہوتے ہیں ان سے تمام عالم منور ہوتا ہے۔

عارف وہ ہے جملگی عالم سے خبردار ہو اور لاکھوں معنی بیان کرے اور ہر وقت بحر معانی میں شناوری کرتا رہے تاکہ گوہر اسرار الٰہی اس سے نکالے اور جوہریان مصر کو دکھائے کہ وہ اسے پسند کریں اور جانیں کہ عارف ہے۔

عارف وہ ہے کہ جو ہر وقت ولولہ عشق اور قدرت آفرینش میں متحیر رہے اگر کھڑا ہے تو دوست کے وہم میں ہے اگر بیٹھا ہے تو دوست کے ذکر میں ہے۔ اگر خواب میں ہے دوست کے خیال میں ہے۔ اگر بیدار ہے تو دوست کے حجاب عظمت کے گرد طواف میں ہے۔

عارف اس کو کہتے ہیں جس پر عالم غیب سے صد ہزار تجلیات نازل ہوں اور ایک وقت میں ہر چند ہزار حال و تجلیات اس میں دم بدم پیدا ہوں۔

عارف کی ایک علامت ہے کہ وہ ہر وقت متبسم رہتا ہے جس وقت عارف مسکراتا ہے اس وقت عالم ملکوت میں مقربان اس کے سامنے ہوتے ہیں جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ اسے دیکھ کر مسکراتا ہے۔

عارف پر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ اس وقت ہزار ایسے ملک اس کو پیش کئے جائیں جن میں ہر قسم کے عجائبات ہوں تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا مگر اس چیز کو جو اس پر

طاری ہوئی ہے۔

عارفوں پر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ اس وقت وہ عرش سے حجاب عظمت کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں پھر دوسرے قدم میں اپنے مقام تک آجاتے ہیں۔ مگر یہ ادنیٰ درجہ عارفوں کا ہے۔ لیکن جو کامل ہیں ان کا درجہ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچتے ہیں اور کب واپس آتے ہیں۔

عارف وہ ہے جو کہیں ہو اور کچھ بھی طلب کرے وہ اس کے سامنے آئے جس سے بات کرے جواب پائے۔ اس راہ میں وہ عارف نہیں جو خدا کے سوا کسی اور چیز کے در پے ہو۔

عارفوں کا ایک درجہ اس قسم کا ہوتا کہ اس درجے پر وہ دنیا کو اپنی دو انگلیوں میں دیکھتے ہیں۔

عارف کا کم تر درجہ یہ ہے کہ پہلے دلی نور دکھائے پھر کوئی اگر دعوے کے ساتھ سامنے آئے تو اسے بقوت کرامت ملزم بنا دے۔

جب عارف خاموش ہوتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے جب آنکھیں بند کرتا ہے تو اس لئے نہیں کھولتا کہ شاید اسرافیل صور نہ پھونک دے۔

جس نے خدا کو پہچان لیا اگر وہ خلق سے دور بھاگے، سمجھ لو اس میں کوئی نعمت نہیں۔

عارف کا کمال یہ ہے کہ اپنے آپ کو راہ خدا میں جلا دے۔

عارف خواہ معرفت کے متعلق کتنا ہی بیان کرے اگر چہ دوست کی گلی میں پھرے مگر جب تک معارف یاد نہ کرے معرفت کو نہیں پہنچتا۔

جب عارف کا حال کامل ہو جاتا ہے تو لاکھوں مقام سے باہر نکلتا ہے اور اپنا کام ترقی پذیر پاتا ہے اگر اس مقام سے نہ نکلے تو اسی مقام میں حیران رہ جاتا ہے یعنی ابھی کنارہ ہے اسے راہ معلوم ہی نہیں۔ اس لئے زیادہ تر ضائع ہی رہتا ہے۔

اہل عرفان یادالٰہی کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے۔

عارف راہ محبت میں وہ ہے جو کونین سے دل برداشتہ ہو۔

دنیا

دنیا فانی ہے اور کارہائے دنیا لایعنی ہے۔

راہ سلوک

جب تک آدمی راہ سلوک میں دنیا و مافیہا ترک نہ کردے۔ وہ اہل سلوک میں داخل نہیں ہو سکتا نہ ان میں کا ہوتا ہے۔ پس اگر اس کی یہ حالت نہ ہو تو سمجھ لو کہ جھوٹا ہے۔

اس راہ سلوک میں بہت سے مرد عاجز اور عاجز مرد ہو گئے۔

اہل سلوک

اہل سلوک میں محبت ایک ایسا علم ہے کہ لاکھوں علماء اس کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ مگر ذرہ بھر بھی ان کو اس کی خبر نہیں ہوتی، اور زہد میں ایک ایسی طاعت ہے جس کی زاہدوں کو بھی خبر نہیں۔ وہ اس سے غافل ہیں۔ وہ ایک بھید ہے جو دونوں جہان میں ثابت ہوتا ہے وہ اس بھید کو جانتا ہے۔ بعد ازاں وہ دعویٰ نہیں کرتا تا کہ دعویٰ اسے رنج نہ پہنچائے۔

اہل محبت

اہل محبت کی فریاد بوجہ شوق و اشتیاق اس وقت تک رہتی ہے، جب تک وہ دوست نہ مل جائے، کیونکہ عاشق اسی وقت تک واویلا کرتا ہے جب تک دولت مشاہدہ حاصل نہیں، جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے گفتگو نہیں رہتی۔

اہل محبت کا یہ مرتبہ ہے کہ اگر ان سے پوچھیں کہ شب کی نماز پڑھ لی تو کہیں اس سے فراغت نہیں۔ ہم ملک الموت کے گرد پھرتے ہیں۔ جب درماندہ ہو جاتے ہیں اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔

اہل محبت اگر چہ محبت میں مجبور ہیں، مگر کام ایسے لوگوں کا اختیار کرتے ہیں جو سوتے اور جاگتے ہیں، مطلوب کے طالب ہیں اور اپنی دوست داری سے فارغ ہو کر مشاہدہ دوست میں مشغول ہیں۔

اہل سلوک اور اہل محبت میں محبت یہ ہے کہ دوست کے مطیع رہیں اور ڈرتے رہیں کہ

کہیں دور نہ کردیے جائیں۔

اہل محبت وہ لوگ ہیں جو صرف حق تعالیٰ کی بات سنتے ہیں۔

جب اہل محبت مرتا ہے جلد بخش دیا جاتا ہے۔

اہل محبت کے گرد اور حق کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

راہ محبت

راہ محبت میں عاشق وہ ہے جو دونوں جہاں سے دل اٹھا لے۔

معشوق خود عاشق کی طلب گاری کو دیکھتا ہے، محبت کی راہ مطیعیان کا کام ہے۔

عبادت

عبادت قال الفعال ہے۔

محبت

محبت چار معنی رکھتی ہے۔

اول: ذکر خدا میں دل وجان سے خوش رہنا۔

دوم: ذکر خدا کو بزرگ تر جاننا۔

سوم: اس کے ساتھ مشغول رہے، دوسروں کے ساتھ قطع تعلق کرلے۔

چہارم: اپنے آپ پر روئے اور اس پر جس کو اس سے غیرت ہے۔

محبت میں صادق وہ ہے جو ماں، باپ، فرزندان و برادران سے خدا اور رسولؐ کے لیے قطع تعلق کرے اور سب سے بیزار ہو۔

محبت وفا کا دعوے وصال اور حرمت باطل کے ساتھ ہے۔

محبت میں عارف وہ ہے جسے کوئی شئے عجیب نہ معلوم ہو کیونکہ تسلیم دعوئی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ جس کو محبت وفقر عطاء کئے جاتے ہیں اسے وحشت نہیں دی جاتی کہ وہ اس پر فریفتہ ہو جائے۔

مرشد

جب تک مرشد کی تربیت حاصل نہ ہوگی۔ منزل پر نہیں پہنچے گا۔

پیر مرید کا مشاطہ ہے۔ اس لئے کہ پیر کی ترغیب مرید کی کمالیت حال کے لئے ہوتی ہے۔

مرید

مرید کو طاعت میں اس وقت لطف آتا ہے جب طاعت میں خوشی وخرامی حاصل ہوتی ہے۔ اس خوشی میں وہ حجاب سے قریب ہو جاتا ہے۔

عشق

عشق کی راہ ایسی ہے کہ جو اس راہ پر چلتا ہے۔ اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔

عشق ومحبت میں گفتگو، حرکت ومشغلہ اس وقت تک ہے جب تک باہر ہیں جب اندر پہنچتے ہیں خاموشی، سکون اور آرام میسر آتا ہے، فریاد وشور ہرگز نہیں ہوتا۔

عاشق

دریاؤں کا بہتا پانی شور کرتا ہے، لیکن جب سمندر سے مل جاتا ہے، آواز نہیں رہتی، اسی طرح جب عاشق معشوق سے واصل ہو جاتا ہے تو واویلا نہیں کرتا۔

عاشق کا دل آتش کدہ محبت ہے، جو اس میں آئے اسے جلا کر ناچیز کر دیتا ہے کیونکہ عشق کی آگ سے تیز کوئی آگ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہوتے ہیں جنہیں اس کی دوستی نے خاموش کر رکھا ہے۔

انہیں عالم موجودات کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

جس دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی ہوتی ہے۔ اس کی جان کو قرار حاصل ہوتا ہے پس اس کو چاہیئے کہ دونوں جہان کو بیگانہ دیکھے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو عاشق صادق نہیں۔

دوستی

اگر دوست کی دوستی میں دونوں جہان بھی بخش دیے جائیں تب بھی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دوستی اس طرح ہوتی ہے کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ دشمنی رکھے یعنی دنیا و نفس سے، اس سے دشمنی رکھے۔

دوستی اس کا نام ہے کہ اس کا ذکر دل سے کرے۔ کیونکہ دل یاد کیلئے بنایا گیا ہے۔

دوست

دوست کے اسرار خوب صورت میں اور خوب صورت عاشق کے دل ہی میں جاگزیں ہوتے ہیں۔جس کو خدا دوست رکھتا ہے اس پر بلا نازل کرتا ہے۔

جو دوست سے محبت کرتا ہے وہ برغبت دوست کی طرف سے معصیت کا خواہاں ہوتا ہے۔

حاجی

حاجی لوگ جسم کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔پھر بھی انہیں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔مگر عشاق دل سے حجاب عظمت کا طواف کرتے ہیں۔اگر اس کے سوا ور چیز کو دیکھ لیتے ہیں تو فریاد کرتے ہیں اور بقاء(مشاہدہ)چاہتے ہیں۔

صحبت

نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے،اور بدوں کی صحبت بد کام سے بدتر ہے۔

وقت

سب سے اچھا وقت وہ ہے جب کہ وسواس نفس نہ ہوں اور خلقت سے رہائی حاصل ہو۔

یقین

یقین ایک نور ہے جس سے انسان منور ہو جاتا ہے،بعد ازاں محبان و متقیان میں شامل ہو جاتا ہے۔

بقا

اگر ہو سکے تو بقا حاصل کرو۔صلاحیت اور زہد تو ایک ہوا کی طرح ہیں جو تم پر چلتی ہے۔ بقائیں حق ہے۔

علم

علم محیط ہے اور معرفت اس کا جزو ہے،پس خدا کہاں اور بندہ کہاں۔علم خدا ہی کو ہے

مگر معرفت ہر دو کو ہے۔

تجرید

تجرید یہ ہے کہ صفات محبوب محب کے دل اور صفات میں جاگزیں ہو جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے،میں اس کیلئے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔

عادت

عادت پرست ہرگز حق پرست نہیں ہوتا۔ترک عادت کر کے تربیت مرشد حاصل کرنا مردوں کا کام ہے۔

درویش اور درویشی

درویش میں اتنی قوت باطنی ہونی چاہیئے کہ اگر سننے والا حکایت اولیاء اللہ میں شک کرے تو اسے مشاہدہ کرا کر قائل کردے۔

درویشی اس کا نام ہے کہ جو آئے اسے محروم نہ جانے دے،اگر بھوکا ہے تو کھانا کھلائے،اگر ننگا ہے تو نفیس کپڑا پہنائے،بہر حال اسے خالی نہ جانے دے اس کا حال پوچھ کر دل جوئی کرنا چاہیئے۔

جہاں میں عزیز ترین یہ ہے کہ درویشوں سے ملیں اور جو کچھ دل میں ہو وہ صاف صاف بیان کریں اور بدترین چیز یہ ہے کہ درویش درویشوں سے جدا رہیں۔

گناہ

گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو خوار و ذلیل کرنا۔

فریاد

فریاد کی دلیری اس وقت رہتی ہے جب تک دوست سے غائب اور اپنا عاشق بنا ہوا ہے جب حضوری حاصل ہوتی ہے تو فریاد و گفتگو نہیں رہتی۔

اہل توکل

اہل توکل پر غلبات شوق میں ایسا وقت آتا ہے کہ اس وقت اگر انہیں ذرہ ذرہ کر دیا جائے اور ان کو تلوار سے زخمی کر دیا جائے یا کوئی اور تکلیف پہنچائی جائے تو انہیں مطلق خبر نہیں

ہوتی۔

حقیقتاً متوکل وہ ہے جو خلقت کے آزار اور رنج پہنچانے پر نہ کسی سے شکایت کرے نہ حکایت۔

دل

دل وہ ہے جو اپنے حال سے خالی ہو اور مشاہدہ دوست میں باقی ہو۔

توبہ

توبہ کے چند مقامات ہیں ۔جاہلوں سے دور رہنا ۔باطل کو ترک کرنا ۔منکروں سے روگردانی کرنا، محبوب سے محبت کرنا، خیرات کرنا، توبہ کو درست کرنا اور مظالم کو روکنا۔

سفر

اے غافل اسی سفر کا توشہ تیار کر جو تجھے درپیش ہے یعنی سفر آخرت۔

زہد

قیامت کے دن اگر بہشت میں کوئی چیز پہنچائے گی تو وہ زہد یہ ہے کہ (صرف) علم و عمل۔

خودپرستی

خود پرستی اور نفس پرستی دراصل بت پرستی ہے، جب تک خود پرستی نہ چھوڑے گا خدا پرستی حاصل نہ ہوگی۔

تسلیم و دعویٰ

تسلیم و دعویٰ ایک جگہ نہیں ہوسکتے۔

ملازمت

ملازمت پروردگار کی عبادت سے حاصل ہوتی ہے۔

بزرگی

جو بزرگی کا دعویٰ کرتا ہے قید میں ہوتا ہے۔

نسبت

بندہ کو حق تعالیٰ سے اس قدر نسبت پیدا کرنی چاہیئے کہ جو کچھ وہ چاہے وہ قبول کرے اور اگر اس قدر نہ ہو تو اس کو درویش نہیں کہنا چاہیئے۔

تین چیزیں

اول: خوف ۔دوم: رجا۔ سوم: محبت

پس خوف کے ضمن میں ترک معصیت ہے تا کہ آتش دوزخ سے نجات ہو اور رجا کے ضمن میں طاعت ہے تا کہ بہشت و منزلت اور حیات ابدی حاصل ہو اور محبت کے ضمن میں اجتہاد و فکر ہے تا کہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

کفر

اگر سو برس تک لاالہ الا اللہ کہے مسلمان نہیں ۔لیکن ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہنے سے صد سالہ کفر دور ہوجاتا ہے۔

مقام جمع الجمع

مقام جمع الجمع یہ ہے کہ ظہور اسمائے صفات جنائے، مصنوعات صانع کو دیکھے۔ مشاہدہ چشم کو تجلیات سے پُرنور کرے۔ اضافات ماسوا کو دور کرے، کفر کو ظہور جلال جانے اور اسلام کو نور جمال ظہور اسم ہادی کا کہ ہدایت ہے پیرو ہوجائے اور تو نعل سے کہ ضلالت ہے دور ہے

گوہر نفس

چار چیزیں گوہر نفس ہیں۔

اول: درویشی جو تونگر کردے۔

دوسرے: بھوک کو جو سیر کردے۔

تیسرے: اندوہ جو شادی دکھائے۔

چوتھے: دشمن کے ساتھ ایسی مردی جو دوستی دکھائے۔

دس شرطیں

اہل طریقت کیلئے دس شرطیں لازم ہیں۔

اول: طلب حق، دوم: طلب مرشد، سوم: ادب،

چہارم: رضا   پنجم: محبت وترک فضول

ششم: تقویٰ   ہفتم: استقامت شریعت   ہشتم: کم کھانا وکم سونا

نہم: عزلت اختیار کرنا خلق سے۔   دہم: روزہ، نماز

دس اور شرطیں

اہل حقیقت کیلئے بھی دس شرطیں لازم ہیں:

اول یہ کہ: معرفت میں کامل ہو اور خدا رسیدہ ہو۔

دوم یہ کہ: نہ رنج ہو نہ رنجیدہ کرے اور نہ کسی کی بدی خیال میں لاوے۔

سوم یہ کہ: حق تعالیٰ کی راہ دکھاوے اور خلق کو ایسی بات بتادے جس میں فائدہ دنیا و آخرت کا مرتب ہو۔

چہارم: تواضع۔   پنجم: عزلت۔

ششم یہ کہ: ہر شخص کو عزیز و محترم جانے اور اپنے کو سب سے حقیر اور کم تر شمار کرے۔

ہفتم: رضا وتسلیم۔   ہشتم: ہر ایک درد ورنج میں صبر۔

نہم: سوز وگداز وعجز ونیاز۔   دہم: قناعت وتوکل

آپ کے مکتوبات

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مکتوبات طالبان حق اور اہل طریقت کے لئے رہنمائی اور اسرار معرفت کی نقاب کشائی کی روشن قندیلیں ہیں۔ یہ خطوط خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے خلیفہ اکبر وجانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے ہیں۔ یہ خطوط تصوف اور علم معرفت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ ان خطوط میں تصوف کے مختلف نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلوب نگارش کے لحاظ سے بھی ان خطوط کو طرہ امتیاز حاصل ہے۔ یہ خطوط فارسی زبان کی کتاب "اسرار الواصلین" میں ہیں۔ ان میں سے بعض کا اردو ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

مکتوب 1

حقائق ومعارف سے واقف رب العالمین کے عاشق

برادرم خواجہ قطب الدین کومعلوم ہوکہ لوگوں میں عاقل ترین وہ فقراء ہیں جنہوں نے درویشی اور نامرادی اختیار کر لی ہے کیونکہ اس میں مراد، نامرادی ہے اور نامرادی مراد ہے۔ برخلاف اس کے کہ اہل غفلت نے صحت کو زحمت اور زحمت کو صحت خیال کر رکھا ہے۔ پس دانا وہی ہے جو دنیاوی مراد ترک کر کے فقر و نامرادی اختیار کرے اور اپنی مراد چھوڑ کر مرادی سے موافقت کرے۔

نامراد بے تانگردی بامراد کے رسی

پس مرد کو حق تعالیٰ سے وابستگی لازم ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اگر خدا آنکھ دے تو ہر راہ میں سوا اس کے کچھ نہ دیکھے۔

جہاں میں جسے دیکھے، اس میں اس کی حقیقت دیکھے، کیونکہ ہر زرہ خاک جہاں کا ہے، اگر دیکھا جائے بجز شوق مواصلت ظاہری اور کیا لکھوں۔

فقیر

معین الدین حسن چشتی سنجری

مکتوب 2

میرے دلی محبّ، میرے قلبی دوست

برادرم خواجہ قطب الدین دہلوی

اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان کی سعادت عطا فرمائے۔

بندہ مسکین کی طرف سے سلام مسنون کے بعد واضح ہو۔

عزیز من!

جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا جس نے نہیں پہچانا ہے وہ ان کی بات کو نہیں سمجھ سکتا۔

دوسرے حرص وہوا کو ترک کرنا چاہیئے۔

جس نے حرص وہوا کو ترک کیا، اس نے مقصود حاصل کر لیا چنانچہ ایسے شخص کے لئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى۔

(جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو روکا اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔)

جس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے پھیر دیا اسے کثرت شہوت کے کفن میں لپیٹ کر زمین ندامت میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

ایک روز خواجہ بایزید بسطامی نے فرمایا۔

ایک روز میں خواب میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوا۔ پوچھا۔ بایزید۔ کیا چاہتے ہو۔

عرض کیا جو تو چاہتا ہے۔

خطاب ہوا: اچھا، جس طرح تو میرا ہے، اس طرح میں تیرا ہوں۔

ہر کہ گردن نہد رضا لورا — مر مرا حق نگاہ باں باشد

جو تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہے وہ اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کر لے۔ پھر زانوئے محبت کے مل بیٹھ جائے۔ اگر یہ کام کر لیا تو سمجھو کہ اہل تصوف ہو گیا۔ طالبان حق کو یہ امر دل و جان سے بجالانا چاہیئے۔ انشاء اللہ وسوسہ شیطانی سے نجات پائے گا اور دونوں جہان کی مرادیں حاصل کرے گا۔

ایک روز میرے مرشد پاک علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

معین الدین: کیا تجھے معلوم ہے کہ صاحب حضور کسے کہتے ہیں؟

صاحب حضور وہ ہے کہ ہر وقت مقام عبودیت میں ہو اور ہر ایک واقعہ کو اللہ کی طرف سے خیال کرے اور جانے اور اس پر راضی رہے۔ وہ جہان کا بادشاہ اس کا محتاج ہے۔

بعض درویش کہتے ہیں کہ جب طالب کمال حاصل کر لیتا ہے تو گھبراہٹ نہیں رہتی۔ یہ غلط ہے۔ دوسرے جو یہ کہتے ہیں کہ عبادت کرنا بھی اس کیلئے ضروری نہیں ہوتا۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عبادت، بندگی اور عبودیت میں سر بسجود رہے اور اس کے باوجود عجز کا یہ عالم کہ حضور فرماتے تھے۔

ماعبدناك حق عبادتک۔ ہم نے تیری ایسی عبادت نہیں کی جیسا کہ حق تھا۔

یقین جانو کہ جب عارف کمالیت کا درجہ حاصل کرتا ہے تو اس وقت کمال درجہ کی ریاضت جس سے مراد نماز ہے۔ نہایت صدق دل سے ادا کرتا ہے، جب کوئی شخص یہ معلوم کر کے صدق سے کام لیتا ہے تو اسے اتنی پیاس محسوس ہوتی ہے کہ گویا اس نے آگ کے کئی پیالے پی رکھے ہیں۔ جوں جوں ایسے پیالے پیتا ہے پیاس غلبہ کرتی ہے اس واسطے کہ جمال لامتناہی کی انتہا نہیں۔ اس وقت اس کا سکون بے سکون اور آرام بے آرام ہو جاتا ہے۔ تاوقتیکہ بقائے الٰہی سے مشرف نہ ہو جائے۔ والسلام۔

فقیر

معین الدین حسن چشتی سنجری

مکتوب 3

دردمند، طالب شوق دیدار الٰہی کے آرزومند درویش جفاکیش

میرے عزیز بھائی خواجہ قطب الدین

اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں آپ کو سعادت نصیب کرے۔

سلام مسنون۔ کے بعد مقصود یہ ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں یہ خاکسار خواجہ نجم الدین صغریٰ اور خواجہ محمد تارک حاضر تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر خواجہ حضور سے پوچھا۔

یہ کیونکر معلوم ہو کہ کسی شخص کو قرب الٰہی حاصل ہو گیا ہے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ نیک عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے۔ یقین جانو جس شخص کو نیک کاموں کی توفیق دی گئی ہے۔ اس کے قرب کا دروازہ کھل گیا ہے۔

پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ۔ ایک شخص کے یہاں ایک صاحب وقت لونڈی تھی، جو آدھی رات کے وقت اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتی اور شکر حق بجالاتی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی کہ: پروردگار! میں تیرا قرب حاصل کر چکی ہوں، مجھے اپنے سے دور نہ رکھنا۔

اس لونڈی کے آقا نے یہ ماجرا سن کر اس سے پوچھا کہ تمہیں کیوں کر معلوم ہوا کہ تمہیں قرب الٰہی حاصل ہے۔؟

اس نے کہا: مجھے یوں معلوم ہے کہ اس نے مجھے آدھی رات کے وقت جاگ کر دو رکعت پڑھنے کی توفیق دے رکھی ہے۔ اس واسطے میں جانتی ہوں کہ مجھے قرب الٰہی حاصل ہے۔ آقا نے کہا: لونڈی جا۔ میں نے للہ تجھے آزاد کیا۔ پس انسان کو دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے تا کہ اس کا نام نیک لوگوں کے دفتر میں درج ہو جائے اور نفس و شیطان کی قید سے بچ جائے۔ والسلام

فقیر

معین الدین حسن چشتی سنجری

مکتوب 4

اللہ الصمد کے اسرار سے واقف ،لم یلد ولم یولد ۔کے انوار کے ماہر۔

میرے بھائی قطب الدین

اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج زیادہ کرے۔

فقیر پُر تقصیر معین الدین حسن چشتی سنجری کی طرف سے خوشی وخرمی آمیز اور انس ومحبت بھرا اسلام پہنچے۔

مقصود یہ ہے کہ تادم تحریر صحت ظاہری کے سبب مشکور ہوں ۔اللہ تعالیٰ آپ کو ثواب دارین عطا فرمائے۔

بھائی :میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونی فرماتے ہیں کہ:

سوائے اہل معرفت کے کسی اور کو عشق کے رموزات سے واقف نہیں کرنا چاہیئے ۔

جب شیخ سعید میگوئی نے آنجناب سے پوچھا کہ اہل معرفت کو کیوں کر پہچان سکتے ہیں ۔تو فرمایا کہ :اہل معرفت کی علامت ترک ہے ۔جس میں ترک ہے یقین جانو کہ وہ اہل معرفت ہے اور اسے خدا شناسی حاصل ہے ،اور جس میں ترک نہیں اس میں معرفت حق کی بو بھی نہیں ۔یہ اچھی طرح یقین کر لو کہ کلمہ شہادت اور نفی واثبات حق تعالیٰ کی معرفت ہے۔

مال ومرتبہ بڑے بھاری بت ہیں ،انہوں نے بہت لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا اور کر رہے ہیں ۔یہ معبود خلائق بن رہے ہیں ، بہت لوگ جاہ ومال کی پرستش کرتے ہیں پس جس نے جاہ ومال کی محبت کو دل سے نکال دیا اس نے گویا پوری نفی کر دی ،اور جسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اس نے پورا پورا اثبات کر لیا اور یہ بات لاالہ الااللہ کے کہنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

پس جس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا اسے خدا شناسی حاصل نہیں ہوئی۔

والسلام

فقیر

معین الدین حسن چشتی سنجری

مکتوب 5

مخزن اسرار یزدانی ،معدن فیوض سبحانی

میرے بھائی قطب الدین

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

ایک روز میرے مرشد نے نفی واثبات کے کلمہ کی بابت کیا خوب فرمایا ،کہ نفی اپنے کو نہ دیکھنا اور اثبات اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے کیونکہ کوئی خود میں خدا ایں نہیں ہو سکتا ۔پس نفی کی نفی کرنے والا ہونا چاہیئے ۔ورنہ نفی کا کچھ فائدہ نہیں ،اگر یہ خیال کریں کہ ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے تو مطلب حاصل ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ کلمہ شہادت ،نماز ،روزہ وغیرہ کی صورت بھی اور حقیقت بھی ہے ان کے حقائق کو چھوڑ کر صرف ظاہری صورتوں پر قناعت کر لینا فضول ہے ۔وہ شخص بڑا ہی احمق ہے جو ان کے حقائق تک نہیں پہنچ سکتا۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا ۔سالک ابتداء میں نابینا ہوتا ہے ۔حق کی طرف سے اسے بینائی حاصل ہو جاتی ہو تو پھر اس سے دیکھتا اور سنتا ہے ۔اپنے آپ فراموش کر دیتا ہے کہ جب ایسی صورت ہو جائے تو واصل ہمیشہ کیلئے زندہ ہو جاتا ہے۔

والسلام

فقیر

معین الدین حسن چشتی سنجری

مکتوب 6

عارف، معارف حق آگاہ، عاشق اللہ

بھائی قطب الدین اوشی

اللہ تعالیٰ آپ کے فقر کو زیادہ کرے۔

دعا گو کی طرف سے انس آمیز سلام کے بعد مکشوف رائے معرفت پیرا ہو۔ عزیز من۔ اپنے مریدوں کو ضرور بتا دینا کہ فقیر مرشد کامل سے کیا مراد ہے اور اس کی علامت کیا ہے اور یہ کیونکر پہچانا جاتا ہے۔

مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے۔

الفقیر ما لا یحتاج الی کل شی۔

فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جو تمام ضروریات سے فارغ ہو اور اس کے باقی رہنے والے جمال کے سوا اور کسی چیز کا طالب نہ ہو، کیونکہ تمام موجودات کے باقی رہنے والے اس کا آئینہ اور مظہر ہیں۔ اس واسطے وہ ان سب میں اپنا مقصود دیکھتا ہے۔

بعض بزرگوں نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ۔

کامل فقیر اسے کہتے ہیں کہ جس کے دل سے سوائے حق تعالیٰ کے سب کچھ دور ہو اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اس کا مقصود مطلوب نہ ہو۔

جب ماسوائے اللہ دل سے دور ہو جاتا ہے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ پس طالب کو ہمیشہ مطلوب و مقصود کے درپے رہنا چاہیئے۔ اب یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ مطلوب و مقصود کیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ مقصود یہی درد و سوز ہے، خواہ حقیقی ہو یا مجازی، یہاں سوز مجازی سے مراد ابتدائے احکام شریعت ہے۔

والسلام

فقیر

معین الدین حسن چشتی سنجری

عملیات و وظائف

یہ وہ عملیات و وظائف ہیں جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں دکھی اور پریشان حضرات کیلئے شامل کر رہے ہیں تا کہ ان عملیات سے کام لیں اور ان کو اپنا معمول بنائیں ان کے اثرات سے دنیا و آخرت کا فائدہ اٹھائیں اور فقیر (مولف) کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

جب تعویذات لکھنے کی ضرورت ہو تو پہلے غسل کرو اور وضو کرنیکے بعد تھوڑی خوشبو لگاؤ۔ تعویز لکھتے وقت کسی سے گفتگو نہ کرو کسی ناپاک عورت کو پاس نہ آنے دو۔ تعویز کے سر پر بسم اللہ کے عدد لکھو۔ ۷۸۶ ضرور لکھو تعویز محبت اور تسخیر لکھتے وقت کوئی میٹھی چیز منہ میں نہ رکھو۔ کوئی تعویز حرام کیلئے مت لکھنا۔ جب محبت حلال کے لئے تعویز لکھو تو مطلوب کے گھر کی طرف اپنا منہ کرو اور ایسا تصور کرلو کہ محبوب تمہارے سامنے کھڑا ہے جب تعویز عداوت کے لئے لکھو تو منہ میں کوئی تلخ چیز رکھو اور جب زبان بندی دشمن کا لکھو تھوڑا سا موم اپنے دانتوں کے نیچے دباؤ۔ ایسا تعویز چاند کے آخری ایام میں لکھو۔ محبت کے تعویز ہمیشہ نکلتے چاند میں لکھے جاتے ہیں۔

عملیات آسانی سے نہیں کئے جاسکتے۔ یہ کام نہایت مشکل ہے پہلے اپنے آپ کو صحیح معنوں میں انسان بنانا پڑتا ہے۔ جاہل اور خود غرض انسان اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

بیماری: حسنین کریمین شریفین علیہم الاسلام جب بیمار ہوتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم معوذتین پڑھ کران کے اوپر دم کرتے۔

سورۃ فلق وناس: چشم کے زخم کے لئے ان کے برابر کوئی اعادہ نہیں۔

عمل دفع سحر: دفع سحر کے لیے معوذتین پڑھ کر مسحور پر دم کرنا چاہیے۔

برکت حاصل کرنے کا عمل: جس کام کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے تو کام مقطوع البرکت ہوتا ہے لہذا کسی کام کے آغاز میں اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی برکت دیتا ہے۔

قبولیت دعا کا عمل: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس دعا کے شروع میں بسم اللہ ہوتی ہے وہ پھیری نہیں جاتی۔

ہر برائی کے دفعیہ کا عمل: قل ہو اللہ ومعوذتین کا صبح شام تین تین بار پڑھنا ہر آنے والی برائی کو دفع کرتا ہے۔

دفع آسیب: سورۃ جن پوری آسیب زدہ پر ایک دفعہ پڑھ کر دم کیا جائے یا لکھ کر بازو پر باندھ دی جائے تو انشاء اللہ آسیب جاتا رہے گا۔

اسقاط حمل: جس عورت کا حمل ساقط ہو جاتا ہو تو جب حمل کے آثار معلوم ہوں چاہیے کہ صبح اپنی بیوی کو زمین پر لٹا کر گیارہ مرتبہ اسم شریف یامتدع پڑھ کر اپنی انگشت شہادت پر دم کر کے زیر سینہ سے ناف تک پسینوں کے آثار کرائے سینہ کے اوپر سے چکر دیتے ہوئے پہلوؤں کی طرف سے زیر ناف تک گھماتے ہوئے دوسری طرف سے اس جگہ ختم کر دے جہاں سے لیکر شروع کی تھی یہ عمل زیادہ سے زیادہ تیسرے مہینے سے شروع کر دیں۔ یہ دور وضع حمل تک ہر ماہ ایک مرتبہ حصار کر دیا کریں۔ کوئی تاریخ مقرر نہیں۔ مگر مہینہ میں ایک بار کر دیا کریں۔ باوضو ہوں دونوں میاں بیوی۔ بسم اللہ شریف پڑھ کر گیارہ مرتبہ یہ نام پڑھ کر حصار کر دیا کریں۔ انشاءاللہ حمل ساقط نہ ہوگا۔

ایک مجرب عمل: اگر کوئی شخص عرصہ عدم پتہ ہو اس کی حیات وموت کی خبر نہ ہو اس کی گمشدگی سے عزیز واقارب، دوست احباب حیران ہوں تو ذیل کا عمل نہایت مفید ہے اور مجرب ثابت ہوا ہے یہ عمل اکیس یوم کا ہے خدا چاہے تو اس عرصہ میں صحیح حال اور تسکین کی خبر

مل جائے گی۔ اور کسی نہ کسی ذریعہ سے کوئی فیصلہ والی بات ہو جائے گی ترکیب یہ ہے کہ جس تاریخ کو یہ شخص گم ہوا ہے اس تاریخ کے عدد اور گم شدہ کا نام لے عدد دونوں کو جمع کر کے جو تعداد ہو اس تعداد کے برابر ذیل کی آیت روزانہ سورج نکلنے سے قبل پڑھو۔ اگر گم ہونے کی صحیح تاریخ مقرر نہیں یا، یاد نہیں تو صرف ان کے نام کے اعداد کے مطابق پڑھو اول آخر تین تین مرتبہ درود شریف دو یا تین باتیں اس عمل میں ضروری ہیں اول تو جو تعداد پڑھنی ہے وہ سورج نکلنے سے پہلے ختم کر دے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ عمل سایہ میں بیٹھ کر نہ پڑھا جائے بلکہ آسمان کے نیچے ٹہلتے ہوئے پڑھا جائے پڑھنے والا بیٹھے نہیں نہ کھڑا ہو بلکہ ٹہلتا رہے اس کی ضرورت نہیں کہ لمبے میدان میں پڑھتا ہوا چلا جائے بلکہ ٹہلتا جائے اور پڑھتا رہے۔ خدا چاہے تو اکیس یوم کے اندر گم شدہ کی کوئی خبر صحیح مل جائے گی۔ عمل یہ ہے۔

انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون

سانپ کاٹے کا عمل: یہ ایک اکل عمل ہے اور مجرب عمل درج ذیل ہے جو صاحب اس کی زکوٰۃ ادا کریں گے وہ سانپ کے کاٹے ہوئے کو انشاءاللہ موت کے منہ سے بچائیں گے۔ باقی قضا الٰہی کا کوئی علاج نہیں طریقہ زکوٰۃ یہ ہے کہ تمہارے مکان یا دیوار میں کسی چوہے وغیرہ کا بل (سوراخ) اگر نہ ہو تو خود کسی دیوار میں سوراخ کرلو اور تصور کرو کہ یہ سانپ کا بل ہے۔ اس سوراخ کے پاس چارپائی بچھائیں۔ چارپائی اور بستر کل سامان پاک ہو خود بھی تمام کاموں سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز پڑھ کر اس چارپائی پر بیٹھ جائیں اور چراغ بجھا دیں ایک ہزار گیارہ مرتبہ اس عمل کو پڑھیں احتیاط رہے کہ کم زیادہ تعداد نہ ہو جب تعداد ختم ہو اس چارپائی پر سو جائیں نہ کسی سے بات کریں اور نہ کچھ کھائیں پئیں پڑھنے کے وقت منہ اس سوراخ کی طرف ہو بلکہ نگاہ بھی اسی سوراخ کی طرف تصور ہو کہ اس میں سانپ ہے اس طرح چالیس دن کا عمل کریں۔ بس زکوٰۃ ادا ہو گئی صبح اٹھ کر دنیا کا کام کاج کریں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد روزانہ گیارہ مرتبہ اس عمل کو پڑھ لیا کریں طریقہ علاج یہ ہے کہ جس جگہ سانپ نے منہ مارا ہو گیارہ مرتبہ پڑھتے جائیں اور ہاتھ سے اس جگہ کو جھاڑتے جائیں خدا چاہے تو زہر نکلتا ہوا دکھائی دے گا اگر مریض دور ہو تو جو شخص خبر لایا ہے

اس کے منہ پر جس جگہ سانپ نے مارا ہو معلوم ہو اسی جگہ خبر لانے والے کہ جگہ پر دم کریں مگر جس کے سانپ نے کاٹا ہے اس کا نام لیتے جاویں۔ خدا چاہے تو صحت ہو گی۔ یہ عمل خطا نہیں کرتا۔ یعنی اس عمل سے آپ کی ذات کو کوئی نقصان ہونے کا احتمال نہیں عمل یہ ہے۔

اذا بطشتم بشتم جبارین

دفع شر شیطان: دفع شر شیطان کے لئے "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" کا بکثرت پڑھنا بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

اولاد ہونے کا عمل: جس کو اولاد سے مایوسی ہو گئی ہو وہ ذیل کی آیت بکثرت پڑھا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو فرزند صالح اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

رب ھب لی من لدنک زریۃ

گم شدہ شے مل جانے کا عمل: اگر "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر گم شدہ چیز تلاش کی جائے تو ضرور مل جائے گی۔ ورنہ غیب سے کوئی عمدہ چیز اس کو ضرور ملے گی۔

حصول جاہ و منزلت: جو شخص بسم اللہ ۶۲۵ لکھ کر اپنے پاس رکھ لے گا۔ لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت و عزت پیدا ہو گی۔ بالکل مجرب ہے۔

عمل برائے ہر مدعا: ہر دعا کے پورا کرنے وسعت رزق اجتماع خاطر جمیت راسخ کے لئے اس کے ذکر سے بڑھ کو اور کوئی عمل نہیں۔ لہذا اس کا ذکر علیحدگی میں خاموشی کے ساتھ کرنا امور مذکور کے لئے بے حد مفید ہے۔

دفع غفلت کا عمل: دفع غفلت کے لئے استغفار زیادہ کرنا بیحد زود اثر اور مجرب ہے۔ روزانہ آدمی کو استغفار کرنا اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے۔ اس پر مداومت کرنے سے عجیب اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

خداوندی غضب: حق تعالیٰ کے غضب کو دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں یہ کلمہ کی ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو دفعہ کرنے کا ایک زبردست آلہ ہے۔

دفع نظر بد: دفع نظر بد کے لئے سورۃ فاتحہ یا بسم اللہ دس مرتبہ پڑھ کر دم کرنا بے

حد مجرب ہے۔

واپسی مفرور: واپسی مفرور کیلئے سورۃ یٰسین کو من المنکرین تک باوضو سات بار پڑھ کر قفل پر دم کر دیں۔ پھر مفرور کا نام لیکر بند کر کے دریا میں ڈال دیں مفرور سرگردان ہو کر واپس آئے گا۔

حصول اولاد: جس شخص کے اولاد نہ ہوتی ہو اس کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد ذیل کی آیت تین مرتبہ پڑھا کرے انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی صاحب اولاد ہو جائے گا۔

رب لا تذرنی فرو و انت خیر لوارثین۔

بچہ کا زندہ رہنا: جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو وہ ایک سو ساٹھ بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر اپنے پاس بطور تعویز رکھ لے انشاء اللہ اولاد زندہ رہے گی۔

حفظ حمل: ذیل کی آیت پڑھ کر پیٹ پر دم کرنا یا لکھ کر پینا حمل کے لئے بہت مفید ہے۔

یا ایھا الناس التقو اربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم

نظر بد: اگر کسی بچہ یا آدمی کو نظر بد لگ گئی ہو تو قل اعوذ برب الناس و قل اعوذ برب الفلق تین تین بار پڑھ کر اس پر دم کریں۔

قرضہ سے نجات: سورہ کہف لکھ کر بوتل میں ڈال کر گھر میں رکھنے سے انسان قرضہ سے نجات پاتا ہے اور آئندہ بلائے قرض سے محفوظ رہتا ہے۔

مالدار بننا: بارہا تجربہ کیا گیا ہے کہ ان کلمات ذیل کو باوضو قبلہ رو ہو کر روزانہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے لے کر فجر کی نماز پڑھنے کے وقت کے اندر روزانہ صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان سو مرتبہ پڑھنا انسان کو بہت جلد مالدار بنا دیتا ہے۔ واضح رہے کہ ان کلمات کے اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ کوئی درود شریف جو یاد ہو پڑھ لینا چاہیے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ

کشائش رزق: جو شخص بکثرت استغفار پڑھے گا۔ یعنی اپنے اوپر لازم کر لے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اسکی تنگی کو آسانی سے اور اس کے غم کو خوشی سے بدل دے گا۔ اور اس جگہ سے

اس کورزق پہنچائے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔

دیوانگی: دیوانگی کو رفع کرنے کے لئے متواتر تین دن صبح وشام سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف۔کثرت سے پڑھ کر دیوانے پر تھکارتے ہیں انشاءاللہ دیوانگی رفع ہو جائے گی۔

دفع جنات وبھوت: جب جنات وبھوت وغیرہ ظاہر ہوں یا نظر آویں تو اس وقت اذان بلند آواز سے کہنی چاہیے۔بفضلِ خدا دفع ہو جائیں گے۔بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جب جنات ظاہر ہوں تو ان کے دفیعہ کے لیے بلند آواز سے آیت الکرسی پڑھنی چاہیے۔

بلاومصیبت: اگر کسی کو کسی بلا یا خوفناک مصیبت کا اندیشہ ہو تو اس کو چاہیے کہ کلمات ذیل کو بکثرت پڑھے۔انشاءاللہ جو کچھ بلاو مصیبت ہوگی ٹل جائے گی۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا :

اعمال مقبول بنانے کا عمل: جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اسکے اعمال مقبول ہوں اس کے لئے ضروری ہے کہ اکثر یہ آیت پڑھا کرے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع ا لعلیم :

غائب کے حاضر کرنے کا عمل: اگر کوئی شخص غائب ہو جائے اور اسکو واپس بلانے کی خواہش ہو تو اسی نیت سے فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان چند روز تک روزانہ سورۃ فاتحہ اکتالیس بار پڑھنا چاہیے وہ غائب حاضر ہو جائے گا۔

دفع ہر مرض: ہر مرض کے دفیعہ کے لیے لکھ کر پینے کے واسطے آیت ذیل دینا چاہیے:**سلام قو لا من رب الرحیم**

ہر بلا سے نجات حاصل کرنا: حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی پر سوار ہوئے تو خوف غرق سے ہراساں تھے چنانچہ غرقابیت سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ نے بسم اللہ مجرھا ومرسٰھا پڑھا ان کی کشتی غرق ہونے سے بچ گئی۔پس جب آدھے کلمہ کے پڑھنے سے نجات ہوئی تو جو کوئی سارے کلمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ہر کام کے شروع میں پڑھے گا کیوں نہ اس کو مصائب سے نجات اور کام میں فلاح حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی

نجات ہوگی۔

ہر مرض کی دوا: حدیث پاک میں ہے کہ جس نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہا یہ اس کی دوا ہے ننانوے امراض کی۔

تپ: جس کو تپ آئے وہ یوں کہے بسم اللہ الکبیر تپ جاتی رہے گی۔

مرض الموت: جس مومن نے آیت ذیل کو اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ پڑھا اور مر گیا۔اس کو اجر شہید کا ملتا ہے اور اگر اچھا ہو گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔وہ آیت یہ ہے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

کثرت احتلام: بعض صالحین نے فرمایا ہے۔جب تو سونے کو بستر پر آئے تو سورۃ والسماء والطارق بالفظ ناصر پڑھ کر سوتا رہے کثرت احتلام جاتا رہے گا۔

نیند کم آنا: ایک شخص سے کسی عالم نے کہا کہ سوتے وقت یہ آیت پڑھ لیا کرو کہ تجھے نیند کم آتی ہے تو پوری آنے لگے۔

ان اللہ و ملائکۃ یصلون علی النبی یا ایھا الذین ا منو صلو علیہ وسلمہ تسلیما۔

راہ پانے کے لیے: جب آدمی بھول جاتا ہے تو اذان کہے اللہ تعالیٰ اس کو راہ پر پہنچا دے گا۔

دفع جن: جہاں پر جن ہو وہاں پر کثرت سے اذان ہر وقت کہا کرو پھر جن وہاں پر نہ رہیں گے۔

برائے مصروع: آب پاک پر فاتحہ وآیت الکرسی اور پانچ آیتیں اول قل اوحی پڑھ کر اس کے منہ پر مارے باذن اللہ آفاقہ میں آجائے گا،اگر وہ پانی گھر کے اندر چھڑک دیگا تو آسیب گھر سے نکل جائے اور پھر نہ آئے گا۔مجرب ہے۔

حل مشکلات: ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر لاعلاج امر در پیش آئے تو یہ کلمات پڑھنے بھی بہت مفید ہیں:**حسبی اللہ و نعم الوکیل۔**

ادائے قرض: اگر کوئی شخص قرض میں مبتلا ہو اس کو چاہیے کہ کلمات ذیل بکثرت پڑھے انشاءاللہ قرض سے نجات حاصل کریگا۔

اللهم اكفني بحلالك عن حرامك واغني بفضلك عمن سواك

غم دنیاو آخرت: جو شخص ہر صبح شام یہ کلمات سات سات بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیاو آخرت کے غم سے نجات دیگا حسبی اللــه لا اله الا حو عليه تو كلت و هو رب العرش العظيم ۔

حفظ اطفال: بچوں کو ہر بلا اور آفت سے محفوظ رکھنے کے لیے اور نظر بد سے بچانے کے لیے کلمات ذیل لکھ کر بچے کے گلے میں ڈالیں ۔اعـوذ بكلمات الله من شر كل شيطان وها مهة و من شر كل عين لا مية

ننانوے بیماریوں کی دوا: کلمہ ذیل ننانوے بیماریوں کی ایک دوا ہے اور ان میں ایک ادنٰی بیماری غم ہے ۔وہ کلمہ یہ ہے۔

لا حول ولا قوة الا با لله

آندھی کے نقصان سے بچنے کا عمل: جب آندھی زور سے چلے اور کسی قسم کا نقصان کا خطرہ ہو تو اس وقت معوذتین پڑھنا چاہیے۔

دفع غصہ: اگر کوئی شخص غصہ اور غضب میں بھر جائے تو اس کو چاہیے کہ اعـو ذ با لله من الشيطان الرجيم پڑھے انشاءاللہ غصہ دور ہو جائے گا۔

دفعہ بد کلامی: اگر کوئی شخص بد زبان یا تیز کلام ہو اسکو چاہیے کہ استغفار بکثرت پڑھا کرے یعنی یوں پڑھے "استغفر الله ربی من كل ذنب و اتو ب عليه.

مال مسروقہ کی بازیابی: مال مسروقہ کی بازیابی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔ کا بکثرت پڑھنا ثابت ہے

دفع زہر بچھو: اگر بچھو کاٹے تو سات مرتبہ الحمد شریف پڑھ کر اس پر دم کرو۔

آگ بجھانے کا عمل: جب کوئی شخص آگ لگی دیکھے تو (اللہ اکبر) بار بار کہے انشاءاللہ آگ بجھ جائے گی ۔علماء نے اس کو مجرب لکھا ہے۔

حفظ و مال واولاد: جو شخص آیۃ الکرسی کو اپنے مال یا اپنی اولاد پر دم کرے گا ۔یا لکھ کر لٹکائے تو شیطانی تصرف سے اس کی اولاد اور اس کا مال محفوظ رہے گا۔

جنات سے محفوظ رکھنے کا عمل: اگر آیۃ الکرسی کو لکھ کر گھر میں داخل ہونے والے دروازہ پر لٹکا دی جائے یا ہر روز تین مرتبہ پڑھ کر گھر میں پھونک دے تو جنات اس گھر میں داخل نہیں ہوں گے۔

ہر بیماری دور کرنے کا عمل: سورۃ فاتحہ ہر بیماری کی دوا ہے فجر کے سنتوں اور فرضوں کے درمیان اکتالیس بار پڑھ کر مریضوں کے اوپر دم کر دی جائے۔

مراد حاصل کرنیکا طریقہ: بعد نماز عشاء کے چار رکعت نماز پڑھے جس کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار اور باقی تین رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص اور سورۃ فلق اور سورۃ الناس ایک ایک مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد دعا مانگے اور اپنی دلی مراد چاہے حق تعالیٰ پوری فرمائے گا۔

فقر و فاقہ: فقر و فاقہ دور کرنے کے لئے لا حو ل ولا قوة الا بـا اللـه العلي العظيم پڑھنا بے حد ضروری ہے جو شخص پڑھے گا چند یوم میں مالامال ہو جائے گا۔

غم بیماری ،قید: قضائے حاجات وغم وفکر ،جسمانی بیماری قید و بند سے نجات حاصل کرنے کے لیے آیۃ کریمہ کو خشوع خضوع کے ساتھ بکثرت پڑھنا بے حد مفید ہے اور تریاق اکبر ہے۔

لا اله الا انت سبحا نك انى كنت من الظالمين.

دفع خوف کا عمل: ظالم سے ایذا پہنچنے کا خوف ہو تو اکثر یہ کلمات پڑھنے چاہئیں ایذا نہیں پہنچے گی۔ حسبي الله و نعم الو كيل.

دفع غم کا عمل: جو شخص سخت غم میں مبتلا ہو یا اس کو کوئی ایسی مہم در پیش ہو جس کی اصلاح اس کی طاقت سے باہر ہو ۔اس کو چاہیے کہ صبح کی نماز پڑھ کر ایک سو مرتبہ یہ پڑھے۔

لا حـول ولا قوة الا با لله العلي العظيم يا حي يا قيوم . انشاءاللہ غم دور ہو جائے گا ۔بخیر وخوبی سرانجام ہو گی۔

دولت مند بننے کا عمل: دولت منداور تونگری کے لیے صبح کی فرض نماز کے بعد روزانہ پچیس مرتبہ سورۃ اذا جاء نصر اللہ بحضورِ قلب پڑھنی چاہیے۔چند یوم پڑھنے سے مفلس مالا مال ہو جاتا ہے۔

نیک فرزند حاصل کرنے کا عمل: جو شخص آیت ذیل پر مداومت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو نیک بخت اور شائستہ فرزند عطا فرمائے گا۔

رب هب لی من لدنک ذرية طيبا انک سميع الدعا

دفع افلاس کا عمل: جو شخص اپنے افلاس سے تنگ آ گیا ہو اس کو چاہیے کہ اکثر اوقات یہ دعا پڑھتا رہے خدا کے حکم سے اس کی تنگی آسانی میں اور اس کی غربت امارت میں بدل جائے گی۔

يا دائم العزو الملک والبقاء يا ذوالجلال والجود والفضل والعطا يا وذود ذالعرش المجيد يا فعال لما يريد.

اولیاء اللہ: جو شخص آیت ذیل پر مداومت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو روز حشر اپنے محبان اور اولیاء کے زمرہ میں محشور فرمائے گا۔

ربنا انک جامع الناس ليوم لا ريب فيه ان الله لا يخلف المعياد

تسخیر محبوب: ایک پاک کوزہ میں تھوڑا پانی ڈال کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پانی پر دم کریں اور مطلوب کو پلائیں۔مطلوب کے دل میں طالب کی محبت پیدا ہو جائے گی۔

خاوند اور عورت کا اتفاق: اگر خاوند اور عورت میں محبت کرانا مقصود ہو تو گلاب کے پھولوں پر صبح نماز کے بعد سورۃ لایلٰف قریش اکیس مرتبہ پڑھ کر دم کر کے مرد عورت دونوں کو سنگھاؤ۔بفضلہ تعالیٰ پھولوں کو سونگھتے ہی دونوں میں محبت پیدا ہو جائے گی۔

عداوت: سات دانہ بنولہ پر اذا زلزلت الارض سات بار پڑھ کر آگ میں ایک ایک ڈالتے جائیں اور جن میں عداوت کرانی ہو ان دونوں کا نام لیتے جائیں عداوت ہو جائے گی۔

غلبہ بر دشمن: سورۃ انا اعطینک الکوثر تنہائی میں تاریکی کے اندر باوضو ایک سو مرتبہ پڑھنے سے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

تسخیر خلائق: جو کوئی اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر روغن چنبیلی پر دم کر کے اپنے سر بدن پر مل کر جس کے روبرو جائے گا مطیع اور تابعدار ہو جائے گا۔آیت یہ ہے۔

والله المستعان علی ما تصفون

اکرام: جو کوئی (یا کریم) کو سوتے وقت باوضو بکثرت پڑھے گا تو لوگوں کے دل میں اس کا اکرام واقع ہوگا جس کے پاس جائے گا اس کا مطیع ہوگا۔

لوگوں میں عزت: لوگوں کے اندر عزت وبزرگی اور جاہ منزلت حاصل کرنے کے لئے ذوالجلال والاکرام کا ذکر بکثرت کرنا بے حد مفید ثابت ہوا ہے۔متقدمین مشائخ نے اس بارہ میں اس کو مجرب لکھا ہے۔

کشائش رزق: زیادتی رزق اور کثرت مال کے لئے ذیل کی آیت کو ہر نماز کے اسی نیت سے بکثرت پڑھنا چاہیے۔آیت یہ ہے **"اللہ لطیف بعباد یرزق من یشاء ھو القوی العزیز "**

دفع آسیب: اگر آسیب کا اثر گھر میں معلوم ہو تو آیت ذیل پچیس بار چار کیلوں پر پڑھ کر چاروں کونوں میں گاڑھ دیں آیت یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم : اللهم يكيدون كيداً و اكيد كيد نمهل الكا فين امهلهم رويداً

سحر: آیت ذیل کو ایک کاغذ پر پانچ مرتبہ لکھ کر بطور تعویذ اپنے پاس رکھیں تو سحر اور آسیب وجنات سے محفوظ رہیں گے: **"سلام قولا من رب رحیم"**

ترقی تجارت: اگر تاجر آدمی اسم (یا رحیم) کو بکثرت بوقت شب پڑھے گا اس کی تجارت خوب چلے گی۔

دردزہ: جس عورت کو دردزہ ہو تو پرچہ کاغذ میں یہ آیت لکھو **القت مفیها و تخلفه واذنت لربها و حقت** اور اس پرچہ کو پاک کپڑے میں لپیٹ اور اس کی بائیں ران

میں باندھے تو وہ جلد بچہ جنے گی۔

اسقاط حمل: جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہے تو ایک ریشمی دھاگہ اس کے قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہیں لگائیں اور ہر گرہ میں یہ آیت پڑھے۔

و صبر وما صبرک الا باللہ ولا تا خزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یکون ۔ ان اللہ مع الذین القرا والذین ھم محسنون پھر قل یا ایھا الکفرون پڑھے اور پھونکے۔

تصور محبوب کا عمل: حب کے لئے مجرب ہے۔ اگر کوئی شخص کسی پر عاشق ہو اور ملاقات میسر نہ ہوتی ہو چاہیے کہ اسم اعظم کو وقت فجر اور وقت شام جمعرات کے روز بعد نماز 101 مرتبہ اول و آخر درود شریف پڑھے اور مطلوب کا دل میں ایسا خیال کرے گویا سامنے کھڑا ہے اور اپنی آنکھوں کو بند رکھے اور جب عمل ختم ہو تو خیال میں مطلوب کی طرف دم کرے۔ ایک ہفتہ کے عرصہ میں معشوق اس کی طرف رجوع کرے گا۔ مناسب ہے حرام ہرگز نہ کرے۔ اگر سوا لاکھ مرتبہ پڑھ کر زکوۃ دیدے تو اسم کا عامل ہو جائے گا پھر جب کبھی کسی کے لیے بعد زکوۃ کے تین روز مذکورہ بالا طریقہ پر پڑھے مطیع فرمانبردار ہو جائے از حد مجرب ہے وہ اسم مبارک یہ ہے (الحلیم)

عمل اذا زلزلت: محبت کے لئے اذا ذالزلت الا رضی زلزا لھا کو بنولہ پر 41 اکتالیس بار دم کرے اور آخر سورۃ میں کہتا جائے کہ فلاں در حب فلاں بیقرار شود اور بحق بسمہ اللہ کے ہر بار پڑھے اور ہر مرتبہ بنولہ کو آگ میں ڈالے انشاءاللہ اگر اکیس دن میں دشمن بھی ہو تو حاضر ہوگا۔ مجرب ہے۔

درد کمر کے لئے: جس شخص کی کمر میں درد ہو اس پر سورۃ مزمل دس بار پڑھ کر دم کرے انشاءاللہ شفا ہو جائے گی۔

پیشاب کھولنے کے لئے۔ انسان یا حیوان کسی کا پیشاب بند ہو گیا ہو تو یہ طلسم چاروں ہاتھوں پیروں پر لکھیں پیشاب کھل جائے گا۔

داہنے ہاتھ پر لکھیں عطست بائیں پر عطست داہنے پاؤں پر عبطو اور بائیں پر

عطس۔ جب پیشاب کھل جائے تو نقوش کو مٹا دیں مجرب ہے۔ اس کی زکوۃ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا فائدہ پہنچائیں۔

مرگی کے لئے: آیت الکرسی گیارہ بار پڑھ کر مریض کے سر پر دم کریں انشاءاللہ بہت جلد ہوش آجائے گا۔

ہلاکت دشمن: اگر چاہے دشمن بیمار ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تین روز تک کسی قبر کی پائتی کے قریب بیٹھ کر ایک ہزار بار (اللہ الصمد) پڑھا کرے۔

عمل دست غیب: اول طور زکوۃ گیارہ ہزار بار اللہ الصمد جب یا عزرائیل یا دردائیل دردکائیل پڑھ کر ہر روز گیارہ تسبیح پڑھا کرے چند چلوں میں فتوحات ہوگی۔

دریافت خزانہ: پانچ روز تک ہر روز شب میں دس ہزار بار (اللہ الصمد) پڑھا کرے۔ مع موکل پڑھے خزانہ غیب معلوم ہوگا یا کوئی بزرگ خواب میں آکر مطلع کرینگے کہ فلاں جگہ خزانہ ہے۔

عمل اسم وہاب: جو شخص کہ نماز چاشت کے بعد سجدہ ہو کر اس اسم کو سات بار پڑھے وہ بفضل خدا بے پرواہ ہو جائے گا۔ اسم یہ ہے (یاوہاب)

تسخیر خلائق عمل مستطیع: یا مستطیع کو اول آخر تین بار درود شریف پڑھ کر تیرہ سو مرتبہ نماز فجر کے وقت ہمیشہ پڑھیں۔ بیشک وظیفہ عامل کے سامنے خلائق کا ہجوم ہو جائے گا۔ مجرب ہے۔

عداوت کے لئے: اُڑد کے آٹے کی روٹی پکا کر گھی لگا اس کے اوپر اکتالیس بار سورۃ مزمل شریف بہ نیت عداوت تلاوت کرے اور روٹی کتے کے آگے ڈال دے جن دو شخصوں میں جدائی ڈالنی منظور ہو ان کا نام زبان پر لائے۔

عمل آیت کریمہ جدائی کے لئے: کھانے کے نمک میں سات کنکریاں لے کر دونوں شخصوں کے نام مع ان کی والدہ کے نام کے اس آیہ معظم کے ساتھ پڑھے اور ان پر دم کرے اور آگ میں ڈالے بیشک جدائی ہوگی۔ ہر کنکری پر سات سات بار دم کیا جائے شنبہ یا سہ شنبہ کو دم کرے آیت یہ ہے۔

وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدافا غشینا ھم لا یبصرون ۔ (سورہ یٰسین)

پڑھے ہوئے پھول: اگر کسی شخص سے دوستی اور محبت کرنا ہو تو اس آیت کو سات مرتبہ بیلے کے پھولوں پر یا روٹی یا شکر یا شیرینی پر دم کر کے مطلوب کو کھلائیں ۔ بہت محبت ہو گی اور مطیع ہو جائے گا۔ آیت یہ ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجا لکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین رحمتک یا ارحم الرحمین ۔

عمل تسخیر خلائق: اللہ الصمد یا اسرافیل یا دردائیل اس کی زکوٰۃ چار لاکھ اسی ہزار بار ہے ۔ ہر روز بارہ ہزار بار پڑھا کرے بعد زکوٰۃ کے 630 بار روزانہ پڑھا کرے ۔ ترک حیوانات ضروری ہے ۔ اس کے موکل حاضر ہوں گے۔

حاجات و مہمات کے لئے: اگر کسی بڑی مشکل پیش آئے جو کسی طرح حل نہ ہوتی ہو تو آدھی رات کے وقت قبرستان میں جائے اور ایک مرتبہ بیٹھ کر چالیس بار سورۃ یٰسین کو بلند آواز اور قراءت کے ساتھ پڑھے اور اہل قبور کی ارواح کو ثواب پہنچائے اور اپنی حاجت کو خداوند سے عرض کرے انشا ءاللہ تین دن میں دفعتہ مراد بر آئے ۔

ایضاً: جو شخص سورۃ اخلاص کو درمیان مغرب و عشاء ایک ہزار بار پڑھے مگر اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار ضرور پڑھے پھر حق تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا تا حصول مطلب چند روز تک پڑھے ۔ ناغہ نہ کرے۔

کامیابی مقدمات کے لیے: اگر کسی پر کوئی تہمت لگائے یا عدالت میں مقدمہ پیش ہو اور حاکم برخلاف ہو یا اس کی میراث بزور لے لی ہو اس آیت کو معاملہ ختم ہونے تک ہزار بار روزانہ پڑھنا چاہیے اللہ تعالیٰ اس بلا سے اور ہر آفت دنیاوی سے محفوظ رکھے گا آیت یہ ہے ۔ **وافوض امیری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ۔**

چور کا نام معلوم کرنا: اگر کوئی چور کے ہاتھ سے بہت تنگ ہو اس وقت اس کو لازم ہے کہ ایک چھری تیار کرے اور عامل چالیس بار سورۃ یٰسین پڑھ کر اس چھری پر دم کرے اور کسی

جگہ زمین میں کھڑی کر کے دفن نہ کرے ۔ مگر دستہ کو زمین کے برابر کھلا رکھے پھر اس پر اتنی آگ جلائے کہ سات دن تک باقی رہے انشا ءاللہ سات دن کے عرصہ میں چور کے پیٹ سے خون جاری ہو جائے گا اور جب تک چھری آگ سے نہ نکالی جائے صحت نہ ہوگی ۔

درد چشم کے لئے: اگر کسی کی آنکھیں دکھتی ہوں یا ان میں درد ہو تو سنت اور فرض نماز فجر کے درمیان سورۃ فاتحہ کو اکتالیس بار پڑھ کر آنکھوں پر دم کرے ۔ انشا ءاللہ بہت جلد آنکھوں کو شفاء ہو جائے گی۔

عمل الم نشرح آتش: جب کے لئے سورۃ الم نشرح سات بار نمک پر پڑھ کر آگ میں ڈالیں ۔ جس کے لیے یہ عمل کریں وہ فریفتہ ہو جائے گا۔

طلسم ہلاکت: اگر کوئی شخص ظالم کے ہاتھ میں گرفتار ہو تو ایک پہاڑی کوا مار کر لائے اور اس کے خون سے یہ طلسم لکھ کر دشمن کی خواب گاہ میں دفن کر دیں دشمن جلد ہلاک ہو جائے گا۔

طلسم یہ ہے: ۱۲ ۱۶ ۱۱۴ ۱۲ھ ھ ۱۱۶۱ع ان شانئک ھو الا بتر

طلسم انگوٹھی: بادشاہوں کو تسخیر سے پہلے چاہیے کہ جب آفتاب کو شرف تو ساعت سعد میں ہرن یا شیر کی کھال پر صرف یہ حروف لکھے اور انگوٹھی کے نگینے کے نیچے رکھے ۔ یہ انگوٹھی پہن کر بادشاہ کے روبرو جائے بادشاہ مسخر ہو جائے گا ۔ اور جو کچھ کہے گا اس کو قبول کرے گا ۔ حروف معظم یہ ہیں۔

اا ح درس ص طرع ک ل م و ولا ۔

سورۃ الم نشرح: اگر کسی کے سینہ میں درد ہو تو اس سورۃ پاک کو پڑھ کر چھاتی پر دم کرے انشا ءاللہ شفا ہو گی۔

درد کے لئے: جس کسی کے سر یا پیٹ میں درد ہو یا جسم کے کسی حصہ میں درد ہے تو درد والی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر 11 مرتبہ سورۃ الحمد شریف مع بسم اللہ شریف پڑھ کر اس جگہ پھونکو انشا ءاللہ درد کو فوراً سکون ہوگا ۔ اگر ایک دفعہ پڑھنے سے آرام نہ ہو تو دوسری مرتبہ کرو حتی کہ تیسری مرتبہ بالکل آرام ہو جائے گا ۔ مجرب ہے ۔

بخار کے لئے: اگر کسی کو بخار کی شکایت ہے تو الحمد شریف 41 بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے بخار والے کو پلائیں اور اس کے منہ پر بھی چھڑکیں۔ انشاءاللہ بخار جاتا رہے گا۔

تعویذ برائے ردمصیبت: اگر تم پر خون کا الزام ہو یعنی کسی دشمن کی شرارت سے تم کو اپنی جان کا خطرہ ہو۔ تو نقش ذیل کو ایک ہزار بار لکھ کر آٹے کی ایک ہزار گولیاں بناؤ۔ دریا پر جا کر یہ گولیاں مچھلیوں کو کھلا دو۔ انشاءاللہ تمہارے سر سے یہ بلا جاتی رہے گی مجرب ہے۔

یادافع البلیات	یا مجیب الدعوات
یادافع البلیات	یا مجیب الدعوات

یاوھاب: یاوھاب کو سوا لاکھ بار گیارہ روز پڑھے۔ اول و آخر گیارہ بار درود شریف بعد اس کے ایک ہزار بار (یاعزیز رب العرش المجید) اس کے بعد یاوھاب پڑھو جب سوا لاکھ ہو چکے تو ہمیشہ 363 بار یاوھاب مع درود شریف پڑھو: عمل قابو میں رہے گا۔

اولاد کے لئے: اولاد ہونے سے پہلے اس نقش کو جو ذیل میں درج ہے باریک اور پاک چمڑے پر لکھ کر اور موم جامہ کر کے عورت کی سیدھی ران پر باندھو۔ خدا کے فضل سے اولاد زندگی والی خیریت سے پیدا ہوگی۔

اذالسماء	انشقت	واذنت
وقعت	واذالارض	مدت
والقت	مافیھا	وتخات

طریقہ ختم خواجگان چشتؒ: یہ ختم جس نیت وقصد سے پڑھا جاتا ہے وہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ پہلے ایک بار سورۃ فاتحہ پڑھے، پھر سورۃ فاتحہ معہ بسم اللہ سات بار پڑھے۔ پھر درود شریف سو مرتبہ پھر الم نشرح مع بسم اللہ 79 مرتبہ، پھر سورۃ اخلاص یا بسم اللہ ہزار مرتبہ، پھر سورۃ فاتحہ با بسم اللہ سات بار پھر درود شریف دو مرتبہ،

پھر فاتحہ پڑھ کر ثواب اس ختم کا ارواح خواجگان چشتؒ کو پیش کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے حصول مدعا بوسیلہ ان بزرگوں کے چاہے اور جب تک کام نہ ہو مداومت رکھے اللہ تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے۔ اس ختم کو خواہ ایک شخص تنہا پڑھے یا زیادہ لوگ پڑھیں لیکن رعایت حد و وتر کی اعلیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے۔ ہمارے بزرگوں کا دستور یہ تھا کہ بعد فاتحہ آخر کی دعا با آواز بلند پڑھتے تھے اور کہتے تھے ہم نے ثواب ان کلمات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے ہیں ارواح طیبات حضرات خواجگان چشتؒ کو پیش کیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم امداد و اعانت بواسطہ ان بزرگوں کے چاہتے ہیں۔

خواجہؒ کی نگری اجمیر شریف تاریخ کے آئینے میں

اجمیر:____صدیوں پُرانا شہر

مسافت:___دہلی سے 258 میل یعنی 416 کلومیٹر اکبرآباد سے 228 میل یعنی 367 کلومیٹر سیستان (ایران) سے چشت ہرات (افغانستان) کا فاصلہ 1145 کلومیٹر

چشت ہرات سے اجمیر شریف 2390 کلومیٹر

چشت سے بغداد 2056 کلومیٹر

لاہور سے اجمیر 759 کلومیٹر

لاہور سے دہلی 494 کلومیٹر

اجمیر سے منڈو 323 کلومیٹر

آبادی:___تقریباً پانچ لاکھ انچاس ہزار ایک سو اکتیس نفوس پر مشتمل ہے

قدیم نام:___جیدرک، جےمیر، جمیر، جیانگر اور جلوپور

حدود اربعہ:___شمال میں جے پور، مشرق میں کشن گڑھ جنوب میں کوہ اراولی اور مغرب میں دریائے سونی

دارالخیر____اجمیر ایک نہایت قدیم اور تاریخی شہر ہے۔یُوں تو اسے تاریخ کے ہر

دَور میں کچھ نہ کچھ اہمیت حاصل رہی ہے لیکن حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا آستانہ ہونے کی وجہ سے اس کے نصیب میں جو شہرت لکھی گئی، وہ بے مثال اور لازوال ہے۔مدتوں یہ شہر سیاسی اہمیت کا حامل رہا ہے۔آج اس کی حیثیت اس سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ یہ روحانیت کا مرکز و مستقر ہے، علم و عرفان کا گہوارہ ہے، چشت کا منبع و مسکن ہے، اسلام کا مضبوط و مستحکم قلعہ ہے اور اسے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے بابرکت قدموں کے طفیل وہ مقامِ عروج ملا ہے کہ برصغیر کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔اس بے نظیر شہر کی اپنی تاریخ ہے، جو منفرد بھی ہے اور صدیوں پُرانی بھی۔اس شہر نے سینکڑوں انقلابات دیکھے۔اس کے نقوش بنتے اور بگڑتے رہے مگر اس کی عظمتِ رفتہ قائم و دائم رہی۔دَورِ حاضرہ میں قدیم اجمیر کے کھنڈرات چشم بینا کے لئے سامانِ عبرت مہیا کرتے ہیں اور جدید شہر پانچ ہزار سال قبل کی داستانیں دہراتا ہے۔یہ ان دنوں کا ذکر ہے۔جب ہندوستان میں جدبشٹر کا راج تھا جسے چتر بھوجا بھی کہتے ہیں۔اس نے اپنے دَورِ حکومت میں ایک شہر 'تہروالہ' آباد کیا، جو بعد ازاں 'انہل پور' کہلایا۔راجہ جدبشٹر کو نجومیوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ٹھیک ساڑھے تین ہزار سال کے بعد یہ شہر ویران و برباد ہو جائے گا۔

چنانچہ یہ پیش گوئی حقیقت ثابت ہوئی اور سلطان علاؤالدین نے اس شہر کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ایک روایت کے مطابق انہل پور ہی اجمیر کہلایا جس کی بنیاد راجہ واسدیو نے رکھی۔راجہ واسدیو مشہور بودھ راجہ ہویشک کا بیٹا تھا جو اپنے باپ راجہ کنغک کے مرنے کے بعد 120ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا اور بیس برس تک بڑی شان بان سے حکومت چلاتا رہا۔واسدیو اپنے باپ دادا کی بہ نسبت اچھا حکمران ثابت نہ ہو سکا اور اس کے عہد میں جگہ جگہ یورشیں ہوئیں۔باغیوں میں نواحی علاقہ انہل پور کا راجہ اجے پال تھا۔وہ کنغک خاندان کا باجگذار تھا، اس کی حکومت پٹن (گجرات) تک تھی جو اس کا پایہ تخت تھا۔اس نے راجہ واسدیو کی فوج کو شکست دے کر راجپوتانہ کے کافی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔جس میں اجمیر کا علاقہ بھی شامل تھا۔راجہ اجے پال نے اجمیر کو اپنا دارالسلطنت قرار دے کر ایک جداگانہ حکومت کا اعلان کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اجمیر کی بنیاد راجہ واسدیو نے پہلے ہی ڈال دی تھی، البتہ اس کو رونق و وسعت راجہ اجے پال نے دی۔ اس زمانہ میں یہ شہر 'کوہ اجگند' کے قریب آباد تھا۔ 'کوہ اجگند' کے معنی "بکریوں کا پہاڑ" کے ہیں۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ اس علاقہ میں بھیڑ بکریاں بکثرت ہوتی تھیں یہی وجہ ہے کہ اس جگہ کا نام 'کوہ اجگند' پڑ گیا۔ راجہ اجے پال نے کوہ اجگند کے تمام بوسیدہ مکانات منہدم کروا کے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی اور اپنے نام کے پہلے حصے اجے کے ساتھ میر کے لفظ کو ملا کر اس کا نام اجمیر رکھا۔ میر سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ راجہ موصوف کا بسایا ہوا یہی شہر آج کل 'اجمیر' کے نام سے موسوم ہے۔ مختلف ادوار میں اسے مختلف ناموں سے یاد کیا گیا مثلاً اجیدرک، جے میر، جمیر، جیا نگر اور جلو پور وغیرہ۔

راجہ اجے پال کے دَورِ حکومت میں والیٔ سیستان رستم بن زال نے اپنے بیٹے فرامرز کو تسخیر ہندوستان کے لئے بھیجا۔ وہ اجمیر کی طرف سے حملہ آور ہوا مگر بعض وجوہ کی بنا پر ناکام رہا اور اجمیر پر عرصہ دراز تک اجے پال کے خاندان کی حکومت رہی۔ 345ء میں گپت خاندان کے راجہ سمندر گپت نے راجپوتانہ سمیت سارے شمالی ہندوستان پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح اجمیر پر پانچویں صدی عیسوی تک گپت خاندان کی حکومت رہی۔ کمال گپت کے عہد میں وسط ایشیا کے وحشی قبائل نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ گپت خاندان سے بھی ٹکر لی اور ایک وسیع علاقہ کو تاخت و تاراج کیا جس کے نتیجے میں گپت خاندان کی حکومت ان قبائل کی وحشت و بربریت کی نذر ہوگئی۔ پھر تقریباً ڈیڑھ سو سال تک راجپوتانہ میں طوائف الملوکی کا دَور دَورہ رہا۔ بالآخر اجمیر پر چوہان راجاؤں کی حکومت قائم ہوگئی، جنھوں نے اسے ایک مستقل ریاست کی حیثیت دے کر بڑی ترقی دی۔ اسی خاندان میں راجا دولہا ہوا۔ اس وقت شاہانِ اسلام کی سلطنت بنی اُمیّہ کے خاندان میں تھی۔ شاہ عرب ولید بن عبدالمالک نے اپنے ایک مصاحبِ خاص روشن علی کو سفارتی تعلقات استوار کرنے کی نیت سے دولہاری کے پاس بھیجا۔ روشن علی کی ملاقات دولہاری سے ہوئی۔ دورانِ گفتگو روشن علی کے ہاتھ اتفاقاً راجہ کے برتنوں سے چھو گئے جس سے راجہ مشتعل ہوگیا اور اُس نے اس جُرم کی پاداش میں روشن علی کے ہاتھ کٹوا ڈالے۔ سفیر روشن علی نے

ولید بن عبدالمالک کو اس افسوسناک صورتِ حال سے آگاہ کیا تو فرزندانِ توحید کا ایک لشکر دولہاری کی فوجوں سے صف آرائی کے لئے عرب سے حملہ آور ہوا۔ اجمیر کے قریب طرفین میں گھمسان کی جنگ ہوئی، جس میں راجہ دولہاری بیوی بچوں سمیت مارا گیا۔ دولہاری کے دوسرے بھائی سانبھر کی جانب بھاگ گئے اور لشکر اسلام فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوا۔ اجمیر کی سرزمین نے کلمۃ الحق کے جانباز پروانوں کے قدم چوم لئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اہلِ اسلام کا پرچم گڑھ بیٹلی اور تاراگڑھ کے قلعوں پر لہرانے لگا۔ پھر ناگاہ کفر و شرک کے بادل چھا گئے اور یہاں پر دوبارہ اللہ اکبر کی صدا لگانے والوں کے حریفوں کا قبضہ ہوگیا۔ پہلے چوہان برس نے حکومت سنبھالی، پھر بیربیلن نے اپنا شاہی سکّہ رائج کیا تا آنکہ راجہ بیلدیو نے یہاں پر قبضہ کرلیا جو والیٔ قنوج تھا اور محمود غزنوی سے بظاہر اس کے گہرے دوستانہ مراسم تھے لیکن باطنی طور پر وہ دینِ حق کا شدید ترین دشمن تھا۔

ہندو راجاؤں سے اسلامی سربراہانِ مملکت کی خوفناک جنگیں دسویں صدی عیسوی کے اواخر میں شروع ہوئیں، جب حاکمِ غزنی امیر ناصر الدین سبکتگین نے 997ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور کابل اور پنجاب کا راجہ جے پال اس کے مقابلے پر آیا۔ ملتان اور غزنی کے درمیان ایک مقام پر حق و باطل کا خونریز معرکہ ہوا جس میں فتح حق کی ہوئی۔ راجہ جے پال نے عبرتناک شکست کھانے کے بعد خراج دینے کے وعدہ پر سبکتگین سے صُلح کرلی مگر لاہور پہنچ کر ایفائے عہد کی بجائے دوبارہ جنگی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔ وطن قوم اور مذہب کے نام پر اس نے اجمیر، کالنجر، دہلی اور قنوج کے طاقتور راجاؤں سے مدد مانگی اور راجاؤں نے اپنی منتخب افواج جے پال کی مدد کے لئے فوراً بھیج دیں۔ امیر سبکتگین نے حالات سُنے تو مطلق ہراساں نہ ہوا بلکہ اپنے گنے چُنے سخت کوش مجاہدوں کے ساتھ بے سروسامانی کی حالت میں ہی باطل کے طاغوتی لشکر سے جا ٹکرایا۔ اس معرکہ کے بعد کابل اور پشاور کا تمام علاقہ سلطنتِ غزنی کے زیرِ نگیں آگیا اور راجہ جے پال نے مارے ندامت کے خودکشی کرلی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا انند پال تخت پر بیٹھا اور اس نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے سلطان محمود غزنوی سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی جو امیر سبکتگین کے بعد تخت نشین

ہو چکا تھا۔وہ سلطان محمود غزنوی کی اُلوالعزمی اور جاں سپاری کے آگے نہ ٹھہر سکا اور شکست کھا کر کشمیر بھاگ گیا۔اُس نے دوبارہ 1006ء میں اجین، اجمیر، دہلی اور قنوج کے راجاؤں سے فوج کی بھکشا مانگی اور سلطان محمود غزنوی کی بہادر فوجوں سے پھر پشاور کے قریب صف آراء ہوا لیکن یہاں بھی عبرت ناک شکست کھائی اور کانگڑہ تک اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

سلطان محمود غزنوی نے آخری اہم جنگ راجہ بیلدیو کے ساتھ لڑی، تمام راجگانِ ہند اسے اپنا مذہبی پیشوا اور شاہی حکومت کا سرتاج مانتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ قرب و جوار کی ریاستوں سے بے پناہ فوج اکٹھی کر کے محمود غزنوی کے مقابلے پر لے آیا مگر ذلت اُٹھانا پڑی اور وہ اسیر ہوا۔سلطان محمود غزنوی نے اس کے قتل کا حُکم صادر کیا۔بعد ازاں راجہ بیلدیو کے مشرف بہ اسلام ہونے پر اسے معافی دے دی۔اس کی نہ صرف جاں بخشی کی بلکہ مفتوحہ علاقہ بھی لوٹانا چاہا مگر بیلدیو نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور باقی ساری عمر بارگاہ حمدیت میں زہد و ریاضت میں گزاری۔اس نے کلمہ حق پڑھنے کے بعد ڈھونڈھ کے مقام پر چلہ کشی کی اور یہیں راہی مُلکِ عدم ہوا۔

سلطان محمود غزنوی نے اجمیر شہر فتح کرنے کے بعد سالار ساہو کو اس کا گورنر مقرر کیا جسے اللہ تعالیٰ نے مسعود غازی جیسا فرزند سالار عطا کیا۔سالار مسعود غازی، محمود غزنوی کا بھانجا تھا۔سالار ساہو نے بیٹے کے تولّد ہونے پر اجمیر کے قریب ایک نیا شہر مسعود آباد بسایا اور مزید بیس برس تک ان ہر دو شہروں پر مسلمانوں کی حکمرانی رہی۔بعد ازاں 1044ء میں چوہانوں نے سلطان مسعود کو شہید کر ڈالا اور اجمیر پر پھر سے قبضہ کر لیا اور سارنگ تخت نشین ہوا۔پھر راجپال راجہ بنا اور اس کے مرنے پر اجمیر کی باگ ڈور اس کے بیٹے انند دیو نے سنبھالی۔انند دیو عُرف سومیس دیو فرمانروائی کرتا رہا۔اس زمانہ میں اجمیر کے قریب ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس کا نام تنور تھا۔راجہ تنور اور سومیس دیو کے تعلقات خاصے کسی بنا پر کشیدہ چلے آرہے تھے، جو ایک روز لڑائی پر منتج ہوئے۔راجہ تنور کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گیا۔اس کی خوبصورت بیٹی سومیس دیو کے ہاتھ لگی، جس نے اس سے شادی

رچالی۔سومیس دیو کے ہاں ایک لڑکے نے جنم لیا جو تاریخ میں پرتھوی راج چوہان کے نام سے پکارا گیا۔

پرتھوی راج چوہان چودہ برس کی عمر میں تختِ دہلی پر متمکن ہوا۔راجہ قنوج اور پرتھوی راج دونوں اننگ پال کے نواسے تھے اور راجہ جے چند کا باپ بجے پال اور سومیس دیو دونوں اننگ پال تنور فرمانروائے دہلی کے داماد تھے۔یہی وجہ تھی کہ چوہانوں اور راٹھوروں میں رقابت کی آگ بھڑک اُٹھی اور ان کی اس عداوت نے سلطنت ہند کو جلا کر رکھ دیا۔جب پرتھوی راج نے دہلی کے تخت کا دعویدار ہونے کا اعلان کیا تو جے چند نے اسے تسلیم نہ کیا اور خود کو دہلی کی سلطنت کا صحیح حقدار قرار دے کر پرتھوی راج کے مقابلہ پر نکل آیا۔فریقین میں جنگ ہوئی اور معمولی سی مزاحمت کے بعد پرتھوی راج دہلی کا تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔اس کے دَور میں اجمیر کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ہندوستان میں سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز ؒ کا اسی عہد میں نزول اجلال ہوا۔

1191ء میں شہاب الدین غوری تسخیر ہندوستان کا قصد لے کر غزنی سے روانہ ہوا اور سب سے پہلے بھٹنڈا کے قلعہ کو فتح کیا جو پٹیالہ کے راجہ کا پایہ تخت بھی تھا۔سلطان شہاب الدین غوری نے ملک ضیاء الدین طولکی کو بائیس ہزار کا لشکر دے کر پٹیالہ کا حاکم مقرر کیا اور خود غزنی واپس چلا گیا۔اسی دوران اسے یہ خبر موصول ہوئی کہ والئی اجمیر پرتھوی راج اور فرمانروائے دہلی کھانڈے راؤ متحد ہو کر ایک لشکر جرار لے کر غازیانِ اسلام کے مقابلہ کو چلے آرہے ہیں، یہ خبر سن کر شہاب الدین غوری دوبارہ مقابلہ کے لئے چلایا مگر تراوڑی کے میدان میں اپنی ناسازئ طبع کے باعث جم کر نہ لڑ سکا اور زخمی ہو گیا۔اس کی فوج کو شکستہ دلی کے باعث ہزیمت اُٹھانا پڑی۔سلطان شہاب الدین غوری کو اس کا بہت قلق ہوا اور اس نے 1193ء میں بڑی شدومد کے ساتھ ہندوستان پر چڑھائی کر دی۔اس خونریز لڑائی میں پرتھوی راج چوہان کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا، وہ خود بھی مارا گیا اور کئی دوسرے راجہ بھی اس میں کام آئے۔فتح مبین کا نعرہ بلند ہوا اور سلطان شہاب الدین غوری نے دہلی اور اجمیر پر قبضہ کر لیا۔اس نے اجمیر میں واقع

اندر سین کے بُت خانوں کو منہدم کروا کے وہاں رفیع الشان مساجد تعمیر کرائیں اور ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

راجہ جد ہشتر سے لے کر پرتھوی راج چوہان تک اجمیر کی سرزمین پر ایک سو بیس راجاؤں نے چار ہزار چار سو آٹھ برس تک حکومت کی۔ پرتھوی راج ان کا آخری حکمران تھا جس کے مرنے کے بعد ہندوستان سے غیر مسلموں کے اقتدار کا سورج عرصہ دراز کیلئے غروب ہوگیا۔ فرزندانِ توحید برسرِ اقتدار آئے اور تسخیر ہند کی میراث شہاب الدین غوری نے اپنے ایک تُرک غلام قطب الدین ایبک کو لکھ دی۔ قطب الدین ایبک اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دینے میں ہمہ تن کوشاں رہا اور اس نے نائب سلطنت کی حیثیت سے مختصر مدّت میں بدایوں، گوالیار، کول اور دیگر کئی مقامات فتح کر کے سلطان شہاب الدین غوری کی کامیابیوں کو چار چاند لگائے۔ اس نے گجرات، کاٹھیاواڑ کو تاراج کیا اور پھر دہلی کی جانب روانہ ہوا اور فتح دہلی کے بعد خاندانِ غلاماں کی بنیاد رکھی۔ وہ مسلمان سلاطین میں دہلی کا سب سے پہلا بادشاہ بنا، جس نے اپنے دَورِ حکومت میں اجمیر کو پایۂ تخت دہلی کا صوبہ بنایا۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد تقریباً اڑھائی سو سال تک اجمیر دہلی کے مسلمان سلاطین کی فرمانروائی میں رہا۔ 1388ء میں سلطان فیروز شاہ تغلق کی وفات کے بعد دہلی کی مرکزی حکومت کمزور ہوگئی۔ راجپوتوں نے اس آویزش سے فائدہ اُٹھایا اور 1455ء میں مانڈو کے بادشاہ نے اجمیر فتح کرلیا 1505ء میں راجگانِ میواڑ دوبارہ اجمیر پر قابض ہوگئے۔ 28 سال کے بعد 1533ء میں گجرات کے سلطان نے خاک و خون کے ایک معرکہ کے بعد اجمیر چھین لیا، لیکن اگلے ہی سال مارواڑ کے راٹھور خاندان کی فوجوں نے اس پر قبضہ کرلیا اور بائیس برس تک اجمیر پر حکومت کرتے رہے حتیٰ کہ 1556ء میں شہنشاہ جلال الدین اکبر نے اجمیر فتح کر کے اسے طاقتور مغلیہ سلطنت کا جزو بنالیا۔ مغل بادشاہوں کے عہد میں اس شہر نے بے پناہ ترقی کی۔ یہاں مضبوط اور عالی شان عمارات تعمیر ہوئیں اور مغل شہنشاہ اور شہزادے بہ

نفسِ نفیس یہاں پر خواجہ بزرگؒ کے مزار اقدس پر حاضری دینے آتے رہے۔ 1743ء تک کا زمانہ اجمیر کی تاریخ کا سنہری دَور تھا۔

اِدھر اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ہوئی اُدھر مغل حکومت کا زوال شروع ہوگیا۔ تخت کے مختلف دعویداروں کے باہمی نزاع نے سلطنت کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ مسلمان بادشاہ اور اُمراء شمشیر وسناں کی بجائے طاؤس و رباب سے دل بہلانے لگے۔ 1735ء میں نادر شاہ نے حملہ کر کے رہی سہی کسر بھی نکال دی اور مغلیہ سلطنت کا زوال انتہا کو پہنچ گیا۔ بیسیوں راجے اور نواب خودمختار بن گئے اور ایک مضبوط و مربوط سلطنت انتشار کا شکار ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہوتی چلی گئی۔ ابتری کے اس دَور میں 1743ء میں اجمیر پر جودھپور کے راٹھور راجاؤں نے قبضہ کرلیا۔ پھر 1756ء میں گوالیار کے راجہ سندھیا نے اجمیر کو فتح کرلیا۔ 1787ء تک مرہٹے اس پر قابض رہے۔ اسی دوران مرہٹوں اور راٹھوروں میں جنگ ہوئی اور راٹھوروں نے مرہٹوں کو اجمیر سے نکال دیا اور چار سال اجمیر کو اپنے تصرف میں رکھا۔ 1797ء میں مرہٹوں نے پھر اجمیر پر قبضہ جمالیا۔ 1818ء میں بابو راؤ سندھیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ایک معاہدہ کی رو سے اجمیر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت ہوگیا اور 1947ء تک انگریزوں کی حکومت میں رہا۔ مآل کار تقسیمِ ہند کے وقت اجمیر بھارت کے حصہ میں آگیا۔

☆......☆......☆

قبلہ گاہ اہل یقیں

آستان جنت نشان اجمیر شریف

مزار خواجہ غریب نوازؒ: ابتدائی تعمیر غیاث الدین بلبن اور سلطان محمود خلجی

مسجدوں کا شہر: اکبری مسجد، مسجد تلوک دیئی، مسجد میابائی، شاہجہانی مسجد، اڑھائی دن کا جھونپڑا، بلند دروازہ، نقار خانہ شاہجہانی، دیگ کلاں، چھوٹی دیگ، برگد کے پتے، شاہ قلی خان مقبرہ قلعہ تاراگڑھ، چشمہ نور، جھالرہ اور بزرگوں کی چلہ گاہیں۔

خواجہ خواجگان حضرت غریب نواز کی نگری پُرشکوہ ماضی کی آئینہ دار ہے، یہاں کے مساجد و مقابر اور دیگر تاریخی یادگاریں، اہل ایمان کیلئے بالخصوص اور سیاحوں کیلئے بالعموم کشش کا باعث ہیں۔ ان کا اپنا ایک ماضی ہے جو حال کے آئینے میں آنے والے دور کی نشاندہی کرتا ہے، ان یادگاروں کی بدولت اجمیر مدینۃ الپاک ہند اور دارالخیر کہلاتا ہے اور سرکار غریب نوازؒ کا رفیع الشان مزار پُر انوار تو اسلامی عظمت و رفعت کا امین ہے کہ یہ مزار خواجہ حسین ناگوری کی نگرانی میں سلطان غیاث الدین بلبن نے بنوایا، جیسا کہ اخبار الاخیار میں مذکور ہے۔

پیش ازاں بر سر قبر متبرکہ خواجہ بزرگ بنا ایں گنبد سنگ وسپید کہ آں بر مزار فائض الانوار موجود است خواجہ حسین ناگوری ساختہ بود۔

کچھ عرصہ گزرنے پر روضہ کے گنبد کی تعمیر فرمانروائے مانڈو سلطان محمود خلجی نے ۸۵۹ھ

مطابق ۱۴۵۵ء میں شروع کرائی اور اس کی تکمیل ۸۷۳ھ کے وسط میں ہوئی۔ اجمیر ۸۵۹ھ میں ہی سلطان موصوف کے تسلط میں آیا تھا۔ اس کا ذکر اقبال نامہ جہانگیری میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

بعمارت روضہ خواجہ معین الدین چشتی ہمت معروف داشت وایں روضہ کہ امروز بر جامت از آثار دولت اوست۔ مراۃ آفتاب کے مولف نواب شاہ نواز نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ یہ تالیف عہد شاہ عالم کی ہے۔ یہ گنبد مکرانہ کے سفید پتھر کا ہے۔ گنبد کا اندرونی حصہ سنگ بستہ ہے جس میں چونے سے رخ بندی ہوئی ہے اور محدب گنبد کا بالائی حصہ ریختہ یعنی پختہ اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ گنبد پر سونے کا بڑا کلس اور کنگروں پر سنہری کلسیاں لگی ہوئی ہیں۔ تحقیق کے مطابق یہ تاج نما کلس اور طلائی کلسیاں والئی رامپور نواب کلب علی خان کے سوتیلے بھائی نواب حیدر علی خان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں عقیدت کے طور پر بنوائی تھیں۔ مزار کے اندرونی حصہ پر سنہری اور لاجوردی کام کیا ہوا ہے۔ اور مزار کے اندرون مخمل کی چھت گیری کی ہوئی ہے۔ روضہ کے چاروں کونوں پر سونے کی زنجیروں میں قمقمے لٹکے ہوئے ہیں جن کی روشنی حسب ذیل اشعار پڑھاتی ہے۔ تو ایک قسم کا وجد طاری ہو جاتا ہے۔

خواجہ خواجگان معین الدینؒ فخر ☆ کون و مکاں معین الدینؒ
سرِ حق رابیاں معین الدینؒ ☆ بے نشاں رانشاں معین الدینؒ
مظہرِ جلوہ گاہِ نور ارم ☆ آفتاب جہاں معین الدینؒ
عاشقاں رادلیل راہ یقیں ☆ سدِ راہِ گماں معین الدینؒ
خواجہ لا مکان و قدس مقام ☆ آسماں آستاں معین الدینؒ
قرب حق اے نیاز اگر خواہی ☆ ساز ورد زباں معین الدینؒ

(مولانا حضرت شاہ نیاز بریلوی)

خواجہ غریب نوازؒ کی تربت اقدس کے اوپر سنگ مرمر کا تعویذ لگا ہوا ہے۔ جس میں یاقوت رمانی جڑا ہوا ہے۔ تُربت کے گرد چاندی کا کٹہرہ ہے جسے شہنشاہ جہانگیر نے اپنی مرادیں بر آنے کے بعد چڑھایا تھا۔ اس سنہری کٹہرے کے متصل چاندی کا ایک اور کٹہرہ

راجہ جے سنگھ جی سوائی جے پوری کا بنوایا ہوا ہے۔اس کا وزن بیالیس ہزار نو سو اکسٹھ تولے نو ماشے چار رتی ہے۔روضہ شریف کی سنگ مرمر کی جالیوں پر زریں پردے پڑے رہتے ہیں، بنابریں احاطہ میں شرقاً غرباً کثرت سے اولیاء اللہ وامراء کے مزارات ہیں،جن میں شیخ میر، جو دارا شکوہ کے امراء میں سے تھے اور ۱۵۴۹ء میں تاراگڑھ کے مقام پر عالمگیر کی فوج سے مقابلے میں مارے گئے روضہ مبارک کے مشرق میں دفن ہیں۔ان کے متصل شاہنواز خان نامی آسودہ ہیں اور قدرے فاصلہ پر مرزا مان کی قبر ہے جو مادھوجی سندھیا اور دولت راؤ سندھیا کی طرف سے حاکم اجمیر تھا۔روضہ غریب نوازؒ کے مشرق وجنوب دو حجرے ہیں جن میں حضرت فخر الدینؒ اوران کی اہلیہ محترمہ دفن ہیں،حضرت فخر الدین کے تین بیٹے حضرت مسعودؒ، حضرت بہلولؒ اور حضرت اسمٰعیلؒ بھی ان کے پاس ہی جہاں آراء بیگم بنت شاہجہان کے بنوائے ہوئے رفیع الشان بیگمی دالان میں سپرد خاک ہیں جہاں عموماً قوالی کا اہتمام ہوتا ہے۔یہیں پر حضرت شاہ نصیر الدینؒ بھی دفن ہیں۔بیگمی دالان کا طرز تعمیر شاہ جہانی دور کی عمارات سے مماثل ہیں۔اسے ۱۰۵۳ھ میں تعمیر کیا گیا۔مونس الارواح میں جہاں آراء بیگم نے خواجہ غریب نوازؒ کی حیات طیبہ اوران کے مزار کی توسیع کے بارے میں بالتفصیل لکھا ہے۔لیکن انہوں نے بیگمی دالان کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔شاید انہوں نے کسر نفسی سے کام لیا ہے اور خود ستائشی کو عقیدت پر غالب نہیں آنے دیا۔تاہم یہ تحقیقی امر ہے کہ بیگمی دالان ان کے روحانی جذبات کا مظہر ہے۔اس دالان کا صحن سنگ سفید کا بنا ہوا ہے اس کی چھت اور دیواروں پر سنہری نقش ونگار کے مصارف نواب صادق علی خان نواب آف رامپور نے برداشت کیے تھے۔۱۹۴۰ء میں اس چھت میں دو ایک جگہ دراڑیں پڑ گئیں۔جس کے بعد جل پائی گوڑی (بنگال) کے رئیس نواب زادہ غلام کبریا نے چھت کے ایک حصے کی تعمیر نو کرائی۔خواجہ غریب نوازؒ کے روضہ کے جنوب میں بی بی حافظہ سیدہ جمال کا مجّر (جالی دار) ہے۔حجرہ پر کوئی سن تحریر نہیں اوراس بارے میں تاریخ کی تحقیق بھی نامکمل ہے۔قیاس اغلب ہے کہ یہ حجرہ شاہ جہاں کے عہد میں بنوایا گیا کیونکہ یہ مغلیہ ذوق کی غمازی کرتا ہے۔ مغربی مجّر (جالی دار) میں عمدۃ النساء بیگم المعروف چھوٹی بیگم بنت شاہ جہاں دفن ہیں۔جن کا

انتقال ۱۰۲۵ھ میں ہوا۔تزک جہانگیری میں ان کی تاریخ وفات ۲۹ جمادی الاول اور بادشاہ نامہ میں ۲۴ ربیع الثانی لکھی گئی ہے۔اس حجر کے شمال جنوب سمتوں میں سنگ مرمر کا احاطہ ہے۔جس کے 2 دروازے ہیں،مغرب کا کلی دروازہ کہلاتا ہے۔اسے بہشتی دروازہ بھی کہتے ہیں۔جنوب میں شمال رویہ بلند وبالا مرمریں دالان رئیس کرنا ٹک نواب والا جاہ کا بنایا ہوا ہے۔جس میں حضرت خواجہ سید معین الدینؒ خورد، حضرت خواجہ سید بایزیدؒ، حضرت خواجہ سید قیام الدینؒ بابر بال اور سید الملک نیرؒ مدفون ہیں۔یہ دالان ماہ رجب ۱۲۵۷ھ میں تعمیر کرایا گیا اوراس پر فرمانروائے دہلی شاہ عالم نے نواب صاحب کو امیر الہند کا خطاب دیا۔درگاہ خواجہ غریب نوازؒ کے مشرقی حصہ میں بہت سے درخت اُگے ہوئے ہیں۔ان میں سے ایک درخت برگد کا ہے۔جو بہت پُرانا ہے۔اس درخت کے متعلق روایت ہے کہ اجے پال جوگی نے جب خواجہ غریب نوازؒ پر ایک خونخوار سانپ پھینکا،تو آپ نے اسے اپنے سانس سے فوراً ہلاک کردکھایا۔بعد ازاں آپ نے اس سانپ کو دفن کردیا۔چند روز بعد اس سانپ کی جگہ ایک درخت اُگ آیا۔عرصہ دراز سے اس درخت کی یہ تاثیر چلی آتی ہے کہ جب کسی کو سانپ کاٹ جائے،اس درخت کی پتیاں پیس کر پانی میں ملا کر اسے پلا دی جائیں تو زہر فوراً جاتا رہتا ہے۔عقیدت مند درخت کی پتیوں کو تریاق سمجھتے ہیں۔روضہ خواجہ غریب نوازؒ کے قریب ایک ایسی تاریخی مسجد بھی ہے،جو پانچ ناموں سے مشہور ہے۔اسے ابتدا میں سلطان محمود خلجی نے ۱۴۵۵ء میں تعمیر کرایا تھا۔سلطان محمود خلجی فرمانروائے مالوہ تھا۔اس نے چار دن میں اجمیر کا قلعہ فتح کیا اور قلعہ دار گجادہر کی فوج اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی،خود قلعہ دار گجادہر مارا گیا۔سلطان محمود خلجی نے اس کامرانی پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا سب سے پہلے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار کا طواف کیا اور سرہانہ کی جانب قدرے فاصلہ پر واقع بت خانہ کی جگہ ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی اور خواجہ نعمت اللہ کو سیف خان کا خطاب دے کر اجمیر کی حکومت ان کے سپرد کی۔سلطان محمود خلجی کی بنائی ہوئی یہ مسجد، مسجد محمود کہلائی۔عہد جہانگیری میں مرور ایام کی وجہ سے یہ مسجد خستہ حال ہوچکی تھی۔اسی وقت کا نقشہ جواہر مجددیہ میں یوں رقم ہے۔
"یہ مسجد نہایت خمیدہ تھی، لوگوں کو ہر وقت اندیشہ لاحق رہتا تھا کہ کہیں زمیں بوس نہ ہو

جائے۔حضرت مجددالف ثانیؒ اجمیر میں قیام کے دوران یہاں نماز پڑھنے جاتے۔ان کی توجہ اس مسجد کی حالت زار پر مبذول کرائی گئی تو انہوں نے فرمایا۔مطمئن رہو۔یہ ابھی نہیں گرے گی،جب حضرت مجددالف ثانیؒ اجمیر سے رخصت ہوئے اور ابھی شہر سے باہر ہی قدم رکھا تھا کہ یہ مسجد گرگئی۔انہدام کے بعد شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے اس مسجد کی از سر نو تعمیر کرائی گئی اور اس کا نام مسجد جہانگیری رکھ دیا گیا۔اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس مسجد کی تزئین وآرائش پر بہت کچھ صرف کیا گیا۔اس اعتبار سے یہ مسجد عالمگیری کہلانے لگی۔مسجد جہانگیری کو مسجد صندل خانہ بھی کہتے ہیں،اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرس مبارک خواجہ غریب نوازؒ کے دنوں میں یکم سے نویں رجب تک ہر سال اس میں صندل سائی ہوتی ہے اور صندل مزار شریف کی نذر کیا جاتا ہے۔مسجد صندل خانہ کو مسجد پھول خانہ کا نام بھی سرفراز کیا گیا ہے۔کیونکہ تربت سرکار غریب نوازؒ سے روزانہ صبح اور شام کے وقت جو پھول اتارے جاتے ہیں۔وہ اسی مسجد میں رکھے جاتے ہیں۔یہ پھول طوسر کے کنوئیں میں ڈال دیے جاتے ہیں۔

بادی النظر میں اس مسجد کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی آبرو جھلکتی ہے۔مسجد کے نقش ونگار بڑے پُرکشش ہیں۔شہزادہ سلیم کی پیدائش کے چھ ماہ بعد ہوا۔اس موقع پر جہاں پناہ نے ایک عالی شان مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔جو آج اکبری مسجد کہلاتی ہے۔یہ مسجد سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔اور مربع شکل میں ہے۔اس کا طول اور عرض ۱۴۰x۱۴۰ فٹ ہے۔مینار کی اونچائی ۵۶ فٹ ہے۔صحن میں ہشت پہلو حوض ہے،ہربلاس ساردا،کی تاریخ اجمیر کے مطابق اس مسجد میں ایک کنواں بھی ہوتا تھا،جس کا پانی حوض میں آتا تھا،مگر یہ کنواں رفتہ رفتہ مٹی سے بھر دیا گیا۔اس مسجد کی مرمت ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں نواب غفور علی داناپوری نے کرائی۔آج کل اس مسجد میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ قائم ہے۔اس کے متصل سلطان التمش کے بنوائے ہوئے حمام کے آثار دو ایک شکستہ دیواروں کی صورت میں زمانہ کی صاعقہ ریزیوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔مسجد کے ساتھ ہی ایک دالان ہے جو خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔اس کے علاوہ میاںبائی کی مسجد

واقع درگاہ بازار اور اکبر اعظم کے درباری گویے تان سین کی بیٹی تلوک دئی کی بنائی ہوئی مسجد تلوک دئی بھی اجمیر کی قابل ذکر مسجدیں ہیں۔موخر الذکر مسجد کے دروازے پر یہ کتبہ واضح الفاظ میں نظر آتا ہے۔''ایں مسجد رابائی تلوک دئی کلانونت،بنت میاں تان سین کلانونت راست کردہ است۔۱۰۶۲ھ''

مسجد اجمیری،ان دنوں قلندری مسجد کہلاتی ہے۔یہ ایک تاریخی مسجد ہے۔جہاں خواجہ غریب نوازؒ نماز ادا کیا کرتے تھے۔اس مسجد کے سامنے نظام سقے کی قبر ہے۔اجمیر کی جامع مسجد شاہجہانی بھی رفعت وسطوت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔مسجد کے دروازے پر یہ کتبہ نصب ہے۔قبلہ اہل زماں شد مسجد شاہ جہاں'' مسجد کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب شاہ جہاں اودھے پور فتح کرنے کے بعد سرکار غریب نوازؒ کے مزار کی زیارت کیلئے آیا تو اس نے ایک خوبصورت اور پُرکشش مسجد بنانے کا حکم دیا۔چنانچہ یہ مسجد تقریباً نو برس میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔مسجد کی محرابوں پر ۱۲۳ اشعار کندہ ہیں اور ان کے آخری مصرعہ سے سن تعمیر ۱۰۴۷ھ نکلتا ہے مصرعہ یہ ہے۔

''بنائے شہنشاہ روئے زمیں''

محرابوں پر لکھے ہوئے اشعار شاہجہان کی محبت و وارفتگی کے مظہر ہیں کہ وہ دل میں ایسی مسجد کی تعمیر کا کس قدر ارادہ رکھتا تھا۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

شنیدم زخاصان فرخندہ خال ☆ کہ پیش جلوس اوراتصال
شہنشاہ دیں پرور دیں پنا ☆ فلک قدر شاہ جہاں بادشاہ
پناہ امم صاحب تخت وتاج ☆ کہ وارد شریعت بعہدش رواج
پس از فتح رانا بصد عزو جاہ ☆ بدولت دراجمیر زور بارگاہ
درآں روضہ پاک نبود ☆ دلش راہنمائے مسجد خزود
خداوندا را باخدا شد قرار ☆ کہ ماند از و مسجدے روز گار

سنگ مرمر کی اس مسجد پر دولاکھ چالیس ہزار روپے صرف ہوئے۔شاہ جہاں نے مسجد کی تعمیر

مکمل ہونے پر سب سے پہلے خود گنبد کے نیچے بیٹھ کر سورۃ یٰسین پڑھی اور حضرت خواجہ غریب نواز ؒ کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ مسجد کا بالائی حصہ جو مسقف ہے۔

۱۴۸ فٹ لمبا اور ۲۵ فٹ چوڑا فٹ اور چوڑائی ۵۴ فٹ کے قریب ہے۔ صحن کے مشرق، جنوب اور شمال جانب، جب کہ تین مشرق، جنوب اور شمال میں سنگ مرمر کا کٹہرہ ہے۔ جس کے پان دروازے ہیں۔ ایک ایک جنوبی و شمالی جانب، جب کہ تین مشرقی سمت میں، مسجد کی اندرونی وسطی محراب پر کلمہ طیبہ سونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے۔ مسجد کے پہلو میں ایک گہری جھیل ہے جو جھالرہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ بھی شاہجہان کی تعمیر کردہ ہے۔ تقریباً چار ہزار برس پُرانے اجمیر میں اندرسین کا بنایا ہوا ایک بت خانہ تھا۔ جس میں سینکڑوں مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ سلطان شہاب الدین غوری نے جب ۵۹۵ھ میں اجمیر کو فتح کیا تو اس نے بت خانہ کو مسمار کر کے غربی دیوار کے بیچوں بیچ سنگ مرمر کی ایک محراب تعمیر کر کے ایک مسجد بنوائی کہتے ہیں کہ یہ مسجد اڑھائی دن میں تیار ہوئی اور اس طرح سے اس کا نام اڑھائی دن کا جھونپڑا پڑا۔ یہاں پر سب سے پہلی نماز جمعہ ۲۱ جمادی الآخر ۵۹۵ھ کو سلطان نے خود پڑھائی۔ ۶۱۴ھ سلطان شمس الدین التمش نے اس مسجد کو از سر تعمیر کرایا جو تا حال بندگان حق کی توجہ کا مرکز ہے۔ اس مسجد کا طول ۱۸۴ اور عرض ۸۴ گز ہے۔ سید میاں نے بھی جن کا لقب فرخ سیر بادشاہ کے وقت عبداللہ خان تھا اور وہ وزارت کے عہدہ پر فائز تھے۔ اپنے جیتے جی اجمیر میں ایک باغ اور مسجد بنوائی تھی۔ وفات کے بعد ان کے بیٹے امیر الامراء سید حسین علی خان نے انہیں اسی باغ میں دفن کیا اور شاندار مقبرہ بھی تعمیر کرایا جو تا حال قائم ہے۔ سید میاں کے ساتھ ہی ان کی رفیقۂ حیات سپرد خاک ہے اور سید میاں کی تُربت پر اللہ باقی من کل فانی اور سن ۱۱۲۷ھ تحریر ہے۔ مسجدوں کے شہر اجمیر میں ایک قدیم عیدگاہ بھی ہے۔ یہ عیدگاہ ۱۱۸۶ھ میں تعمیر کی گئی۔ اس کا طول ۱۳۰ گز اور عرض ۴۰ گز ہے۔ چار دیواری انتہائی پختہ اور بے حد خوب صورت ہے چار دیواری میں ایک باغیچہ ہے جس میں کھلے ہوئے رنگ رنگ کے پھول ہر دم دلوں کو فرحت و تازگی بخشتے ہیں بس اسی کا نام عید گاہ ہے۔ اجمیر معلی کے سبھی دروازے درگاہ خواجہ غریب نواز ؒ کی سمت کھلتے ہیں۔ ان میں بلند

دروازہ عالمی شہرت کا حامل ہے۔ اور دروازہ شہر کے تمام عمارات سے اونچا ہے اسی لئے اس کو بلند دروازہ کہا جاتا ہے۔ اسے سلطان محمود خلجی نے بنوایا تھا جبکہ بعض تاریخوں میں اسے غیاث الدین بلبن کے دور کی یادگار لکھا گیا ہے۔ مسٹر رائے بہادر کی تحقیق ہے کہ بلند دروازہ ۱۵۰۰ء میں مکمل ہوا۔ اس کا بانی بلبن تھا اور اس کی تعمیر میں اکتیس سال لگے۔ سنگ سرخ کے اس دروازہ کی بلندی ۷۵ فٹ ہے۔ اس دروازہ کی تین چھتریاں درجہ بدرجہ گوشہ شمال میں اور دروازہ کے اوپر اور دو گوشہ جنوب اور مشرق میں ہیں۔ ان چھتریوں کی کل تعداد دس ہے۔ اس مناسبت سے دس چھتریوں کا دروازہ بھی کہتے ہیں۔ احسن السیر جو ۱۴۸۵ء میں لکھی گئی کی تحقیق کی روشنی میں یہ دروازہ کسی قدیم بت خانے کا تھا کیونکہ شمالی چھتریاں پہلے کی تعمیر شدہ معلوم ہوتی ہیں اور ان کا طرز تعمیر قدیم مندروں سے مشابہ ہے اور بعض جگہوں پر تو جین مذہب کی مسخ کی ہوئی مورتیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے بلند دروازہ میں ترمیم کر کے اسے اسلامی روحانہ فکر کا امتیازی نشان بنانے کی سعی غیاث الدین بلبن یا محمود خلجی نے ہی کی ہوگی۔ بلند دروازہ کی شرقی سمت میں حجرے ہیں اور اس کے چبوترے پر حضرت مولانا شمس الدین ؒ المعروف سید احمد آسودہ خاک ہیں۔ مغرب میں ایک بہت بڑی دیگ ہے۔ جسے جلال الدین اکبر نے مراد بر آنے پر چڑھایا تھا کیونکہ اس نے عہد کیا تھا کہ چتوڑ گڑھ کے قلعہ کی تسخیر کے بعد دیگ نذر کروں گا۔

اس دیگ میں کم و بیش سوا سو من چاول آسانی سے پک جاتے ہیں۔ اس دیگ کا محیط تیرہ گز اور بیاً تقریباً ساڑھے بارہ گز ہے اس پر یہ تاریخ مرقوم ہے۔

شاہ دیں پر ورد جمشید سر بر
خسرو صد محمود اکبر
ساخت بے شمہ بہ فتح چتوڑ

بلند دروازے کے مشرق میں چھوٹی دیگ رکھی رہتی ہے۔ اسے ۱۰۲۲ھ میں نورالدین جہانگیر نے آگرہ سے بنوایا تھا اور خواجہ غریب نواز ؒ کی درگاہ پر آ کر چڑھایا تھا۔ اس میں ساٹھ من چاول آسانی سے پک جاتے ہیں۔ دیگ پر یہ تاریخ کندہ ہے۔ بہ دنیا با دوائم نعمت

دیگ جہانگیری ۔نقار خانہ شاہجہانی کو درگاہ شریف کی تاریخ لکھنے والے دور شاہجہاں کی یادگار بتاتے ہیں چونکہ اس دروازہ پر سن تحریر نہیں اور نہ ہی اس کی مماثلت شاہجہانی عہد کی عمارتوں سے ملتی ہے اس لئے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ دروازہ بھی بلند دروازہ یا اکبری مسجد کا حصہ ہوگا۔البتہ اسکی تزئین و مرمت شاہجہان کے عہد میں ہوئی ۔کیوں کہ اس کے شمال کی جانب کلمہ طیبہ کے نیچے یہ شعر درج ہے۔

بعہد شاہ جہاں بادشاہ دیں پرور ☆ زدودہ ظلمت کفر آفتاب دیں یکسر

دروازہ کی ساری عمارت سنگ سرخ کی اور باقی دروازے لکڑی کے ہیں جن پر چاندی کی پتر ے چڑھے ہوئے ہیں ۔اس کے مقابلے میں نقار خانہ عثمانی ،جدید طرز پر تعمیر کیا ہوا دروازہ ہے اس کی تعمیر ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں ہوئی اور اسے دہلی کے ایک ہندو ٹھیکیدار نے بیالیس ہزار روپے کے اخراجات سے مکمل کرایا۔یہ سارا کام سرکاری سپر وائزر مولوی حبیب اللہ کی نگرانی میں ہوا۔غیر شاہی عمارات کے زمرہ میں "شاہ قلی" کا مقبرہ آتا ہے ۔شاہ قلی خان کا اصلی نام محمد تقی بخش تھا ۔اکبر کے دارالحکومت میں وہ اجمیر کا صوبیدار بنا ،اس کی حسرت تھی کہ وہ خواجہ کی نگری میں دفن ہو ۔اس لئے اس نے یہ مقبرہ خود تعمیر کرایا تھا۔مگر شاہ قلی خان کو اس میں دفن ہونا نصیب نہ ہوا ۔اس نے ۱۰۰۸ھ میں آگرہ میں وفات پائی اور وہیں دفن کیا گیا ۔اس وقت شاہ قلی خان کے سوا مقبرہ میں اور بہت سے قبریں ہیں ۔شہنشاہ جہانگیر نے تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ "اجمیر کے قریب ایک درہ واقع ہے جو نہایت ہی دلکش اور خوش نما ہے ۔اس درہ کے آخر میں ایک چشمہ ہے جس کا پانی ایک بڑے تالاب میں جمع ہوتا ہے ۔یہ چشمہ اور درہ بی بی حافظ جمالؒ کے نام سے مشہور ہے ۔جب میں یہاں سے گزرا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں ایک عالی شان عمارت تعمیر کردوں ۔چنانچہ میں نے اپنے ارادے کو پورا کیا۔چالیس گز مربع کی شکل میں بنا ہوا ۔یہ چشمہ آج بھی موجود ہے اور فی زمانہ سعید گیلانی زرگر باشی کے رکھے ہوئے نام "چشمہ نور" سے مشہور ہے ۔زمانہ قدیم میں اس چشمہ کی جگہ اجے پال کا بسایا ہوا شہر تھا ۔پاس ہی ایک پہاڑی پر گنج شہدا واقع ہے ۔جہاں امیر تر خان شہید کے علاوہ کثرت سے اولیاء اللہ کے مزارات ہیں ۔چشمہ نور

کے علاوہ اجمیر میں راجہ آنا ساگر کا تالاب ابھی تک ہے جس کا طول ۱۰۰۰ گز اور عرض ۸۰۰ سو گز ہے ۔اس تالاب سے ندی ساگر متی نکلتی ہے جو دریائے سونی میں جا کر مل جاتی ہے ۔اس تالاب کے پاس شاہجہان کا بنوایا ہوا دولت خانہ ہے ۔اجمیر کے مشرقی حصہ میں ریلوے اسٹیشن کے نزدیک راجہ بلید یو نے بھی ایک تالاب بنوایا تھا ۔ابتداء میں اس تالاب کے ارد گرد بت خانے ہوا کرتے تھے جنہیں سلطان محمود غزنوی نے نیست و نابود کردیا تھا ۔تالاب کا فرش سنگین ہے ۔وسط میں دو ٹیلے تھے جن پر جہانگیر بادشاہ نے اپنا ایک چھوٹا سا محل تعمیر کرایا ۔آجکل یہ تمام چیزیں غارت ہوچکی ہیں ۔صرف تالاب موجود ہے ۔اس کی شکل بیضوی ہے ۔اس سے تقریباً اڑھائی میل کی مسافت پر ایک اور تاریخی تالاب ہے ۔اسے "تالاب پھکر" کہتے ہیں ۔اس تالاب کے اردگرد پہاڑ ہیں ۔شمال میں تاگر پربت ، جنوب میں نیلگری، مشرق میں کٹ کا کتر اور مغرب میں سوا گڑھ کے پہاڑ ہیں ۔یہ مصنوعی پہاڑ اورنگ زیب عالمگیر نے بنوایا تھا ۔اس کے ساتھ ہی کسی زمانے میں سنگ سرخ کی بنی ہوئی مسجد ہوتی تھی اس وقت تو یہ مسجد موجود نہیں ۔البتہ جہانگیر بادشاہ کے ذاتی ملازم رانا شنکر کا بنوایا ہوا مندر ابھی باقی ہے ۔آجکل یہاں مویشیوں کا میلہ لگتا ہے ۔قلعہ تارا گڑھ اجمیر میں آنے والے سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہے ۔اسے پُرانا قلعہ بھی کہتے ہیں ۔یہ قلعہ پرتھوی راج نے بنوایا تھا ۔سارا قلعہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے ۔اس قلعہ کو پہلے ولید بن عبدالمالک مروانی بادشاہ شام و عرب نے فتح کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا ۔بعد ازاں سپہ سالار محمد بن قاسم جب سندھ اور گجرات پر اپنا تسلط جمانے کے بعد اجمیر کی جانب بڑھا تو اس وقت راجہ دولہا رائے نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور مارا گیا ۔اس طرح یہ قلعہ تارا گڑھ اول صدی ہجری میں فتح ہوا ۔قلعہ کے ساتھ ہی حضرت سید حسین مشہدی خنگ (سفید گھوڑا) سوار شہید کی درگاہ ہے ۔جنھوں نے ۱۷ رجب المرجب ۵۹۷ھ کو جام شہادت نوش فرمایا ۔آپ کا مزار مبارک ۱۰۲۴ھ میں اکبر اور جہانگیر کے سپہ سالار اعتبار خان المعروف ممتاز خان نے بنوایا تھا ۔مزار سے کچھ فاصلے پر آپ کے گھوڑے کی قبر ہے ۔جو آپ کے ساتھ ہی مارا گیا تھا ۔اجمیر میں بیشتر بزرگان اسلام کی چلہ گاہیں ہیں ،ان میں خواجہ غریب

نواز، شیخ فریدالدین گنج شکرؒ، سالار غازیؒ، حضرت قطب اولیا سید بدیع الدینؒ المعروف شاہ مدار اور بڑے پیر صاحبؒ کی چلہ گاہیں زیارت گاہ امام ہیں۔ یہاں متعلقہ بزرگوں کے یوم وصال پر عرس بھی منعقد ہوتے ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ کے خلفاء اصغر میں زیادہ تر اجمیر ہی کی تہہ خاک میں دفن ہیں۔

ان میں چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت امام الدینؒ دمشقی، حضرت نیاز اللہؒ خراسانی، حضرت احمد شہابؒ گوئی، حضرت دوو الدینؒ، حضرت خواجہ محی الدینؒ، حضرت غلام ترک ہادیؒ، حضرت سلطانؒ شاہ، حضرت احمد خانؒ درانی، حضرت قادر سعیدؒ، حضرت سبحان علی جمعیؒ، حضرت امیرؒ برہانجی، سدا سہاگؒ، حضرت حاجی محمد عفرتؒ، حضرت سونجی بہادر شاہؒ، حضرت مردغار خاںؒ ترک، حضرت مراد بیگ مغلؒ، حضرت نعمت احمد صفاؒ، حضرت محمود احمدؒ، حضرت روما دا اکبر شاہؒ، حضرت غریب اصغرؒ، حضرت شہاب ولیؒ، حضرت سردار احمدؒ، حضرت ظہیر الدینؒ، حضرت معروف شاہ قریشیؒ، حضرت عبدالغفارؒ، حضرت حسن دودجیؒ، حضرت کریم احمد شاہؒ، حضرت خواجہ برہان الدینؒ، حضرت شیخ احمدؒ، حضرت شیخ محمد محسنؒ، حضرت خواجہ سلیمان کرشکیؒ، حضرت شیخ صدر الدینؒ، حضرت فتح محمد قنار خواجہ۔ ان تمام تاریخی یادگاروں، قلعوں، تالابوں، مسجدوں اور چلہ گاہوں کی رونقیں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مرکز روحانیت سے قائم و دائم ہیں۔ جہاں بادشاہ و فقیر، محمود و ایاز بن کر آتے ہیں۔

☆......☆......☆

سلطان الہند حضرت خواجہ سید معین الدین چشتیؒ کی بارگاہ اقدس میں ہے

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے ☆ جو بات حضرت خواجہ کی بارگاہ میں ہے۔
(حضرت علامہ اقبالؒ)
میں نے خواجہؒ کی قبر کو ہندوستان میں بادشاہت کرتے دیکھا ہے۔ (لارڈ کرزن)

اللہ! اللہ! کتنی مبارک اور مقدس ہے اجمیر کی سرزمین کہ جس کی آغوش میں سرکار غریب نوازؒ استراحت فرما ہیں۔ سورج یہاں دن بھر سایہ فگن رہتا ہے اور اس کی روپہلی کرنیں سفید گنبد کے مکینوں کو اپنی ایمان افروز حدت سے گرما دیتی ہیں۔ پھر رات کے وقت چاند اور ستاروں کی ٹھنڈی روشنی، پھولوں کی لطافت بخش بھینی بھینی خوشبو کے ساتھ دلوں کو کیف آگیں سرور بخشتی ہے۔ آسمان کے آوارہ سرمئی بادل میگھ ملہار کے ترنم میں باران رحمت سے کدورتوں کا غبار دھو دیتے ہیں اور مدینے کی جانب سے آنے والی باد صبا بھی چپکے چپکے ہولے ہولے خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ الفت میں شہ بطحاؐ کا سلام پیش کر کے یوں ادب و احترام سے گزر جاتی ہے کہ خواجہ غریب نوازؒ سوئے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ یہ مرکز علم و عرفان ہے جو آٹھ سو سال سے مرجع انام ہے۔ اس کی شعاعوں سے لاکھوں افراد سکون و راحت کی دولت سے متمتع ہوتے ہیں اور دیوانہ وار جھوم جھوم کر کہتے ہیں۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے ☆ جو بات حضرت خواجہ کی بارگاہ میں ہے

حضرت خواجہؒ کی بارگاہ، سلطان الہندؒ کا دربار اعلیٰ مقام ہے۔ جہاں مختلف مذاہب و اقوام

کیا کابر وصغار سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔اور فرطِ عقیدت میں اس حد تک سرشار ہو جاتے ہیں کہ سرکار غریب نوازؒ کی بارگاہ میں حاضری کو زہد واتقاء کا جزو سمجھنے لگتے ہیں۔ان کی زبان، شعری جذبات کی ترجمان بن جاتی ہے۔

جب لطف بندگی ہے ادا یوں نماز ہو
اور خواجہؒ کے در پہ میری جبین نیاز ہو

اسلام میں بارگاہِ صمدیت کے علاوہ کسی کے سامنے سجدہ حرام ہے اور اس ارشاد خداوندی پر عمل پیرائی کی تلقین سرکار غریب نوازؒ نے بھی متعدد بار فرمائی۔ان کے آستانہ عالیہ پر جو لوگ سجدہ ریزی کی بجائے دیدہ ریزی کی غرض سے حاضری دیتے ہیں اور ان کے وسیلے سے فیض و برکات کیلئے دست بہ دعا ہوتے ہیں۔ان کی بے قرار نگاہیں انتظار میں پکار رہی ہوتی ہیں۔

خواجہؒ ہی آرہے ہیں بنا نے کے واسطے
پھر کیوں نہ ہم کو اپنے مقدر پہ ناز ہو

عوام الناس سے قطع نظر، سلف الصالحین میں شاید ہی کوئی ایسی بزرگ اور مقتدر ہستی ہو گی جس نے سرکار غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر معتکف و مراقب ہو کر کسب ضیاء اور استفادہ نہ کیا ہو۔خواجہؒ کے در کی چوکھٹ پر نذرانہ عقیدت والفت پیش کرنے والے ایسے ہزاروں سلاطین باجبروت، مشاہیر عالم، صوفیاء کرام اور اولیاء عظام کے نام تاریخ کی آنکھ سے پڑھے جاسکتے ہیں۔مشہور انگریز وائسرائے لارڈ کرزن نے ۱۹۰۲ء میں دار الخیر اجمیر میں حضرت خواجہؒ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت فرطِ جذبات میں آکر اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں بلیغ اشارہ کیا تھا کہ "میں نے ایک قبر (خواجہ غریب نواز) کو ہندوستان میں بادشاہت کرتے دیکھا ہے۔

شہر اجمیر بھی ہے ہند میں آپ اپنی نظیر
تاج شاہی سے مرقع ہے یہاں قبر فقیر

اور پھر حضرت خواجہؒ کی بارگاہ میں حاضری دینے والے امیر و غریب، شاہ و گدا، سب یکساں ہوتے ہیں۔تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ بھی یہاں گدا بن کر آئے اور فیض یاب ہو کر گئے۔سلطان شہاب الدین غوری ۵۸۹ھ میں آپ کی زندگی میں ہی آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوا۔اس جیالے مجاہد کو خواجہ غریب نوازؒ نے کامرانی و فتح مندی کی بشارت دی تھی۔وہ ایک بار پہلے ترائن کے مقام پر اجمیر کے مغرور راجہ پرتھوی راج سے شکست کھا چکا تھا۔اس نے سرکار غریب نوازؒ کے خواب میں مژدہ جانفزا سنانے کے بعد دوبارہ حملہ کیا تو ظفر یاب رہا۔اس کامیابی پر وہ سب سے پہلے خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ادب سے سر جھکا کر سلام کیا اور آپ کی قدم بوسی کی۔کہا "حضور مجھ حقیر ناچیز کی کیا مجال ہے۔یہ سب کچھ آپ کی دعا اور اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھ جیسے معمولی انسان کو خدمت کیلئے منتخب کیا۔آپ نے بشارت و دعوت دی میں تعمیل ارشاد میں چل دیا۔۶۱۵ھ میں سلطان شمس الدین التمش نے آپ کے جمال تبسم سے ضیاء پائی۔اس وقت خواجہ غریب نوازؒ اللہ و تبارک و تعالیٰ جل شانہ کے فضل و کرم سے بقید حیات تھے اور آپ کے فیض اور کشف و کرامات کی شہرت دور، دور تک پھیلی ہوئی تھی۔سلطان شمس الدین بھی چاندنی رات میں اجمیر شہر سے پیدل چل کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے لعاب دہن کو اپنی آنکھوں سے لگا کر سرور ابدی حاصل کیا۔خواجہ غریب نوازؒ کے وصال کے بعد بھی ایک دنیا آپ سے فیض یاب ہوتی رہی۔آپ چونکہ ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے علمبردار تھے۔اس اعتبار سے آپ کی روحانیت کا سکہ ہر دور میں رائج رہا اور ہزاروں اور لاکھوں افراد کے علاوہ جن میں فرزندان توحید بھی شامل ہیں اور غیر مسلم بھی۔آپؒ کے مزار پر حاضری دیتے آتے رہے۔یہ ربط وضبط تا دم تحریر جاری ہے اور انشاء اللہ العزیز جاری وساری رہے گا۔بنا بریں متعدد اولیائے کرام، سلاطین با اقبال، مشاہیر عالم اور کئی سیاسی شخصیتوں کیلئے آپ کا مزار پُرانوار توجہ کا مرکز بنا رہا ہے۔ان میں مشائخ پاک و ہند سرفہرست ہیں۔خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں مشائخ ہند میں سب سے پہلے حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ نے حاضری دی اور بے

شمار انعامات وبرکات حاصل کیں ۔سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کی تالیف وراحت القلوب، میں جسے آپؒ کے ملفوظات طیبات کا مجموعہ گردانا جاتا ہے ۔اس حاضری کا اجمالاً تذکرہ ملتا ہے۔خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ میں کئی روز تک شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر معتکف رہا۔

نمازیں ادا کیں اور قرآن شریف پڑھا۔ایک رات میں نے متعدد پارے تلاوت کیے ۔اسی دوران سورۃ مریم یا سورۃ کہف میں سے کسی آیت میں ایک لفظ پڑھنا بھول گیا تو حضرت کے مزار سے آواز آئی ۔"فلاں لفظ رہ گیا ہے آیت دوبارہ پڑھی جائے"میں نے حکم کی تعمیل کی ۔پھر آواز آئی "شاباش" "لائق فرزند ایسے ہی ہوتے ہیں" ۔منزل کے اختتام پر میں نے اپنا سر مزار شریف کی پائنتی پر رکھ دیا اور چشم نم عرض کی ۔مجھے معلوم نہیں کہ کس جماعت کے لوگوں میں شمار ہوتا ہوں' فوراً جواب ملا ۔جو شخص یہ نماز پڑھتا ہے حقیقت میں اس کا شمار بخشے ہوئے لوگوں میں ہے ۔یہ سن کر مجھے اطمینان ہوا اور میں بہت سی نعمتیں لے کر اجمیر سے رخصت ہوا۔حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کو جس نماز پر خواجہ غریب نوازؒ نے مغفرت کی بشارت دی۔وہ نویں رجب کی رات کو پڑھی جاتی ہے ۔اس وقت ان کے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا وصال ہو چکا تھا ۔اجمیر کی آبادی ایک گاؤں سے زیادہ نہ تھی۔سرکار غریب نوازؒ کی تربت ایک حجرہ میں تھی ۔جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی تھی اور تھوڑے ہی فاصلہ پر خدام کی جھونپڑیاں تھیں ۔خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ شہر سے پیادہ مزار تک چل کر آئے ۔کاندھے پر کمبل، بغل میں جانماز اور گلے میں حمائل شریف تھی ۔ پہلی ہی نظر میں اس مست الست بوریہ نشین کو پہچانا نہ گیا اور جب معلوم ہوا کہ یہی مرد درویش اپنے وقت کا سلطان چشت ہے تو خلقت خدا کا ہجوم آپ کے گرد رہنے لگا ۔آپؒ نے اجمیر میں چلہ کشی بھی فرمائی جو سلطان محمود خلجی کی تعمیر کردہ مسجد کے عقب میں زیر زمین ہے۔سیر الاولیا میں مذکور ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا انتقال ۷۲۵ھ میں ہوا تو ان کی جدائی نے حضرت مولانا فخر الدین زرادیؒ کو بیکل کر دیا۔آپؒ حضرت محبوب الٰہیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔مرشد سے قلبی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ ان کی رحلت پر ذہنی سکون متزلزل ہو کر رہ گیا

اور ہر وقت سفر میں رہنے لگے ۔فیروز آباد میں تو کبھی سونی پت میں دن جنگلوں میں گزرے اور راتیں صحراؤں میں آخر ایک وقت میں اجمیر تشریف لائے تو اطمینان قلب کی دولت پائی اور کئی روز تک خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ پر معتکف رہے ۔ظاہری وباطنی علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور بقول خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی' 'سلوک میں جو منزل ہم نے ایک گھنٹہ میں طے کی ۔فخر الدین زرادی نے پل بھر میں کی ۔اجمیر میں خواجہ غریب نوازؒ کے مزار مقدس پر انہوں نے کئی منازل طے کیں اور فیوض وبرکات سے نوازے گئے ۔بعد میں کئی مرتبہ اجمیر معلیٰ میں حاضری دی۔حضرت جلال الدین حسین المعروف مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ نے بھی اپنے سفر نامہ میں سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کے مرقد مطہر کی زیارت کا ذکر کیا ہے ۔فرماتے ہیں کہ فقیر جب آپؒ کے مزار پر حاضر ہوا تو عرض کی ۔"السلام علیکم یا خواجہ خواجگاں سید الاولیاء مجھے دست بوسی کا شرف بخشئے" چنانچہ تربت انوار سے آپ کا دست مبارک بر آمد ہوا ۔اور وعلیکم السلام کی آواز بھی آئی ۔یہ منظر دیکھ کر خدام متحیر رہ گئے اور اجمیر کی مخلوق اس درویش کی مسخر ہو گئی ۔مخدوم جہانیاںؒ اپنے والد ماجد سلطان سید احمد کبیر بخاری کے دست بیعت تھے، سلسلہ سہروردیہ کا خرقہ خلافت حضرت شاہ رکن عالم ملتانیؒ سے پایا اور حضرت شیخ الشیوخ خواجہ نصیر الدین محمودؒ چراغ دہلوی کے مرید وخلیفہ تھے اور خرقہ خلافت سلسلہ چشتیہ انہی سے پایا ۔۱۰ ذوالحجہ ۷۸۵ھ کو وفات پائی اور اوچ شریف ضلع بہاولپور میں مدفون ہیں ۔ساری عمر سیر وسیاحت میں گزاری ۔مشائخ وعلماء سے ملاقاتیں کیں ۔ چنانچہ اجمیر بھی آئے ۔حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ کے بعد جس ولی اللہ کی حاضری لکھی گئی وہ نقشبندی سلسلہ کے مشہور بزرگ میر سید محمد کالپوری ہیں ۔حضرت شیخ ابو العلیٰؒ کے جانشین تھے ۔آپ نے ساری زندگی بوریہ نشینی میں گزار دی اور درس وتدریس میں دم آخر تک مصروف رہے ۔۱۰۳۱ھ میں رحلت فرمائی ۔آپ کی لکھی ہوئی سورہ فاتحہ کی تفسیر سند مانی جاتی ہے ۔خواجہ غریب نوازؒ سے محبت، عقیدت کی حد تک تھی ۔اپنے آپ کو پروانہ اور خواجہ غریب نوازؒ کو شمع کہتے تھے ۔ناظم اجمیر بہادر خاں کنبو کے عہد میں آپ اپنے فرزند دلبند میر سید احمد کے ہمراہ خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سات روز تک قیام

فرمایادوران مراقبہ آپؒ پر خود رفتگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔غلام علی آزاد بلگرامی نے ماثر الکرام میں قدیم حوالوں سے لکھا ہے کہ اس عالم خودی میں حضرت خواجہ بزرگؒ تشریف لائے۔اور میر سید محمد کالپوری کی خدمت میں گلوری پیش کی۔قدرے توقف کے بعد وہ کیفیت ختم ہوئی تو گلوری آپؒ کے ہاتھ میں تھی۔خزینۃ الاصفیا میں مرقوم ہے کہ آپؒ ہر سال خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر تشریف لاتے تھے۔خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ سے خوش کام وبامراد ہونے والے یہ عظیم المرتبت صوفیائے کرام ومشائخین عظام کی ایک معمولی سی جھلک ہے جو اپنے عہد عتیق کے سلاطین باکمال کو کشاں کشاں کھلتے مہکتے پھولوں کی خوشبو کے پاس دارالعلوم اجمیر میں اڑالاتی رہی،یادوں کے یہ گلاب سلطان الہند کے چمن زار میں بدستور کھل رہے ہیں مہک رہے ہیں ان کے مقدر میں حیات جاوداں لکھی جاچکی ہے۔سلطان الہند کی بارگاہ دراصل ایک مہکتا ہوا گلستان ہے جہاں سب سے پہلے سلطان محمود خلجی نے حاضری دی۔۸۵۹ھ میں وہ تسخیر اجمیر کے ارادہ سے میدان کارزار کی طرف بڑھا اور فتح و نصرت کے بعد آستانہ معلی پر حاضری دی یہ حاضری مسلمہ ہے۔سلطان محمود خلجی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے خواجہ غریب نوازؒ کی حجرہ نماز یارت گاہ خلائق کی ایک رفیع الشان مقبرہ میں تبدیل کیا۔بعض مورخین نے یہ تعمیر حضرت غیاث الدین بلبن سے منسوب کی ہے قیاس ہے کہ غیاث الدین بلبن بھی آپؒ کے مزار اقدس کی خاک بوسی کیلئے آیا تھا۔تاہم سلطان محمود خلجی سے لیکر شیر شاہ سوری تک برصغیر پاک وہند کے زیادہ تر حکمرانوں اور راجاؤں نے آپؒ کے دربار میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ان میں سلطان عدنان ۸۹۸ھ میں شہزادہ بہادر شاہ مظفر گجراتی ۹۳۱ھ میں اور شیر شاہ سوری نے ۹۵۱ھ میں سلطان الہند کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔جن بادشاہوں کو تاریخ سلاطین باجبروت کے لقب سے یاد کرتی ہے۔انہوں نے برصغیر پر اپنا تسلط جمانے کیلئے برس ہا برس جنگیں لڑیں تب جاکر فاتح ہندوستان کہلائے۔ان سلاطین باکمال نے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر احتراماً اپنی جبینیں جھکا کر اس مرد فقیر کے سلطان الہند ہونے کا اقرار کیا۔جس کا مستقل قیام تو اجمیر میں تھا مگر تمام برصغیر جس کے زیرنگیں تھا اس نے شہنشاہوں کے سینوں کو ایثار کے جذبات

سے گرمایا اور بتایا کہ

غریب و سادہ و رنگیں داستان حرم
نہایت اس کی حسین ؓ ابتدا ہے اسمٰعیل ؑ

لیکن داستان حرم میں جب سلطان جلال الدین اکبر نے تحریف کی جسارت کی اور اپنے چند رتنوں جن میں مجاوران درگاہ (خدام) کے قریبی رشتہ دار ابوالفضل اور ان مجاوران (خدام) کی بھرپور حمایت پر دین الٰہی کا اعلان کیا تو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد میں سے حضرت شیخ بایزید جو مجدد الف ثانی کے استاد تھے نے کفر کی ان آندھیوں کے مد مقابل نکل آئے اور ابنائے وطن کو اعلائے کلمۃ الحق پر لبیک کہنے کیلئے پکارا تو اس نے اپنے ناپاک ارادے کو تج کر اللہ کے حضور اس گناہ کی معافی مانگی اور سرخرو ہوا۔یہی سرخروئی اسے بعد ازاں خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ پر لے آئی۔اسے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے۔چھ برس ہی ہوئے تھے اور شکار کیلئے وہ فتح پور سیکری جارہا تھا کہ راستے میں ان نے ملنگوں کی ٹولی کو خواجہ غریب نوازؒ کی شان میں ایک ہندی گیت گاتے سنا اس گیت نے اکبر کے ذہن پر بہت اثر کیا۔وہ شکار کرنے کو آیا تھا لیکن خود شکار ہوگیا۔اشعار نے قلب نہاں میں حضرتؒ کی الفت بیدار کردی۔وہ پہلی بار ۹۶۹ھ میں سلطان الہند کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور مراسم آستانہ بصد شان خسروی ادا کئے اور آئندہ بھی اجمیر آنے کا عہد کا۔اس عہد کو اکبر اعظم نے ۹۷۶ھ میں نبھایا اور قلعہ چتوڑ گڑھ کی فتح یابی کے بعد سلطان الہند کی بارگاہ عظیم المرتبت میں حاضری دی۔پھر سرکار غریب نوازؒ کی دعا سے ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو فتح پور سیکری میں شیخ سلیم چشتیؒ کے مکان پر جہانگیر کی ولادت ہوئی اور شہزادہ کا نام ان ہی کے نام پر سلیم رکھا گیا۔شعبان المعظم کے بابرکت مہینے میں جلال الدین اکبر نے اجمیر میں شہزادے کا جشن ولادت منایا۔سارے شہر میں چراغاں کیا گیا اور خواجہ غریب نوازؒ کا مزار اقدس بقعہ نور بنا ہوا تھا۔دیگ کلاں اور اکبری مسجد جیسی یادگاریں اسی مغل اعظم کی خواجہ غریب نوازؒ سے محبت کی مظہر ہیں۔ابوالفضل،شہنشاہ جلال الدین اکبر کے اہم رتن تھے۔ان کے التفات نامے کی عبارت سے بھی مغل اعظم کو در خواجہؒ سے والہانہ

عقیدت کا ثبوت ملتا ہے۔ابو الفضل کا کہنا ہے کہ جب سے شاہی ملازمت کا اختیار ملا ہے خدا کی قسم ایک لمحہ کیلئے بھی عزیزوں کی یاد سے غافل نہیں ہوا۔ چنانچہ کھیتی باڑی کے قابل چالیس بیگھے زمین دہلی کے رہنے والوں میں اور دس ہزار بیگھے سرہند کے لوگوں کو دلا چکا ہوں اور بیس ہزار بیگھے ملتان کے عزیزوں کے نام لکھوائی ہے۔آگے چل کر لکھا گیا ہے "نویسانده فرستادہ ام وقریب یک لک بیگہ بعزیزان ومجاوران حضرت اجمیر وہ کوشہ نشینان جوار حضرت شاہ مدارؒ وحضرت سالار مسعود غازیؒ التماس خود گرفتہ ام۔یعنی تقریباً ایک لاکھ بیگھے زمین درگاہ اجمیر کے عزیزوں کو اور حضرت شاہ مدارؒ وبدیع الدینؒ اور حضرت سالار مسعود غازیؒ کی درگاہوں کے گوشہ نشینوں کو بادشاہ سے دلوا چکا ہوں۔منتخب التواریخ میں ابو الفضل کے دربار اکبری تک رسائی حاصل کرنے کا سن ۹۸۱ھ بتایا گیا ہے۔التفات نامے کی عبارت پیش نظر ہو تو کہنا پڑے گا کہ متذکرہ سال یا اس کے بعد بیر اور کا نکیا درس کی جاگیریں درگاہ کے نام لکھی گئی ہوں گی۔ان دنوں میں خود اکبر اعظم اجمیر میں خواجہؒ کے آستانہ پر موجود تھا اور اسے شہزادہ دانیال کی ولادت کی خوشخبری مل چکی تھی۔قبل ازیں جلال الدین اکبر ۹۷۸ھ میں شہزادہ محمد مراد کے تولد ہونے کی خوشی میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا تھا اور اس نے شہر کے گردونواح میں ایک پختہ فصیل بنوائی تھی۔۹۸۲ھ میں اکبر اعظم نے بنگال فتح کیا اور ماہ صیام میں آخری مرتبہ درگاہ شریف میں حاضری کے وقت حکم دیا کہ اکبرآباد اجمیر تک ہر منزل پر ایک محل ہر کوس پر ایک کنواں اور ایک مینار تعمیر کرایا جائے۔(نوٹ:۔اکبر بادشاہ نے اپنے رتن ابو الفضل اور اس کے رشتہ دار مجاوران درگاہ اجمیر جن کا اکبر بادشاہ عقیدت مند تھا کے کہنے پر حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ بزرگؒ کی اولاد کو جیل میں ڈال دیا اور کچھ کو اجمیر شریف سے بدر کر دیا تھا اور بقیہ پر مظالم کے پہاڑ توڑے)

مغل شہنشاہوں میں جلال الدین اکبر کے بعد جس بادشاہ نے سب سے زیادہ مرتبہ آستانہ بوسی کی سعادت حاصل کی،وہ سلطان نورالدین جہانگیر ہے۔تزک جہانگیری میں اس کا اپنا بیان ہے۔میں اللہ تعالیٰ کی عنایات سے ۸ جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ بروز جمعرات دارالخلافہ آگرہ میں ۳۸ سال کی عمر میں تخت پر متمکن ہوا۔میرے والد بزرگوار کے ہاں ان

کی اٹھائیس برس کی عمر تک کوئی بیٹا تولد نہ ہوا۔اس لئے وہ ہمیشہ اولیاء اللہ سے دست بدعا رہے۔خواجہ خواجگان معین الدین چشتیؒ جو سر چشمہ اولیائے ہند ہیں کے ہاں نیت کی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو فرزند باحیات عنایت کرے تو میں آگرہ سے روضہ متبرکہ اجمیر تک ایک سو چالیس کوس کا فاصلہ از روئے اخلاص پا پیادہ طے کروں۔چنانچہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا۔سلطان جہانگیر پہلی بار ۵ شوال المکرم ۱۰۲۲ کو باپ کے نصیحت کے مطابق اجمیر آیا۔نماز مغرب کا وقت تھا۔جب روضہ اطہر نظر نواز ہوا اور جہانگیر نے سواری سے اتر کر تقریباً ایک میل کی مسافت پیدل طے کی۔درگاہ خواجہ غریب نوازؒ کے فقراء ومساکین کو داد ودہش سے نوازا۔ایک دیگ نذرانہ عقیدت کے طور پیش کی۔یہ دیگ بلند دروازہ کے متصل موجود ہے اور عہد پارینہ کی یادگار تسلیم کی جاتی ہے۔انسانی فطرت کا خاصا ہے کہ بندہ خاکی احتیاج وعلالت کے وقت بارگاہ عبودیت میں دعا کی کہ جلد مستجابی کیلئے اولیائے کرام ومشائخ عظام کا تقرب پانے کی سعی کرتا ہے۔

عوام وخواص میں یہ طریق عقیدت کا جزو حقیقت بن کر رہ گیا ہے۔اس کی شہادت ان بادشاہوں کی حاضری سے ملتی ہے جو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر آتے رہے۔

شہنشاہ جہانگیر ۱۴ جمادی الآخر ۱۰۲۳ھ کو صاحب فراش ہوا تو اس نے سرکار غریب نوازؒ سے صحت یابی کی دعا مانگی۔بفضل تعالیٰ دعا قبول ہوئی اور جہانگیر آپؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔فقیروں کا لباس پہنا اور کان چھیدوا کر مندریں ڈلوائیں۔چشمہ بی بی حافظ جمالؒ پر شاہی عمارات تعمیر کرنے کا حکم دیا۔اس موقع پر درباری شاعر سعد گیلانی نے تاریخ لکھی جو "نور چشمہ" پر کندہ ہے۔اگلے سال ۱۵ اور ۱۶ رجب کی درمیانی رات شہنشاہ جہانگیر نے خواجہ غریب نوازؒ کے عرس میں خصوصی شرکت کی اور سماع کے دوران چھ ہزار روپے تقسیم کئے اور سوا لاکھ کے مصارف سے روضہ مبارک کے گرد سنہری کٹہرہ نصب کرایا۔سلطان الہند کی بارگاہ میں شہنشاہ کی یہ حاضری سب سے طویل تھی۔اس نے تین سال سے زیادہ عرصہ تک اجمیر میں سکونت اختیار کی۔شہزادی حور النساء بنت شاہ جہاں بھی جہانگیر کے ساتھ رہی

،اس نے یہیں انتقال کیا اور خواجہ اجمیر کی درگاہ میں ہی اسے سپرد خاک کیا گیا۔شہاب الدین محمد شاہجہان کے زمانہ شہزادگی کی حاضریوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔اس نے کئی بار خواجہ غریب نواز کے مزار پُر انوار کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اپنے دور حکومت میں کم از کم پانچ مرتبہ سلطان الہند کی خوابگاہ میں سلام عقیدت پیش کرنے کیلئے حاضر ہوا۔۲۰ محرم الحرام ۱۰۴۴ھ میں شاہجہان نے اودھے پور پر قبضہ جمایا اور جشن فتح ونصرت اجمیر معلٰی میں منایا۔خواجہ غریب نوازؒ کی تربت کے سامنے جب شاہجہاں کھڑا تھا تو اس کی آنکھوں سے فرط جذبات سے آنسو رواں تھے۔اس دور کے مورخ ملا عبدالحمید لاہوری (المتوفی ۱۰۶۵ھ) نے شاہجہاں کی اس حاضری کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔''شاہجہاں نے خواجہ بزرگؒ کے آستانہ کو جھک کر بوسہ دیا۔اسکی آنکھیں اشکوں سے لبریز تھیں۔بعد میں شہنشاہ نے درگاہ شریف کے گوشہ نشینوں اور مجاوروں میں صدقات وخیرات بانٹی اور چند ایک کے نام وظائف بھی جاری کئے۔

شہزادی جہاں آراء بیگم کو حضرت سرکار غریب نوازؒ کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت تھی، شاہجہان ۱۸، شعبان المعظم ۱۰۵۳ھ کو اپنی زاہدہ با کمال بیٹی کے ساتھ دوبارہ آپؒ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔شہزادی جہاں آرا بیگم تقریباً ایک ماہ آنا ساگر کی شاہی عمارت میں قیام پذیر رہی اور بپاس ادب وتعظیم روزانہ صبح ومسا خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر حاضری دیتی رہی۔اس کا حال شہزادی نے اپنی کتاب،مونس الارواح میں یوں لکھا ہے۔بخت کی یاوری اور طالع کی فیروزمندی سے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اکبر آباد سے چل کر خطہ پاک اجمیر آئی اور ۱۸ شعبان المعظم سے ۱۵ رمضان المبارک ۱۰۵۳ھ تک عمارات تال میں مقیم رہی۔خدا نے مجھے روزانہ ہر منزل میں دو رکعت نماز نفل،ایک بار سورہ یٰسین اور سورہ فاتحہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔میں خلوص کی کیشی اور عقیدت مندی کے ساتھ اس کا ثواب حضرت پیر دستگیر خواجہ سید معین الدینؒ کی پاک روح پر نثار کرتی۔شہزادی مزید لکھتی ہے کہ میں نے ان چند دنوں میں پلنگ پر سونا گوارا نہ کیا اور نہ ہی آرام کے وقت روضہ اطہر کی جانب پاؤں پھیلائے بلکہ اس طرف پیٹھ بھی نہ کرتی۔ایک روز میں روضہ کی زیارت کو

گئی تو اس آستانہ کی خاک کو اپنے چہرے سے لگایا۔دروازہ سے گنبد تک ننگے پاؤں زمین چومتی ہوئی اندر پہنچی اور سات مرتبہ اپنے پیر وہادی کے مرقد کا طواف کیا۔اپنی پلکوں سے جھاڑو دی اور وہاں کی خاک کو اپنا سرمہ بنایا۔قصہ مختصر میں نے قبر پر اپنے ہاتھ سے عطر ملا اور پھولوں کی چادر جو میرے سر پر تھی روضہ مبارک پر چڑھائی اور سنگ مرمر کی مسجد میں جو اس عاجز کے باپ نے بنوائی تھی نماز پڑھی۔شہزادی حور النساء نے عقیدت کے جذبات سے مغلوب ہو کر اس خواہش کا بھی اظہار کیا ہے کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو ہمیشہ کیلئے آپؒ کے روضہ پر رہتی اور اسی عافیت کدہ میں شرف بہ حق صداقت ہوتی۔میں نہیں چاہتی تھی کہ ایسی متبرک جگہ کو داغ مفارقت دے کر چلی آؤں۔لیکن میں مجبور تھی۔شاہجہان نے مزید تین مرتبہ خواجہ غریب نوازؒ کے روضہ منور پر حاضری دی اور ہر بار خواجہ غریب نواز سے کامل عقیدت مندی کا مظاہرہ کرتا رہا۔

شاہجہان نے درگاہ معلّٰی میں ایک مسجد بھی بنوائی اور آنا ساگر کے کنارے سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی حسین وپرکشش عمارات تعمیر کرنے کا حکم صادر کیا۔اس کے علاوہ درگاہ کے جملہ مصارف کے پیش نظر اکبری دور کی جاگیروں میں اضافہ کرتے ہوئے سترہ گاؤں وقف کر دیے اور اسے کار خیر سے تعبیر کیا۔شاہجہاں کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اجمیر میں گزارا۔عنان حکومت سنبھالے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ اسے شہزادہ داراشکوہ کے باغیانہ عزائم کی خبر ملی۔ادھر داراشکوہ اجمیر ہی میں راجہ جسونت سنگھ کی امداد سے ایک بڑے حملے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔اُدھر شہنشاہ عالمگیر جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ کو اجمیر پہنچا۔راجہ جسونت سنگھ نے شہنشاہ سے فوراً معافی مانگ لی اور داراشکوہ میدان کارزار میں تنہا رہ گیا۔اس نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ تاراگڑھ کے قلعہ پر مورچہ بندی کر کے عالمگیری سپاہ کا مقابلہ کیا اور جب شکست کے آثار دکھائی دیئے تو اپنے بیٹے سپر شکوہ کے ساتھ گجرات کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔اس فتح پر شہنشاہ عالمگیر دوگانہ نماز شکرانہ کی ادائیگی کے لئے سرکار غریب نوازؒ کے مزار پر حاضر ہوا اور خواجہؒ کے حضور پانچ ہزار روپے صدقہ وخیرات مجاوران اور فقیروں میں بانٹے۔راجہ جسونت سنگھ نے بھی شہنشاہ کی

معیت میں آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ گجرات کی عملداری حاصل کی اور ۲ رجب المرجب تک اجمیر ہی میں قیام کیا۔ ۱۸ محرم الحرام ۱۰۹۰ھ کو شہنشاہ عالمگیر کے دل میں خواجہ غریب نوازؒ کی محبت پھر موجزن ہوئی وہ اجمیر چلا آیا۔ صفر المظفر کے مہینے کی سات تاریخ تک درگاہ معلٰی میں روزانہ حاضری دی۔ اسی سال ۱۹ شعبان المعظم کو سرکار غریب نوازؒ کی آستانہ بوسی کا شوق اسے ایک بار اور اجمیر لے آیا۔ اس مرتبہ شہنشاہ عالمگیر نے تین ماہ دارالخیر میں قیام کیا۔ ربیع الاول ۱۰۹۱ھ میں شہزادہ محمد اکبر کی بغاوت کی اطلاع پا کر شہنشاہ عالمگیر عازم سفر ہوا۔ بغاوت ختم کی اور سپاس گزاری کیلئے خواجہ غریب نوازؒ کے مرقد کا طواف کیا اور درگاہ کے نام کافی جاگیر عطا کی۔ مغل شہنشاہوں کے علاوہ اس دور میں مختلف صوبوں اور ریاستوں کے راجے مہاراجے اور حکمران بھی خواجہ بزرگؒ کے آستانہ پر دیدہ ءدل فرش راہ کرتے رہے۔ عہد عالمگیری اور کچھ مدت بعد کے غیر مسلم راجاؤں میں جے پور کے مہاراجہ سوائی مادھو سنگھ اور کشن گڑھ کے مہاراجہ مان سنگھ قابل ذکر ہیں۔ ان ہر دو راجاؤں کو سرکار غریب نوازؒ سے گہری وابستگی تھی اور وہ متواتر خواجہ غریب نوازؒ کے مرقد اطہر پر حاضری دیتے رہے۔ عرس کے دنوں میں نذر نیازیں بھی تقسیم کرتے۔ سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر جو خود کو۔ ''نہ کسی کی آنکھ کو نور ہوں، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں۔ کہتے تھے، حقیقت میں خواجہ خواجگاںؒ سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے۔ حضور غریب نوازؒ سے محبت ہی ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھی۔

ہے جو خواجہ کی زیارت کا تصور اے ظفر ☆ آ بسی گویا مری اجمیر آنکھوں تلے۔

بہادر شاہ ظفر نے اس شعر میں اجمیر کو ''حویلی اجمیر'' کے حوالے سے مونث لکھا ہے کیونکہ عہد مغل میں اجمیر صوبہ بھی تھا سرکار بھی اور حویلی بھی۔ کاغذات میں اجمیر کو ''حویلی اجمیر'' ہی لکھا جاتا تھا۔ بہادر شاہ ظفر کو آپؒ کے آستانہ کی زیارت کی بڑی تڑپ تھی، مگر خدا جانے وہ کیا مجبوریاں تھیں، جن کے باعث وہ خواجہ غریب نوازؒ کے مرقد پر حاضر نہ ہو سکے تاہم وہ ہر سال عرس کے موقع پر دہلی سے پاپیادہ جانے والی فقراء کے ساتھ اپنے حصے کا نذرانہ اور قلبی عقیدت کے اظہار کیلئے چاندی کا بنا ہوا ایک چراغ بھیج دیتے۔ دریں اثنا

بہادر شاہ ظفر نے دہلی میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر باقاعدگی سے حاضری دی۔ ۲۵ جولائی ۱۸۴۵ء کو حضور غریب نوازؒ کی مہندی روانگی کیلئے تیار تھی تو بادشاہ سلامت نے اپنے مشیر خاص مرزا بہادر بخش کو ایک سو روپے نذرانہ دے کر ساتھ روانہ کیا اور خود اجمیر کو اس پیدل جانے والے کارواں کے ساتھ جسے مہندی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اولیاء مسجد تک الوداع کہنے کیلئے گئے۔ خواجہ غریب نوازؒ سے بہادر شاہ ظفر کی عقیدت، حضرت فخر الدین دہلویؒ کی مناسبت سے تھی جس کے وہ مرید بااخلاص تھے۔ چنانچہ کلیات ظفر میں جابجا اپنے پیر و مرشد کا ذکر بڑی محبت و عقیدت سے کرتے رہے۔

خداوندا نہ کچھ دنیا میں چاہتا ہوں نہ عقبیٰ میں
بس اتنا چاہتا ہوں میں کہ یہ دولت میسر ہو
دم محشر مجھے جس وقت لایا جائے روبرو تیرے
ہنسی ہونٹوں پہ اشک آنکھوں میں فخر الدین زباں پہ ہو

اور تو اور بادشاہ ہوتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا۔ میں تو اپنے فخر الدین کے کفش برادروں میں ہوں۔ حضرت مولانا فخر الدینؒ ۱۱۹۹ھ میں چشتی سلسلہ کے مجدد وقت اور شیخ طریقت ہوئے ہیں۔

برصغیر کے کئی مشہور سلسلے سلیمانیہ، نیازیہ وغیرہ آپ کے فیض سے آج تک جاری و ساری ہیں۔ اس اعتبار سے بہادر شاہ ظفر چشتی، سلسلہ ارادت میں منسلک تھے۔ انہوں نے خواجہ غریب نوازؒ کی شان میں متعدد اشعار قلمبند کئے۔ ان کی بعض غزلیں ان کی قلبی وارادت کی آئینہ دار ہیں۔

تم ہو اے خواجہ معین سروران حق پرست
تم ہو رمز آگاہ کن اور واقف سر الست
تم مددگار ظفر ہو کیوں ظفر کو ہو شکست
پر فلک کی دیکھ گردش کانپتے ہیں پاؤ دست
یا معین الدینؒ چشتی دستگیری لازم است

طواف کرتا ہے تمہارے آستاں کا آسماں
کعبہ اہل صفا ہو ، قبلہ گاہ مقبلاں
خواجہؒ ہردوجہاں ہو شاہ شاہان جہان
آپؒ کا دست حمایت چھوڑ کر جاؤں کہاں
یا معین الدین چشتیؒ ، دستگیری لازم است

بہادر شاہ ظفر کے والد اکبر شاہ ثانی کو بھی سرکار غریب نوازؒ سے بے حد عقیدت تھی، موضع گگوانہ مندوزئی اجمیر سے دس میل ادھر پٹھانوں کی ایک قدیم بستی ہے ۔ جہاں ۱۸۵۷ء کے غدر کی یادگار ایک مسجد اور کنواں ہے۔ اسے میر سعادت علی نے تعمیر کرایا اور مرزا غالب نے اس قطعہ تاریخ لکھا جو یہ ہے۔

میر سعادت علی کرد در اجمیر طرح
مسجد وچاہی کہ ہست چشمہ آب بقاء
زانکہ زباقر علی تابعلی میر سد
حلقہ بہ حلقہ بہم سلسلہ اش مرحبا
ساختہ شد چوں مکاں کرد بدل اجرآں
ازرہ صدق وصفا نذر رسولؐ خدا
ازپے ایں سال نیک، گفت ہمایوں سروش
چشمہ زمزم صفت، مسجد کعبہ بنا۔۱۲۲۹ھ۔

بعض معتبر روایات سے معلوم ہوتا کہ میر سعادت علی دہلی کے رہنے والے تھے اور ملازمت کے سلسلے میں کافی عرصہ اجمیر شریف میں مقیم رہے۔ غالب سے ان کی دوستانہ راہ ورسم تھی۔ انہوں نے گگوانہ میں ایک مسجد اور کنواں بنوایا۔ قیاس اغلب ہے کہ غالب نے گگوانہ مندوزئی میں قیام کے دوران خواجہ اجمیر کے مزار منورہ پر ضرور حاضری دی ہوگی کیونکہ ان کے فارسی کلام میں خواجہ غریب نوازؒ سے ان کی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

چوں اعانت خواہی از یزداں پاک
یا معین الدینؒ اگر گوئی چہ پاک
ابلہماں راز انکہ دانش نار ساست
گفتگو با بر سر حرف نداست

نواب مصطفیٰ علی خان شیفتہ ، غالب ومومن کے شاگرد اور دوست کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں ۔آپؒ نے محرم الحرام ۱۲۵۵ھ کو اجمیر میں حاضری دی اور چار یوم تک آستانہ معلی پر گوشہ نشین رہے۔ آپ اپنے ایک سفر نامہ میں لکھتے ہیں ۔دارالخیر اجمیر، کشن گڑھ سے آٹھ کوس پر خواجہ معین الدینؒ کے مزار کی زیارت نصیب ہوئی ۔درگاہ کے پاس شاہجہان بادشاہ کی بنائی ہوئی مسجد ہے۔ درگاہ کی دلکشی اور اس مسجد کی خوشنمائی بیان سے باہر ہے۔ شہر کا نقشہ جے پور کے انداز پر ہے۔ مفتی صدرالدین آرزو نے بھی جو غالب کے معاصرین میں سے تھے عرصہ دراز تک یہاں رہے آپ مفتی وصدر امین جہاں آباد (دہلی) تھے، مشہور بزرگ حضرت سید غوث علی شاہؒ (المتوفی ۱۸۸۰ء) کا بیان ہے کہ میرے والد کا رسالہ اجمیر سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر نصیر آباد چھاؤنی میں تھا۔ میرے والد مجھے ہر جمعہ کو خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر لے جاتے، اس زمانے میں زار کا باپ الیگزینڈر راول کشمیری فقیر کے بھیس میں دربار میں رہتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کی شان فقر کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ ولی عہد روس الیگزینڈر کی گمشدگی ایک معمہ بنی ہوئی تھی چنانچہ وہاں کی حکومت نے شہزادے کی تصویر اور مضمون کا ایک اشتہار چھاپ کر تمام ملکوں میں بھیج دیا کمشنر اجمیر کے پاس جب یہ اشتہار پہنچا تو کسی نے شہزادہ الیگزینڈر کو فقیری کے لباس مجاز میں دیکھ کر حقیقت منتظر کو بے نقاب کردیا۔ کمشنر نے حکومت روس کو اطلاع دے دی تو فوج کا ایک دستہ اسے لینے کیلئے آیا۔ سب نے اپنی ٹوپیاں تعظیماً خواجہ غریب نوازؒ کے اس فقیر کے سامنے اتار دیں۔ شہزادے کو سلامی دی گئی اور اسے چشم نم اجمیریوں نے الوداع کہی۔ نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی ایک عرصہ تک درگاہ خواجہ غریب نوازؒ کے مہمان رہے۔ ان دنوں والئ دکن کی طرف سے ملنے والا وظیفہ بند ہو چکا تھا۔ اقتصادی اور مالی پریشانیوں سے دوچار

تھے۔یہی تردد خاطر اور آشفتہ حالی انہیں خواجہؒ کے در کا گدائی بنا کر لے آئی تھی۔آپ قیام اجمیر کے دوران بطیب خلوص سرکار غریب نوازؒ قدسی صفات کے حضور پیش ہوتے رہے۔ ان کے یہ منظوم احساسات اسی آشفتہ سامانی کے ترجمان ہیں۔

یا خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نوازؒ
یا واقف راز خفی وجلی سلطان الہند غریب نوازؒ
فریاد تمہیں سے ہے میری ، تکلیف سہی کیسی کیسی
ہو داد طلب کی داد رسی سلطان الہند غریب نوازؒ
لائی ہے مجھے امید کرم ، اس خاک اور اس در کی ہے قسم
سب دور ہوں میرے رنج ولی ، سلطان الہند غریب نوازؒ
یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے
تم آل نبیؐ اولاد علیؓ سلطان الہند غریب نوازؒ

یہ اشعار بارگاہ فقیری میں قبول ہوئے اور خواجہ غریب نوازؒ کی دعاؤں سے داغ دہلوی کو اجمیر ہی میں وظیفہ کی بحالی کا تار وصول ہو گیا۔حکیم الامت شاعر مشرق علامہ اقبال کو صوفیائے چشت اور بالخصوص حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے بڑی عقیدت تھی۔علامہ اقبال اجمیر میں خواجہؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تھے یا نہیں۔؟اس بارے میں تاریخ خاموش ہے اور حضرت علامہ اقبالؒ کی باضابطہ حاضری کا مصدقہ ثبوت کسی کتاب میں مذکور نہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ انہیں سلطان الہند کی بارگاہ محبت میں حاضری دینے کا بے حد اشتیاق تھا۔ ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو مہاراجہ کشن پرشاد کے نام ایک خط میں انہوں نے لکھا" دہلی تو گیا تھا اور دو دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ پر بھی حاضر ہوا تھا مگر افسوس کہ پیر سنجرؒ کے دربار میں حاضر نہ ہو سکا۔انشاءاللہ العزیز پھر جاؤں گا اور اس آستانہ کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس آؤں گا۔علامہ اقبال کے نزدیک اجمیر دارالامن تھا،دارالخیر تھا،انہوں نے پیغام پیر سنجرؒ کے علاوہ بھی اپنے اشعار میں خواجہ غریب نوازؒ سے محبت کے لئے چشتی کی تلمیح استعمال کی۔چشتی نے جس زمیں پر پیغام حق سنایا۔

اور پھر ، دل بیتاب جا پہنچا دیار پیر سنجرؒ میں
میسر ہے جہاں درمان درد نا شکیبائی

سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں ایک اقبالؒ ہی نہیں، کئی اور عظیم شعراء و فضلاء بھی اقبال مندی کیلئے حاضری دیتے رہے۔ان شعراء کے منظوم جذبات خواجہؒ کی بندہ نوازی اور ان سے عقیدت کے مظہر ہیں۔

خواجہ خواجگاں معین الدینؒ
فخر کون ومکاں معین الدینؒ
قرب حق اے نیاز گر خواہی
ساز ورد زباں معین الدینؒ
(حضرت مولانا شاہ نیاز بریلویؒ)

بے مانگے ہوئے ملتے ساغر کو یہیں دیکھا
ساقی سا سخن داتاؒ ہم نے تو نہیں دیکھا
(مضطر خیر آبادی)

مولانا حسرت موہانی، قادری تھے اور چشتی بھی، اپنے پیر طریقت اور مشائخ فرنگی محل کی تقلید میں وہ خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ اطہر پر کئی مرتبہ حاضر ہوئے۔انہیں سرکار غریب نوازؒ سے بے پناہ قلبی وابستگی تھی جس کا اظہار انہوں نے شعروں میں بھی کیا۔

نور حق کی ضیاء معین الدینؒ
شمع بزم صفا معین الدین
کام حسرت کے سارے بن جائیں
ہو جو لطف آپ کا معین الدینؒ

۱۹۰۷ء میں افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان، سرکار غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر حاضری دینے آئے اور کئی گھنٹے تک تنہا قبہ شریف میں روتے رہے۔۱۹۰۹ء میں والئی رامپور نواب حامد علی خان آستانہ عالیہ پر تشریف لائے اور ۱۲۔اکتوبر ۱۹۱۳ء کو والئی

دکن میر عثمان علی خان نے خشوع وخضوع کے ساتھ حاضری دی۔مجاوران درگاہ اور فقراء کو صدقات وخیرات دیں اور نظام گیٹ تعمیر کرایا۔اسی سال ۱۴ نومبر کو دوبارہ آستانہ اجمیر پر تشریف فرما ہوئے اور گنبد شریف اور جامع مسجد کی مرمت کرائی۔چاندی کے چراغ نذر کئے اور سونے کی ایک تختی کندہ کرائی۔

جس پر یہ شعر تھا۔

گر بگذرم بہ خاطر پاک تو پاک نیست
خاشاک ہیں کہ بہ سر دریا گذر کند

۱۹۱۲ء میں مہاراجہ کوبند سنگھ والئی دیتا،دربار اجمیر میں آیا اور مسلسل چالیس روز تک خواجہ کے آستانہ پر معتکف رہا۔دولت آصفیہ حیدر آباد دکن کے مدار المعام اور صدر اعظم مہاراجہ سر کشن پرشاد کو بزرگان اسلام سے حد درجہ عقیدت تھی۔اپنی اسی عقیدت ووارفتگی کے رنگ میں وہ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۴ء کو خواجہ بزرگ کے مزار انور پر حاضری دینے آئے۔روضہ مبارک پر آ کر کئی روز با آواز بلند خود قرآن حکیم کی تلاوت سنتے۔سرکار غریب نوازؒ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے بیٹے کا نام خواجہ پرشاد رکھا۔مہاراجہ سر کشن پرشاد شعری ذوق بھی رکھتے تھے۔ایک مرتبہ خواجہؒ کی درگاہ میں مورچھل ہلانے کی سعادت ملی تو برجستہ یہ رباعی کہی۔

مورچھل جھلنے کی خدمت مل گئی
شاد کو دنیا میں عزت مل گئی
بارگاہ خواجہؒ اجمیر سے
لوکلید گنج قسمت مل گئی

۱۹۲۲ء میں کل ہند خلافت کانفرنس کے موقع پر مہاتما گاندھی نے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر عقیدت کے پھولوں کی چادر چڑھائی اور جب تک اجمیر میں قیام رہا۔متواتر سورج طلوع ہونے سے پہلے سلطان الہند کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے۔مہاتما گاندھی نے اس موقع پر ان الفاظ میں خواجہ بزرگؒ کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔"لوگ اگر سچے جذبے کے ساتھ خواجہؒ صاحب کے دربار میں جائیں تو آج بھی ان کے باطن کی بہت

سی خرابیاں ہمیشہ کیلئے نابود ہو سکتی ہیں اور آدمی اپنے اندر غیر معمولی قوت کا ادراک کر سکتا ہے۔" ۱۹۲۸ء میں مولانا محمد علی جوہرؒ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن جانے سے پہلے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے اور اپنی کامیابی سفر کی دعا مانگی۔۱۹۳۲ء میں علی سکندر جگر مراد آبادی کل ہند نعتیہ مشاعرہ کے سلسلہ میں اجمیر تشریف لائے اور خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر مسلسل ایک ہفتہ حاضری دیتے رہے۔اس موقع پر کہی گئی آپ کی مشہور نعت۔اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ۔زباں زد خاص عام ہوئی۔

☆......☆......☆

سلطان الہند پر لکھی جانے والی کتابوں پر ایک نظر

کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ اپنے جذبات کے اظہار کی خاطر خواجہ خواجگانؒ کے مزار پر چل کر تو آئے تھے لیکن ان کے پاس دولت نہ تھی جسے بطور نذرانہ تقسیم کر سکتے مگر ان کی باطنی آنکھ سلطان الہند کی خوابگاہ کو الفاظ کے رنگ میں سمو لیتی تھی۔ الفاظ کے یہی نذرانے آج تذکروں کی صورت میں ملتے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کی شان میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنیوالوں کی کسی دور میں بھی کمی نہیں رہی۔ سلاطین زمانہ اور اولیاء کرام ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد درگاہ معلّٰی پر حاضری دینے آتے رہے۔ ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی تھیں اور قلوب ملول۔ وہ خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس کو اپنی امیدوں اور آرزوؤں کا گہوارہ تسلیم کرتے تھے اور اپنی جھولیاں بھرنے کی خوشی میں یہاں گھی کے چراغ جلاتے تھے۔ نذرانے تقسیم کرتے تھے اور سرکار غریب نوازؒ کی الفت ہمیشہ کیلئے ان کے دلوں پر نقش ہو جاتی تھی۔ ان کے برعکس کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ اپنے جذبات کے اظہار کی خاطر خواجہ صاحبؒ کے مزار پر چل کر آئے تو تھے لیکن ان کے پاس دولت نہ تھی جسے بطور نذرانہ تقسیم کر سکتے۔ مگر ان کی باطنی آنکھ سلطان الہند کی خواب گاہ کو کسی اور رنگ میں ہی دیکھتی تھی اور وہ ان جلوہ سامانیوں کو اپنے الفاظ میں سمو لیتے تھے۔

یہ الفاظ آج ان تذکروں اور کتابوں میں چمکتے دکھائی دیتے ہیں جو حضرت غریب نوازؒ کی حیات کی کڑیاں مربوط ہیں اور بادشاہوں اور بزرگوں کی ان کے مزار پر حاضریوں کے واقعات تاریخ میں محفوظ ملتے ہیں۔

سرکار غریب نوازؒ نے انیس الارواح میں اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ سید عثمانؒ ہارونی کے ملفوظات طیبات مرتب کر کے آنے والے دور کے مورخوں کے لئے عقیدت کے

اس جذبہ کی بنیاد رکھ دی جو روحانیت کے احساسات سے معمور ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ نقش قدم دوسروں کیلئے قابل تقلید ٹھہرا اور اسی انداز فکر پر عمل کرتے ہوئے خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی نے ''دلیل العارفین'' میں اپنے مرشد خواجہ معین الدین چشتیؒ غریب نواز کے ملفوظات کو یکجا کیا۔ پھر یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ نے حضرت قطب الدینؒ بختیار کاکی کے ملفوظات کا مجموعہ ''فوائد السالکین'' ترتیب دیا۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات کو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے ''راحت القلوب'' میں اور ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو امیر خسروؒ اور خواجہ حسن علاء سجزی نے ''افضل الفوائد'' اور فوائد الفواد'' میں رقم کیا۔ بعد ازاں خواجہ سید نصیر الدینؒ محمود چراغ دہلوی'' کے ملفوظات ''خیر المجالس'' کے نام سے مولانا حمید نے تالیف کئے اور مکتوبات خواجہ حمید الدین ناگوریؒ ''سرور الصدور'' کی شکل میں سامنے آئے۔ ان ملفوظات و مکتوبات کے بعد جن قدیم تاریخی اور اسلامی کتابوں میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا ذکر اذکار ملتا ہے ان کا منبع و ماخذ دراصل یہی تمام ملفوظات ہیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت تک برصغیر میں ایسی تقریباً 2ہزار سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کسی نہ کسی جگہ یا حواشی میں خواجہ غریب نواز کے حالات زندگی ملتے ہیں۔

دو سو کے لگ بھگ ایسی کتب ہیں جو صرف اور صرف خواجہ غریب نوازؒ کے موضوع پر ہیں اور ان میں خواجہ غریب نوازؒ کی زندگی، شخصیت، مشن، تعلیمات اور افکار قلمبند کئے گئے ہیں۔

ابو الفضل کی 'آئین اکبری' سے لیکر خواجہ معینی کی تصنیف 'ہمارے خواجہ' تک ان تذکروں سوانح عمریوں اور تواریخ کی ایک طویل فہرست مرتب کی جا سکتی ہے۔

قدیم تاریخی کتب میں ابو الفضل کی تصانیف 'اکبر نامہ اور 'آئین اکبری'' (نوٹ: یہ ابو الفضل اکبر بادشاہ کا اہم رتن اور مجاوران (خدام) درگاہ معلّٰی کا قریبی رشتہ دار تھا) اور نورالدین جہانگیر کی 'تزک جہانگیری'، دارا شکوہ قادری کی سفینۃ الاولیاء' اور سکینۃ الاولیاء، شہزادی جہاں آراء بیگم کی مونس الارواح، اور ملا عبد القادر بدایونی کی منتخب ''التواریخ''

خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ جن کے زیادہ تر حوالے بعد میں مورخین نے بھی درج کئے۔ جہاں تک تذکروں کا تعلق ہے۔

ان میں تذکرۃ الانساب از علی اکبرادستانی ''تذکرۃ الاولیاء'' از حضرت فریدالدین عطار ''تذکرۃ العابدین'' وامداد العارفین'' از نذیر احمد دیوبندی۔ ''تذکرۃ المعین'' از مولانا سید زین العابدین، ''تذکرۃ الاولیاء پاک وہند از مفتی ولی حسن ٹونکی، تذکرۃ الواصلین'' از رضی الدین بدایونی، تذکرہ غوثیہ از غوث علی شاہ، تذکرہ صوفیائے بنگال، تذکرہ صوفیائے سرحد وسندھ از مولانا اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن کے حوالہ جات سے قلمکاروں نے کچھ کچھ اخذ کیا ہے۔ اس کے بعد تاریخ فیروز شاہی از ضیاءالدین برنی، تاریخ فیروز شاہی از شمس سراج عفیف، تاریخ مبارک شاہی از یحیٰی سرہندی، تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی، تاریخ ہندوستان از ایلیٹ، تاریخ الاولیاء از امام دین'' تاریخ السلف از خواجہ معنی اجمیری'' تاریخ تصوف اسلام از رئیس احمد'' تاریخ داؤدی از جمیل بیگ فقیر'' ''تاریخ راجستھان از ٹاڈ'' سے بھی بعض تذکرہ نویسی نے استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں جن دیگر کتب میں مصنفین ومولفین کی ایک بڑی تعداد نے خواجہ غریب نوازؒ کی شان اجمیری جھلکتی دکھائی ہے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ احسن السیر از مولانا شمس الدین طاہر، اخبار الاخیار از شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اسانید الصنادید از خواجہ معنی اجمیری، اسرار السالکین از کواجہ شمس الدین مہروی، اسرار الطریقت از شاہ محمد غوث، بادشاہ نامہ از ملا عبدالحمید لاہوری، بحرالانساب از اخوند سالک، برکات اولیاء از امام الدین گلشن آبادی، بزم صوفیاء از سید صباح الدین عبدالرحمٰن، بہار معینی از مولانا عبدالعزیز سلطی دہلوی، اقبال نامہ جہانگیری از مرزا عرف معمد خان، آب کوثر از شیخ محمد اکرام، تحقیقات چشتی از مولوی نوراحمد چشتی، کتاب الانساب از علامہ سمعانی، کتاب التحقیق از امین الدین حدیقۃ الاولیاء از مفتی غلام سرور، گنج الاسرار از حاجی محمد نوشہ، ماثر الامراء از نواب مہام الدولہ شاہ نور، ماثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی، معارج الولایۃ از غلام معین الدین، معین الارواح از خادم حسین زبیری، معین الاولیاء از دیوان امام الدین علی خان، معین العارفین از

خادم حسین زبیری، سلک السلوک از ضیاءالدین بخشی، مناقب الحبوبین از نجم الدین چشتی، نفحات الانس از ملا جامی، سیر الاقطاب از مولانا الہدیہ، سیر الاقطاب از شیخ اللہ دیا چشتی، سیر الاولیاء از سید محمد مبارک علوی کرمانی، سیر العارفین از مولانا جمالی، سیر المتاخرین از میر غلام حسین، سیر وسفر از مہاراجہ رکشن پرشاد، شمس المعارف از مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواری، طبقات اکبری از خواجہ نظام الدین ہروی، طبقات ناصری از منہاج سراج، کتاب الاعرائس از شیخ محمد علی اصغر چشتی، چشتی دربار از ندیم سیہارہ، خلاصۃ التواریخ از سوجان رائے، حکایات اولیاء از اشرف علی، حقیقت گلزار صابری از شاہ محمد حسن صابری چشتی، خواجہ عثمانی ہارونی از مولانا اعجاز علی اعجاز، خواجہ فخر الدین گردیزی از علامہ معنی اجمیری، خواجہ فریدالدینؒ از علامہ معنی اجمیری، اسلام کا سرچشمہ قوت از مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اجمیر کا چاند از مولانا امداد صابری دہلوی، اجمیر از پنڈت ہربلاس شاردا، اجمیر کی کہانی از نورالدین آزاد، اولیائے چشت لاہور میں از محمد دین کلیم اوراذکار جمیل از حکیم محمد موسیٰ امرتسری، اسلام کی زندہ تحریک چشت از عبدالغفور غوری۔ وہ کتابیں جو صرف اورصرف خواجہ غریب نوازؒ کی حیات پر لکھی گئی ہیں ان میں حیات خواجہ تاریخ خواجہ از مفتی انتظام اللہ شہابی، خواجہ پیر کی درگاہ از علامہ خواجہ معنی اجمیری، خواجہ غریب نوازؒ از ڈاکٹر ظہورالحسن شارب، خواجہ غریب نوازؒ از ملک عنایت اللہ، خواجہ معین الدینؒ از ابوسلمان شاہجہان پوری، رسالہ غریب نوازؒ از شاہ اکبر ابو القلائی داناپوری، سوانح عمری حضرت معین الدین چشتیؒ از سید محمد الیاس رضوی، میر اجمیر از نثار الملک میر احدی، ہمارے خواجہؒ از علامہ معنی اجمیری، خواجہ خواجگانؒ مرتبہ احمد رئیس اور خواجہ غریب نوازؒ اجمیری کے حقیقی سجادہ نشین از پروفیسر ڈاکٹر سید آل اظہر آتش یہ ہیں علم کے وہ خزانے جن میں خواجہ معین الدینؒ چشتی غریب نواز اجمیری کی مقدس زندگی کے گوہر تابدار اوراق کی صورت میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔

☆......☆......☆

اظہار تشکر

جناب کرنل سید مقبول حسین کاظمی: چیئرمین حرف اکادمی پاکستان (راولپنڈی)
جناب میجر احمد نواز، جناب میجر اشتیاق کاظمی، جناب میجر اسد محمود خان
جناب وسیم شاہ بخاری (مظفر آباد)، جناب محسن کاظمی (جہلم)
محترمہ ایم زیڈ کنول صاحبہ چیف ایگزیکٹو جگنو انٹرنیشنل لاہور
جناب شفیق مراد چیف ایگزیکٹو شریف اکیڈمی جرمنی
جناب شیخ ناصر سلیم ایڈووکیٹ (آغا خان فاؤنڈیشن) زمیندار اعلیٰ اوچ شریف
جناب مخدوم سید غلام مجتبیٰ بخاری سجادہ نشین درگاہ دین لعل بخاری ضلع لاڑکانہ
جناب حافظ جمیل احمد لنگاہ زمیندار اعلیٰ اوچ شریف
جناب غلام یسین سومرو صدر جماعت اہلسنت اوچ شریف
جناب خادم حسین خان چیف ایگزیکٹو خواجہ غریب نواز زرعی سروس
جناب عرفان سعید ملتان، جناب عرفان رشید انسپکٹر ایلیٹ ملتان
جناب سید عابد حسین بخاری درگاہ جہان پور شریف ضلع گھوٹکی
جناب شفیق سومرو (گھوٹکی)، جناب سید علی مہدی بخاری (اسلام آباد)
جناب غلام جعفر (اسلام آباد) جناب اخلاق احمد خان ڈھانڈلہ (اسلام آباد)

☆-----☆-----☆

کتاب منگوانے کے پتے

شمع بک ایجنسی نیو اردو بازار کراچی 021-32744391
کتب خانہ مقبول عام جھنگ بازار فیصل آباد
فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان
0300-3738564-0333-4076188

سلطان الہند